ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

ماہنامہ "محاسن اسلام" کے سابقہ شماروں کے منتخب مضامین

دین و دانش

خانۂ دل آباد کرنے اور زندگی کو پُرسکون بنانیوالے پُراثر
ایمان افروز واقعات اور دلچسپ اصلاحی مضامین کا مجموعہ

محاسن اسلام

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفِیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(061-4540513-4519240

خوشگوار اسلامی زندگی کا ضامن
ماہنامہ محاسن اسلام ملتان

ماہنامہ محاسنِ اسلام ملتان کے

سابقہ شماروں کے منتخب مضامین

دین و دانش

(۲)

خانۂ دل آباد کرنے اور گھروں کو پُرسکون بنانیوالے پُراثر
ایمان افروز واقعات اور دلچسپ اصلاحی مضامین کا مجموعہ

مرتب

محمد اسحٰق مُلتانی

مدیر: ماہنامہ محاسنِ اسلام ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین و دانش

(۲)

تاریخ اشاعت..................محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

ناشر..................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان | مکتبہ رشیدیہ... راجہ بازار... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات... انارکلی... لاہور | یونیورسٹی بک ایجنسی... خیبر بازار... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید... اردو بازار... لاہور | ادارۃ الانور... نیوٹاؤن... کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ... اردو بازار... لاہور | مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)



کچھ اس کتاب کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان کو جو شرف قبولیت نصیب ہوئی وہ حضرات والدین، اساتذہ، مشائخ اور بزرگان دین کی دعاؤں اور توجہات ہی کا ثمرہ ہے۔

اپنے اکابر ہی کی تحریرات کو عام فہم مختصر اور ذوق جدید کے مطابق ہر شمارے میں مرتب کیا جاتا ہے اور عوام وخواص کی ذہنی، فکری اور عملی اصلاح وضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء کرام کی مشاورت اور پوری توجہ سے اس کے ہر شمارہ کو تیار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ کے قارئین کیلئے اس کے سابقہ شمارے آج بھی سدا بہار پھول کی طرح ہیں، جن کی خوشبو سے دل ودماغ کو معطر کیا جاسکتا ہے۔ ماہنامہ ''محاسن اسلام'' نے اپنے 9 سالہ مسلسل سفر میں بیسیوں مفید مضامین سے قارئین نے استفادہ کیا اور انہیں حالات کی دینی ضرورت کے پیش نظر انفرادی واجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے محاسن اسلام کو عوام وخواص میں جو مقبولیت عطا فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ملک بھر میں کثیر تعداد میں خطباء واعظین ومبلغین اپنی تقریر وتحریر میں محاسن اسلام کے مضامین سے استفادہ فرماتے ہیں۔ بعض خطباء نے خود بتایا کہ ہم جمعہ کے بیان کیلئے محاسن اسلام ہی سے تیاری کرتے ہیں **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

وہ اکابر جن کے مضامین محاسن اسلام میں مسلسل آتے رہے اور ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنے ان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ' حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ' مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ' عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ' مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ' حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ' حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ' حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔

مؤخر الذکر دونوں شخصیات ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے سرپرست رہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی دعائیں اور قلمی وعلمی تعاون ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے ابتدائی شماروں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جن میں آپ کے لکھے ہوئے درس قرآن' تذکرہ اسلاف' سوالات کے جوابات و دیگر مفید مضامین یقیناً حضرت کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ محاسن اسلام میں درج حضرت کے لکھے ہوئے تمام مضامین افادہ عام کے پیش نظر کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی مضامین'' شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ تادم زیست باقاعدہ محاسن اسلام کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازتے رہے۔ **اللھم اغفرلھم وارحمھم**

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''محاسن اسلام'' بظاہر اپنے شفیق سرپرستوں سے محروم ہوگیا لیکن رحمت خداوندی نے اس موقع پر بھی دستگیری فرمائی کہ مشیران کرام کی مشاورت سے سرپرستی کیلئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ بندہ کے درخواست کرنے پر حضرت نے حسب سابق اپنی کریمانہ شفقت فرماتے ہوئے محاسن اسلام کی سرپرستی کو قبول فرمالیا اور شمارہ نمبر 84 ماہ ستمبر 2006ء سے تاحال حضرت باقاعدہ سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اللہ پاک حضرت کو خیروعافیت سے رکھیں اور کیساتھ ہمیں حضرت کے علوم وفیوض سے متمتع فرماتے رہیں امین۔

یہاں سرپرستی کا مفہوم واضح کرنے کیلئے حضرت ہی کی لکھی ہوئی ایک تحریر درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ "محاسن اسلام" کی سرپرستی کی وضاحت کے بارہ میں کسی صاحب نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا، جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا، توجہ فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔ سرپرستی کا مطلب ایک ایک جزئیہ کی تصدیق نہیں، بلکہ اجمالی طور پر رسالے کا قابل مطالعہ ہونا اس کیلئے کافی ہے اور محمد اسحٰق صاحب پر بندہ کو اتنا بھروسہ ہے کہ وہ گمراہی کی بات رسالہ میں نہیں دیں گے کیونکہ ماشاءاللہ عقیدہ صحیحہ اور فکر سلیم رکھتے ہیں۔

والسلام بندہ محمد تقی عثمانی۔ ۱۴۲۷/۹/۲۰ھ

اللہ پاک ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی توقعات پر پورا اترنے کی ہمت، قوت اور توفیق سے نوازیں اور ہر قسم کی ذہنی، فکری اور عملی گمراہی سے محفوظ رکھیں آمین۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب "محاسن اسلام" نے اپنی مسلسل اشاعت کے چار سال مکمل کر لئے تھے تو ہمارے مہربان ومخلص دوست جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) نے چار سالہ ریکارڈ کے تمام شماروں کے مضامین کو جدید ترتیب کے ساتھ محنت بسیار سے مدون اور انہیں کتابی شکل میں شائع کرنے پر اصرار کیا اور دوسری طرف وقتاً فوقتاً قارئین کرام کی طرف سے بھی سابقہ شماروں کی فرمائش آتی رہی جبکہ سابقہ شماروں میں سے اکثر نایاب اور بعض کمیاب ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب دین ودانش "محاسن اسلام" کے سابقہ شماروں سے منتخب مضامین پر مشتمل ایک مفید عام کتاب ہے جس میں دین کی ضروری باتیں بھی ہیں اور دنیا وآخرت کو پرسکون بنانے کیلئے حکمت ودانش کی باتیں بھی۔ ان شاءاللہ محاسن اسلام کے مفید عام مضامین کو مرتب کر کے "دین ودانش" کے نام سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور بتدریج اس کی مزید جلدیں بھی شائع کی جائیں گی۔

دوران ترتیب کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون کے آخر میں اس کا شمارہ نمبر ضرور درج کیا جائے تا کہ اصل شمارہ کو بآسانی ملاحظہ کیا جا سکے۔

ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کے ساتھ قلمی وعلمی معاونین حضرات کے اسمائے گرامی

مولانا محمد سعید علی ضیاء صاحب رحمہ اللہ' مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ

مولانا اسد دیوبندی خطیب صاحب مدظلہ' مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ'

مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی صاحب مدظلہ' مولانا زاہد محمود قاسمی صاحب مدظلہ

محترم جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) ودیگر علماء کرام۔

اللہ پاک ان حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائیں آمین۔

محترم قارئین کرام! آپ اس کتاب میں جہاں کوئی لفظی یا ترتیبی لحاظ سے غلطی محسوس کریں تو براہ کرم ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ بعض جگہ آپ کو مضامین میں تکرار بھی محسوس ہوگا لیکن یہ تکرار بے فائدہ نہیں بلکہ قند مکرر کی طرح اپنی جگہ مفید ہے۔ بقول شخصے آدمی کھانا بھی بار بار کھاتا ہے۔ جس سے جسمانی نشوونما ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ ان مفید اصلاحی مضامین کے تکرار سے روحانی ترقی ہوگی جو ہماری عملی اصلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ دین ودانش کو مزید بہتر انداز میں شائع کرنے کیلئے ادارہ قارئین کی تجاویز کا منتظر رہے گا۔ والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

جنوری ۲۰۰۸ء

مختصر حالات: سرپرست اوّل ''محاسن اسلام'' ملتان عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ

نام ونسب اور پیدائش: عبدالقادر بن حافظ غلام سرور قومیت آپ کی ''کورائی بلوچ'' تھی۔ آپ کی ولادت ۱۹۴۳ء کے اوائل میں ہوئی۔

آبائی وطن:۔ موجودہ ضلع لیہ کے مضافات میں قصبہ پہاڑ پور کے قریب بستی کورائی آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم:۔ ابتداً آپ نے سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی اس کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کی قوی حافظہ اور ذوق محنت سے بھی نوازا تھا اس لئے آپ نے بہت جلد صرف نو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا اور حفظ قرآن کے وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ بعدازاں درس نظامی کیلئے آپ کو جامعہ قاسم العلوم (پرانا) ملتان میں داخل کرایا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کی سہولیات تو کافی تھیں مگر تعلیمی معیار کمزور تھا اس لئے آپ نے وہاں صرف ایک سال ہی تعلیم حاصل کی اس میں آپ نے ابتدائی صرف، نحو کی کتب پڑھیں۔

دوسرے سال آپ نے جامعہ دارالعلوم کبیر والا میں داخلہ لیا یہ آپ کا ہدایۃ النحو کا سال تھا اس وقت دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا اساتذہ بہت قابل اور محنتی تھے تعلیمی معیار بہت عمدہ تھا۔ آپ بھی خوب محنت سے کام لیتے تھے اور امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے۔ پھر جب یہ سال مکمل ہوا تو سالانہ تعطیلات میں آپ گھر میں وقت گزارنے کے بجائے شجاع آباد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے کیلئے چلے گئے۔ دارالعلوم میں چھٹیوں کی وجہ سے نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا تو مدرسہ کے بانی اور صدر حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ نے آپ کو شجاع آباد سے امامت کیلئے بلا لیا یہ امامت اس وقت تو عارضی تھی مگر بعد میں مستقل ہوگئی۔ چنانچہ پھر آپ نے درس نظامی کی یہیں تکمیل کی اور درس نظامی کے دوران ہی اپنے خاص استاد حضرت مولانا صوفی محمد سرور

صاحب مدظلہ سے قرأۃ سبعہ وعشرہ بھی پڑھ لی اور اس کا سبق بعد نماز عصر لیا کرتے تھے اس طرح حافظ کے ساتھ ساتھ قاری بھی بن گئے۔

بیعت وخلافت:۔ دوران تعلیم ہی آپ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی حاصل کرنے کیلئے اور اصلاح نفس کیلئے اپنا اصلاحی تعلق اپنے استاد حضرت اقدس حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ سے قائم فرمالیا۔

آغاز تدریس:۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے شیخ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے توسط سے آپکو دارالعلوم کراچی کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے دارالعلوم میں تدریس کیلئے مقرر فرمایا وہاں آپ تدریس کیساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں رہ کر ایک طرف تو حضرت مفتی صاحب سے افتاء کا کام سیکھتے رہے اور دوسری طرف انکی اصلاحی مجالس میں شریک ہوکر عشق الہٰی کی آتش کو اور بھڑکاتے رہے۔

جامع شخصیت:۔ بلاشبہ حضرت والا پاکستان کے ان بڑے مفتیان کرام میں شمار ہوتے تھے کہ جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کی تحقیقات پر اعتماد کیا جاتا تھا اور آپ کا دارالافتاء ان چند دارالفتاوٰی میں سے تھا جو لوگوں کے مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس افتاء سیکھنے والوں کی ایک معتدبہ تعداد طلبا کرام کی ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف اگر آپ کا شمار قابل مدرسین اور مفتیان کرام میں ہوتا تھا تو دوسری طرف آپ کا شمار ان اولیاء کرام میں بھی ہوتا تھا جو صحیح معنی میں اھل اللہ اور متبع سنت ہوں خالق کائنات نے آپ کو العلماء ورثۃ الانبیاء کا حقیقی مصداق بنایا تھا۔

مختصر حالات: سرپرست ثانی محاسن اسلام ملتان

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

آپ کی ولادت ۲۶ جولائی سن ۱۹۳۰ء کو تحصیل سمندری میں الٰہی بخش کے ہاں ہوئی حفظ قرآن پاک کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں تقریباً سترہ سال کی عمر میں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور ایک سال میں ابتدائی کتب، کافیہ، کنزالدقائق اور اصول الشاشی وغیرہ تک

تعلیم حاصل کی اور دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوان حماسہ اور متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تیسرے سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ شریف مولانا خیر محمد صاحبؒ جلالین شریف مولانا عبدالشکور صاحب کیمل پوریؒ اور ہدایہ ثالث مفتی محمد عبداللہ تلمیذ خاص حضرت مدنیؒ سے پڑھا چوتھے سال ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث شریف کیلئے مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوآلہ یار سندھ میں داخلہ لیا۔ بخاری جلد اول، ترمذی شریف حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (سابق صدر مدرس مظاہر العلوم سہانپور وسابق صدر جامعہ خیر المدارس ملتان، تلمیذ خاص مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری ومولانا شیخ الہندؒ خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ) اور صحیح مسلم وابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بخاری شریف جلد ثانی، مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ نسائی شریف، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ محشی نسائی شریف اور اصول حدیث مولانا عبدالرشید نعمانیؒ صاحب کے پاس پڑھیں، پھر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۰ء کو واپس آکر تکمیل خیر المدارس میں کی اور یہاں حضرت مولانا جمال الدینؒ وحضرت مولانا محمد نورؒ صاحب اور حضرت مولانا بابا غلام محمدؒ صاحب جیسے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ تکمیل کے سال ہی آپ کو دارالافتاء میں معین مفتی مقرر کر دیا گیا فراغت کے بعد آپ نے ابتداء حضرت مفتی عبداللہؒ صاحب کے ادارہ نشر واشاعت اسلامیات میں کام کیا اور ساتھ ساتھ خیر المدارس کے جزوقتی مدرس رہے اور پھر ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو مکمل مدرس مقرر ہوئے۔ آپ ۱۳۷۰ھ سے جامعہ کے دارالافتاء سے منسلک ہوئے تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی مسلسل جاری رہا اور ۱۳۹۵ھ سے تادم زیست آپ رئیس الافتاء کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس پچاس سالہ خدمت افتاء میں دس ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے اور تیس ہزار کے قریب فتاویٰ آپ کی نگرانی وصدارت میں آپ کی وتصدیق کے ساتھ جاری ہوئے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علم وتحقیق کے لحاظ سے پورے پاکستان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ (چیچہ وطنی) سے رہا اور حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ ڈیرویؒ کی طرف سے بھی مجاز بیعت تھے۔ اللھم اغفر لھم وارحمھم

مختصر تعارف

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کے موجودہ سرپرست اعلیٰ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ'

ولادت:۔ ۵شوال المکرم ۱۳۶۲ھ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

تعلیم:۔ ا۔ تکمیل درس نظامی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۹ھ' ۱۹۶۰ء۔

۲۔ فاضل عربی پنجاب بورڈ ۱۹۵۸ء' امتیازی درجے کے ساتھ۔

۳۔ بی اے کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۴ء۔

۴۔ ایل' ایل' بی کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۷ء' امتیازی درجے کے ساتھ۔

۵۔ ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۰ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

تدریس:۔ حدیث وفقہ کے علاوہ مختلف اسلامی علوم کی تدریس' دارالعلوم کراچی ۱۹۶۰ء سے تاحال۔

صحافت:۔ ادارت ماہنامہ ''البلاغ'' ۱۹۶۷ء سے تاحال۔

ادارت ماہنامہ ''البلاغ انٹرنیشنل'' (انگریزی) ۱۹۸۹ء سے تاحال۔

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کی سرپرستی ستمبر ۲۰۰۶ء سے تاحال۔

مناصب:۔ ا۔ نائب صدر دارالعلوم کراچی ۱۹۷۶ء سے تاحال۔

۲۔ نگراں شعبہ تصنیف وتالیف۔ دارالعلوم کراچی۔

۳۔ جج شریعت اپیلیٹ بینچ' سپریم کورٹ آف پاکستان۔

۴۔ نائب رئیس ''مجمع الفقہ الاسلامی'' جدہ' سعودی عرب۔

۵۔ معاشیات اور بنکنگ پر قابل قدر کام کے باعث اسلامی ممالک کے مختلف بنکوں میں شریعت نگرانی بورڈز کے ممبر۔

ماہنامہ محاسن اسلام اکابر کی نظر میں

☆......حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ
کشتی حیات کو ساحل مراد تک پہنچانے والا امثالی رسالہ ہے۔

☆......شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد۔
پیشانی پر درج "خوشگوار اسلامی زندگی کا ضامن" کے مطابق اسم بامسمیٰ ہے۔

☆......حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔
ماشاءاللہ مفید رسالہ ہے اپنے تمام متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرتا ہوں۔

☆......حضرت اقدس نواب عشرت علی خان قیصر مدظلہ۔ (یکے از متوسلین حضرت تھانویؒ)
ہر ماہ مکمل پڑھتا ہوں ماشاءاللہ مفید اور ہر دلعزیز رسالہ ہے۔

☆......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی۔
ماہنامہ محاسن اسلام ملتان جو ہمارے مرشد حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفی رحمہ اللہ اور انکے معاصر دیگر اللہ والے بزرگوں کی یادگار کے طور پر شائع ہوتا ہے اور جسے بہت بلند پایہ بزرگوں کی دعائیں حاصل ہیں اور جس کی ادارت حافظ محمد اسحٰق صاحب فرمارہے ہیں۔

یہ ماہنامہ تقریباً 9 سال سے جاری ہے میرے پاس بھی ہر ماہ آتا ہے۔ ناچیز کو ہجوم مشاغل کے باعث تفصیلی مطالعہ کا موقع تو نہیں ملتا لیکن جب بھی نیا ماہنامہ سامنے آتا ہے اسے جستہ جستہ ضرور دیکھتا ہوں۔

اس مختصر سے ماہنامہ کی ایک خاص بات میں نے یہ پائی ہے کہ یہ بہت مختصر مختصر لیکن نہایت مفید مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے جس حصہ کو بھی پڑھ لیا جائے اس سے پڑھنے والے کو ایک ہی منٹ میں بہت کچھ مل جاتا ہے۔ یہ اس رسالہ کی ایک بڑی خوبی ہے اس میں مضامین کا انتخاب بھی اس انداز پر کیا گیا ہے کہ ہمارے معاشرہ کے موجودہ مسائل پر ان سے براہ راست روشنی پڑتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء کو اس عظیم کارنامہ پر جزائے خیر عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

☆......حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ۔ (ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)
ہر ماہ ایک جمعہ "محاسن اسلام" ہی سے تیاری کر کے پڑھاتا ہوں۔

فہرست عنوانات

انسانی زندگی کی اہم ضرورت

عزت وآبرو کا محافظ

نکاح

فطرت اور نکاح

نکاح تسکین قلب وراحت جاں

نکاح سنت انبیاء علیہم السلام

برکاتِ نکاح - عقد ثانی

طلاق کے ضروری مسائل

نکاح عین فطرت ہے!

قال الله تبارک وتعالیٰ سبحن الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض ومن انفسهم و مما لا یعلمون.

پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اوران چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔ (سورۃ یٰسین)

خلاق اعظم نے کائنات رنگ وبو کی تخلیق بے جوڑ نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی کیف ما اتفق بصورت ملبہ اسے وجود بخشا بلکہ اتصال وانفصال اور زیبائش وآرائش کی ایسی پُر کیف کیفیتوں سے نوازا کہ فطرۃ سلیمہ اس کی رنگینی ورعنائی کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھی۔

سبحانک ما خلقت هذا باطلا.

حسن کائنات کے بے شمار زاویے، لا تعداد تفریحات اور ان گنت تشریحات و توضیحات ہیں جو کہ عنایات الٰہیہ پر اور نوازشات خداوندی پر دلالت کرتی ہیں مالک کن فیکون نے اشیائے عالم میں اپنی قدرت وعظمت کی کس قدر علامات ودیعت فرمائی ہیں۔ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ مگر اسوقت موضوع سخن کے اعتبار سے جو بات تحریر میں لانا مطلوب ومقصود ہے وہ ہے ان کا باہمی جوڑ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کس قدر تناسب وتوافق اور مجانستہ و موانستہ کو نمایاں حیثیت عطاء کی ہے حسب فرمان الٰہی سبحان الذی خلق الازواج کلها کہ پاکی ہے اس کی جس نے سب جوڑے بنائے اس حقیقت کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں اس طرح واضح اشارہ موجود ہے کہ ازدواج اشیاء کا یہ انداز فطرت دنیا کی تمام چیزوں میں پایا جاتا ہے اور کل کائنات اس کی یرغمال بنی ہوئی ہے کہیں تقابل اضداد کے ضمن میں، کہیں تاثیر وتاثر اور فعل وانفعال کے حوالہ سے تمام چیزیں باہم مربوط ومنضبط ہیں۔ اور یہ وہ روشن حقیقت ہے جس سے ہر ذی عقل کسی نہ کسی درجہ میں آگاہ ہے لوہے کا ربط مقناطیسی اثرات سے نمایاں ہے اوراس طرح باقی اجناس کا باہمی تعلق بھی واضح ہے کہ

دھات کو دھات سے جوڑنے کے لئے دھات کا استعمال ہوتا ہے مٹی کا ربط مٹی سے ہوگا لکڑی لوہے سے نہیں اسی طریقے پر باقی اجناس کو قیاس کرلیا جائے۔ پھر یہ فطری تقاضائے ربط حضرت انسان میں اس وقت نقطہ عروج پر نظر آتا ہے جہاں انسان کی ازدواجی زندگی اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ محبت ومودت کے اوج کمال پر چمکتی، دمکتی، مسکراتی، گنگناتی نظر آتی ہے۔ جب میاں بیوی رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد تمام رشتوں سے اس قوی رشتہ کے تقاضوں کو مقدم رکھتے ہیں اس تمہید سے میرا مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں ازدواجی ربط اور بندھن کل کائنات کے فطری بندھن کا ایک حصہ ہے۔

مثال کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو طبعاً تقاضوں کا مجموعہ اور احتیاجات کا مرقع بنایا ہے پھران احتیاجات کو پورا کرنے کے لئے متعدد راہیں اور مختلف اسباب متعین فرمادیئے۔ ا۔ مثلاً گرمی سردی سے بچاؤ کے لئے انسانوں کو لباس کی حاجت ہے اور انسان لباس کا محتاج ہے تو رب قدوس نے انسان کو القاء فرمایا کہ تار و پود کا ایک مجموعہ تیار کرے اور اپنی اس حاجت کو پورا کرے اور زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ لباس نے بھی ترقی کی اور انسان نے اپنے جسم کو چھپانے کیساتھ ساتھ تزئین وآرائش کے نت نئے طریقہ ایجاد کرلئے جو کہ واضح ہیں اور ڈیزائنوں کا غیر متناہی سلسلہ ہے۔

۲۔ مسکن اور رہائش گاہ انسان کی ضرورت ہے تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انسان نے جھونپڑیوں اور غاروں سے نکل کر بنگلوں اور کوٹھیوں اور آرائشی اور نمائشی مکانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کرلیا۔

علیٰ ھذا القیاس بھوک پیاس مٹانے کیلئے مشروبات و ماکولات کی شرح محتاج بیان نہیں ہے مگر انسان کی یہ تمام احتیاجات اور یہ سارے تقاضے جن سے پورے ہوتے ہیں وہ انسان کے ہم جنس نہیں ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ مگر جب باری آتی ہے جنسی تقاضے کے تکمیل کی تو کرم ایزدی سے دستگیری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انسان ہی کی جنس سے ایک نوع اور قسم صنف نازک کو وجود بخشتے ہیں جو مرد کے نہ صرف اس طبعی تقاضا اور حاجت کو پورا کرنے کا سبب بنتی ہے بلکہ اطمینان وسکون کا وہ سرمایہ فراہم کرتی ہے جو انسان کے لئے نہ

صرف معاشرتی زندگی میں باعث افتخار بن جاتا ہے بلکہ زاد آخرت کا بہترین ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ لطف الٰہی یکطرفہ نہیں ہے بلکہ دوسری جانب بیوی کے لئے بھی یہ رشتہ ازدواج بے شمار اعزازات ونوازشات خداوندی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مجانستہ وموانستہ کا احسان اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ وجعل لکم من انفسکم ازواجا.

کہ تمہارے لئے خواہش نفس کی تکمیل کیلئے جو سبب تخلیق کیا وہ تمہارے ہی ہم جنس ہے۔ بخلاف باقی تقاضوں کی تکمیل کے لئے کہ ان اسباب اور تم میں کسی قسم کی مجانستہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ بیوی کا وجود تقاضہ بشریت کے تکمیل کا واحد ذریعہ ہے اور اسکے خلاف کرنا یعنی نکاح سے اعراض کرنا اس بشری تقاضا اور فطری خواہش کو پاپال کرنا ہے۔ جس کے بے شمار مفاسد ہیں اس سلسلہ میں ترغیبات ملاحظہ فرماویں۔ فرمان خداوندی ہے۔ وانکحوا الایامی منکم. کہ اپنے معاشرہ میں موجود غیر شادی شدہ افراد کا نکاح کردو ایامی ...... ایم کی جمع ہے وہ مرد جو بغیر بیوی کے ہو اور وہ عورت جو بغیر خاوند کے ہو۔

یہ حکم الٰہی معاشرتی زندگی میں ریڑھ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے معاشرہ اخلاقی اعتبار سے کھوکھلا پن کا شکار ہو جائے گا فکر ونظر میں بگاڑ آئے گا۔ اور مقدس روحانی نگری شیطانی تخریب کاری کا شکار ہو جائے گی اور انسانی اخلاقی عیوب منکشف ہو جائیں گے جبکہ شادی شدہ مرد ہو یا عورت اسکے اخلاقی عیوب مستور ہوتے ہیں اس کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا:

هن لباس لکم وانتم لباس لهن.

کہ وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم مردان عورتوں کے لباس ہو۔

جس طرح لباس سے جسمانی عیوب پر پردہ پڑتا ہے ایسے ہی میاں بیوی ایک دوسرے کے عیوب کے لئے اور کمزوریوں کے لئے ستر اور پوشیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ اسی باطنی اور اخلاقی برہنگی سے بچنے کے لئے ہمارے اسلاف نے نکاح کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی ہو یا دیگر سلف صالحین کی تمام حضرات کی سیرت سے یہ بات خوب واضح ہوئی کہ ہمارے بزرگوں نے اعزب بے نکاح ہونے کو

باعث عیب سمجھا چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے چنانچہ ان نفوس قدسیہ کے یہ مقدس واقعات ہمارے قلب ونظر میں شرعی اوراخلاقی تقدس کووجود بخشیں کیونکہ ہم لوگوں نے مشرقی، ہندوانہ معاشرہ میں رہ کراپنی فطرت کومسخ کرڈالااورتقدس کا ایک ایسا مصنوعی اورجعلی معیارقائم کیاجواسلامی اقدار سے بالکل مختلف ہےاوررہبانیت سے قریب تر۔

قبل اس کے ہم حضرات صحابہ کرامؓ اورديگر بزرگان دین کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں سب سے پہلے ہم انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ یہ حقیقت منکشف ہوجائے کہ نکاح کرنا روحانی مدارج میں حائل نہیں بلکہ مدومعاون ہے۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام جن کی روحانیت رشک ملائک ہوا کرتی ہے ان کے لئے نکاح روحانی ترقی میں حائل نہیں ہے تو اور کون روحانیت ونورانیت کا علمبردار ہوگا جس کی روحانیت نکاح سے متاثر ہوتی ہوگی۔

انسان اول اوراول نبی حضرت آدمؑ جن کی تخلیق خلقته بیدی کا مظہر ہے مسجود ملائک اس عالم اجساد کی زندگی میں بہشت کے مزے لوٹنے والے اور باغ جناح کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے والے خلیفة الله فی الارض پوری انسانیت کے جدامجد اور والدمحترم جن کے احترام کے تقاضے پورے نہ کرنے پر معلم الملکوت عزازیل مردود مطرود ہوا۔ جنہوں نے علم آدم الاسماء کلها کی ڈگری لے کرعلمی دنیامیں فرشتوں سے بھی بلند مقام حاصل کیا۔ اورعلمی دنیامیں ہل چل مچادی جن کے علمی مقالہ کوسن کرفرشتے بھی دم بخود رہ گئے ایسی عظیم ہستی جس کی تخلیق سے پہلے رب کائنات نے فرشتوں کے سامنے اس کا اظہار کیا کہ انی جاعل فی الارض خلیفة ......اللہ تعالیٰ جب اس عظیم انسان کو پیدا فرمایا تو اسے تنہائیوں کی وحشتوں کے حوالہ نہیں کیا اور نہ ہی تجرد کے ذہنی کرب میں مبتلا کیا۔ (شمارہ نمبر 23)

نکاح ...... تسکین قلب وراحت جاں

فرمان الٰہی: هو الذی خلقكم من نفس واحدة وجعل منها زوجها ليسكن اليها. (اعراف رکوع نمبر۲۴)

خدا ہی ہے جس نے تم کوایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا اوراس میں سے اس کا جوڑا

بنایا تا کہ اس سے وہ چین پائے۔

سابقہ سطور میں اس کی وضاحت تھی کہ نکاح عین فطرت ہے اور یہ لازمی امر ہے کہ تقاضائے فطرت کی تکمیل سے انسان راحت پاتا ہے۔ یہ وہ واضح اور بدیہی حقیقت ہے جس کو ثابت کرنے کیلئے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ راحتوں کے بھی درجات ہیں بعض راحتیں وقتی ہوتی ہیں اور بعض کا زمانہ طویل ہوتا ہے نکاح کی صورت میں ملنے والی اہلیہ محترمہ چونکہ تاحیات ساتھی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا نام ''رفیقہ حیات'' سے ظاہر ہے۔ تو اس سے ملنے والی راحت بھی زندگی بھر کی راحت ہوگی۔ اب میں تسکین و راحت کے عنوان سے ہونے والی اس گفتگو کو شرعی نقطہ نظر سے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

مندرجہ بالا فرمان خداوندی سے تخلیق آدم کے بعد زوج آدمؑ حضرت حوّا کی پیدائش کا ذکر ہوا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی بخشنے کیلئے انکی اہلیہ محترمہ حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت حوّا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا گیا۔ جس رب قدوس نے حضرت آدمؑ کو گارے مٹی سے پیدا کیا تھا وہ خدائے قادر حضرت حوا کو الگ مٹی سے پیدا نہ فرما سکتا تھا بے شک ایسا کرنے پر وہ قادر تھا مگر ایسا نہ کیا۔ کیونکہ اس سے آدم حوا بالفاظ دیگر مرد و زن میں جو فطری تعلق اور قلبی راحت کا رابطہ قائم فرمانا مقصود تھا وہ قائم نہ ہوسکتا۔ سابقہ سطور جس کا عنوان نکاح عین فطرت ہے تھا اس میں قرآن پاک کے فرمان سے یہ بات ذکر کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویاں تمہاری ہی جنس سے بنائیں۔ اور یہاں حدیث شریف کے حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت حوا صرف جنس آدمؑ ہی سے نہیں بلکہ جسم آدم سے پیدا کی گئی۔ تا کہ وہ رشتہ مودت ومحبت زوجین میں باحسن طریق قائم ہو جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ارشاد فرمایا: وجعل بینکم مودة ورحمة. (الروم:۲۱)

مودۃ، ومحبت رافت ورحمت کا یہی قلبی تعلق تھا جس کو مزید ترقی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل فرمایا تو ان کے ساتھ حضرت حوّا کو بھی داخل جنت ہونے کا حکم صادر فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے: یادم اسکن انت وزوجک الجنة۔ (البقرۃ آیت ۳۵)

اے آدم تو اور تیری زوجہ محترمہ اس جنت میں رہو۔ اس امر خداوندی سے جہاں یہ معلوم ہوا

کہ جنتی زندگی تجرد وعزوبیت کی زندگی نہیں بلکہ ازدواجی زندگی کی پر کیف بہاروں کا حقیقی لطف جنت میں نصیب ہوگا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کو اپنے ہمراہ رہائش پذیر کرے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔ و اسکنو هن من حيث سكنتم۔ کہ جہاں تم رہو وہیں بیوی کو اپنے ہمراہ رکھو۔ اور یہی سنت نبوی ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک دلالت کرتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسفار وغزوات میں بذریعہ قرعہ اندازی کسی نہ کسی زوجہ محترمہ کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور اکثر اوقات یہ قرعہ ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ بنت اکبر حبیبہ حبیب الرحمٰن افضل نساء العالمین علی الاطلاق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وسلام للہ وصلوات اللہ علیہا کے نام مبارک نکلتا۔

بیوی چونکہ باعث تسکین قلب ونظر ہے جیسا کہ حضرت حوا کی پیدائش سے متعلق فرمان خداوندی سے معلوم ہوا۔ لہٰذا جو بیوی اس مقصد کو پورا کرنے والی ہوگی شریعت کی نظر میں وہ محمود وقابل تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ان عورتوں کی تعریف کی گئی ہے جو خاوند کو سامان تسکین بہم پہنچاتی ہیں۔

اچھی بیوی کی تعریف حدیث شریف میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔" اذا نظرت اليها سرتک" کہ اے انسان تیری اچھی بیوی وہ ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تیری بیوی تجھے اچھی لگے یعنی خوش منظر ہو۔

علامہ جوزیؒ نے اپنی بیوی کی تعریف یوں لکھی ہے کہ جس کو جب شوہر دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے۔ اسی لیے عورت کو حکم ہے کہ وہ خاوند کو سامان راحت قلب ونظر عطاء کرنے کیلئے جہاں اپنے باطن کو اخلاقاً سنوارے وہاں اپنے ظاہر کو بھی زیب وزینت سے آراستہ وپیراستہ کرے۔

چنانچہ خاوند کیلئے بیوی کو جن چار صورتوں میں تادیباً تنبیہ جائز ہے۔ ان صورتوں میں سے ایک صورت فقہاء کرام نے یہ بھی لکھی ہے وعلی ترک الزینۃ کہ عورت اگر بناؤ سنگار (جس سے مقصود خاوند کو خوش کرنا ہو) چھوڑ دے تو اول تو خاوند کو چاہیے کہ وعظ ونصیحت کرے پھر قدرے اظہار رنجش کرے اس سے بھی کام سیدھا ہوتا نظر نہ آئے تو پھر مار بھی سکتا ہے مگر بیوی کو مارنے کے بھی کچھ ضوابط ہیں ان سے تجاوز نہ کرے مثلاً یہ کہ وہ مارنا ضرب مبرح یعنی ضرب شدید نہ ہو۔

منہ پر نہ مارے وغیرہ وغیرہ۔ عورت کے بناؤ سنگار سے چونکہ خاوند کو خوش کرنا ہے لہٰذا عورت ایسے مواقع تلاش کرے جہاں بناؤ سنگار پر خاوند کی نظر زیادہ سے زیادہ پڑے اور وہ گھر ہے اور جہاں اجنبی لوگوں کی نظر پڑنے کا احتمال ہو وہاں میک اپ سے بچے چنانچہ خوشی کی کسی تقریب میں شرکت کیلئے جہاں کسی بھی نامحرم کی نظر پڑنے کا احتمال ہو انتہائی سادگی کے ساتھ جائے۔ اور اپنے آپ کو جاذب نظر بنا کر اس میں شریک نہ ہو۔ عورت مرد کیلئے راحت قلب و جاں ہے اسی لئے شریعت مقدسہ نے عورت کو حکم دیا کہ شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے خاوند کو راضی رکھے اور اس پر عمل کرنے کی صورت میں جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة (رواہ الترمذی)

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہو تو وہ عورت بہشت میں داخل ہوگی مگر خاوند کو راضی رکھنا جیسے کہ پہلے بیان ہوا، شرعی ضابطہ اخلاق کے مطابق ہو۔ غیر شرعی طریقے پر خاوند کو راضی رکھنے کی عورت ذمہ دار نہیں ہے۔ کیونکہ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ کہ جن امور میں خالق کی نافرمانی لازم آئے ان امور میں مخلوق کی اطاعت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ مخلوق کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔

عورتیں مردوں کیلئے سامان راحت ہیں اس مقصد کے حصول کیلئے مردوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: فانكحو اماطاب لكم من النساء (نساء آیت ۳) تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ مگر ماطالب لکم کی بنیاد بھی شرعی ضابطوں پر استوار ہو نہ کہ فسق وفجور پر۔ کہ نکاح سے مقصد پاک دامنی، طہارت قلب ونظر اور پاک اور صالح اولاد ہے۔

اس لئے قرآن پاک میں اس سے منع کر دیا گیا کہ کوئی مسلمان کسی مشرک عورت سے نکاح کرے اگر چہ وہ مشرک عورت اس کو اچھی کیوں نہ لگے بلکہ مشرک آزاد عورت کی نسبت باندی مومنہ بہتر ہے۔ حدیث شریف میں بھی نکاح کے بارے میں دین کو ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے اور مال ودولت اور حسن وجمال کو ثانوی درجہ دیا گیا ہے۔ (شمارہ نمبر 24)

نکاح
سنت انبیاء کرام علیہم السلام

بیوی کی تخلیق سے مقصود سکون زوج ہے تو اسی دعوے کی تائید کے سلسلے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے۔ **لا تصوم امرأة الا باذن زوجها** (رواہ ابوداؤد) کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوا کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد خاوند کی رضا جوئی اور خوشنودی کا درجہ ہے اور نفلی عبادات اس سے مؤخر ہیں لہٰذا محترم اور قابل صد احترام خواتین جو نفلی عبادات کی کثرۃ سے خاوند کی خواہشات کو پامال کرتی ہیں۔ بلکہ ناراض کرتی ہیں اور اس کو نیکی سمجھتی ہیں اس فرمان رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں غور کریں۔ ایک اور حدیث شریف میں جس کے راوی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں معلم اخلاق کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتگان خدا اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ یہ حدیث شریف بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

اب وہ عورت جو اپنے گمان میں نیکی کر رہی ہے اور ساتھ ہی خاوند کو ناراض کر کے فرشتوں کی لعنت بھی کما رہی ہے اسے سوچنا ہوگا کہ ایسی پارسائی سے اسے کیا حاصل ہوا البتہ مذکور حدیث شریف سے طبعی اور شرعی عذر کی صورت مستثنیٰ ہے مثلاً بیماری اور ماہواری سابق مضمون کے اس تتمہ کے بعد موجودہ کا بیان ہے کہ نکاح سنت انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔

اس کرہ ارض پر بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے جن کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتے ہیں مگر موضوع گفتگو کی مناسبت سے چند ایک نبیوں کی ازدواجی زندگی کا ذکر بالاختصار کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں **ولقد ارسلنا**

رسلامن قبلک وجعلنا لهم ازواجاًو ذریه (سورۃ رعد آخری رکوع) "یعنی اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو بیویاں اور اولاد"

اس مضمون کا اصل مقصد اس تاثر کو زائل کرنا ہے جو مصنوعی تقویٰ کے جال میں پھنسے جاھل صوفیاء نے عوام کے ذہنوں میں جما رکھا ہے کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے بیوی اور بال بچوں سے بے نیاز زندگی مفید و مستحسن ہے۔ مگر انبیاء کرام کی ازدوجی معاشرتی زندگی کے تذکرہ سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ازدواجی زندگی روحانی تقدس مآبی میں حائل نہیں بلکہ تقویٰ وطہارت کے حصول کے لئے مدد معاون ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اصل موضوع جو کہ نکاح سنت انبیاء علیہم السلام ہے کا ذکر کرتا ہوں تا کہ پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو کونسی زندگی عطا فرمائی بغیر نکاح کے زندگی یا بھر پور ازدواجی اور اہل وعیال کی زندگی کیونکہ قابل بلکہ واجب التقلید زندگی تو حیات انبیائے کرام علیہم السلام ہے جو کہ پوری انسانیت میں سے اللہ تعالیٰ کے منتخب انسان تھے اور جن کی پیروی کا حکم امتوں کو ہوا۔ پہلا انسان پہلا نبی علیہ السلام نوع انسانی کے فرد اول ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں گویا پہلا انسان پہلا نبی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا یہ کرم خاص ہوا کہ انسان نے زندگی کے سفر کا آغاز نور نبوت کی روشنی میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہلے انسان کی معاشرتی زندگی کو صرف منور ہی نہیں بلکہ بقعہ نور بنانے کے لئے بنی نوع انسان کو پیدا فرمایا۔ اس سلسلے میں کسی قدر سابقہ مضامین میں بھی لکھا جا چکا ہے۔ مزید تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

آدم ثانی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی ازدواجی زندگی کا ذکر صراحتہً قرآن کریم میں ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھی اور نرینہ اولاد بھی۔ حضرت سام، حام، یافث اور کنعان۔ حضرت سیدنا صالح علیہ السلام نے بھی ازدواجی زندگی گزاری جسکی طرف قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔ "لنبيتنه واهله" کہ ان کی قوم کے کافر افراد نے کہا کہ ہم حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل پر شبخوں ماریں گے۔ اسی طرح جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جنکی ہم ملت کہلاتے ہیں۔ ان کی تین بیویاں تھیں۔ حضرت ھاجرہ جن سے حضرت

اسماعیل۔ اور حضرت سارہ جن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ حضرت قطورا جن سے زمران، یقشان، مادان، جن کو مدائن بھی کہا جاتا ہے مدین، شیاق، شوح پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم ان کے چھ صاحبزادوں کے نبی ہونے کی کوئی وضاحت نہیں مل سکی۔ بہر حال حضرت ابراہیم کی تین بیویاں اور آٹھ صاحبزادے ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام ان کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھائی ناحور کی بیٹی رفقاء سے فرمائی۔

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی۔ حضرت ابراہیم یعنی اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق طلاق دی۔ اس کے بعد عمارہ دختر سعد بن اسامہ سے ہوئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیسری بیوی تھی۔ اور اس سے حضرت اسماعیل کے بارہ فرزند پیدا ہوئے اور ایک بیٹی جس کا نام نسمہ تھا اپنی اس بیٹی کا نکاح حضرت اسماعیل نے اپنے بھتیجے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے عیص بن اسحاق سے کر دیا تھا جن سے روم نامی ایک بیٹا پیدا ہوا جو کہ رومیوں کے جد امجد تھے۔ اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام اہل وعیال والے تھے انکے دو بیٹے مشہور ہیں حضرت عیص اور حضرت یعقوب علیہ السلام۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی صاحب اولاد تھے ان کے دو بیٹوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے حضرت افرائیم اور حضرت یشاء۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بھرپور ازدواجی زندگی اور اہل وعیال والی زندگی کیساتھ تریسٹھ سال گزار کر اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صرف نکاح ہی نہیں فرمائے بلکہ اس کی ترغیب بھی حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دی۔

جیسا کہ ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ چند صحابہ نے مختلف عبادات سے متعلق اپنے عزم وارادہ کا تہیہ کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور تنبیہ فرمائی کہ دیکھو! میری زندگی تمہارے لئے مشعل راہ ہے اس میرے طرز حیات کو اختیار کرو گے تو کامیاب رہو گے کیونکہ میں آل اولاد والا ہوں اور بھرپور معاشرتی زندگی گزارنے والا ہوں لہٰذا میری

سنت کو اختیار کرو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو اور جو شخص میری زندگی کے مطابق عمل نہیں کرے گا وہ شخص مجھ سے نہیں۔ (شمارہ نمبر 25)

بے نکاحی زندگی.......شریعت میں ناپسندیدہ ہے

اسلام نے انسان پر فطری خواہشات کو پورا کرنے کے سلسلے میں پابندی عائد نہیں کی بلکہ چند اصول وضوابط کا پابند بنا کر بشری تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا، اس طریقہ کار نے انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کر دیا اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہٰذا اسلام نے فطری تقاضوں کو منہدم کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ ان کو پورا کرنے کے لئے ایسے ضابطے مقرر فرما دیئے جن پر عمل کرنے سے شرف انسانی کو فروغ ملتا ہے روحانیت کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ فطرت تسکین پاتی ہے انفرادی زندگی نکھرتی ہے اور معاشرہ جنت کا نمونہ بن جاتا ہے گویا شریعت مقدسہ کے ضابطوں پر عمل کرنا انسانیت کو فروغ دینا ہے اور اس سے اعراض انسانی اقدار کو پامال کرنا ہے۔ بشری تقاضوں میں سے ایک تقاضا نکاح بھی ہے اسلام نے جہاں نکاح کے احکام بیان فرمائے وہاں اس کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے تاکہ کوئی فرد بشر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس نعمت سے محروم نہ رہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جنت کی ابدالآباد زندگی تک انسان کو یہ نعمت حاصل رہی ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں نکاح کو ابدی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا **لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان** ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر جنت کی ہمیشہ کی زندگی تک صرف دو عبادتیں جاری وساری رہیں ہیں اور رہیں گی (۱) ایمان (۲) نکاح ان تمہیدی الفاظ کے بعد اپنے مضمون کی تائید کیلئے (۱) فرمان خداوندی (۲) احادیث مبارکہ (۳) آثار وعمل صحابہ کرام علیہم الرضوان (۴) صلحائے امت کا عمل (۵) اکابر ملت کے اقوال کا سہارا لوں گا (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے **وانکحوا الایامیٰ منکم** کہ تم میں جو غیر شادی شدہ ہیں ان کا نکاح کر دو۔ ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے جس کا مفہوم ہے کہ طلاق یافتہ عورتیں اگر سابقہ طلاق دھندہ خاوندوں سے نکاح کرنا چاہیں اے ان عورتوں کے سرپرستو تم ان عورتوں کو ان خاوندوں

کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ ذرا غور کریں عام معاشرے میں یہ امر کس قدر ذہنی اذیت کا باعث ہے کہ طلاق دینے والے کے ساتھ طلاق یافتہ عورت کا نکاح کر دیا جائے مگر شرعی طور پر نکاح کس قدر اہم ہے کہ رسم ورواج کی تلخیوں کو نظر انداز کر کے نکاح کا حکم دیا گیا تا کہ زوجین موانستہ نکاح سے محروم نہ رہیں خاص طور پر یہ نکاح کہ اس میں جوانستہ وموانستہ کا پہلو نمایاں ہوگا کیونکہ اس نکاح کو باہمی رضامندی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے مگر طلاق دینے کے ساتھ مطلقہ عورت کا نکاح شرعی جواز پر موقوف ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ سورہ نساء کے آغاز میں فرماتے ہیں فانکحو اما طاب لکم من النساء کہ جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان سے نکاح کرلو، فانکحوا کے امر خداوندی کے پیش نظر اصحاب ظواہر نے نکاح کو فرض قرار دیا ہے۔ مگر عام حالات میں جمہور علماوفقہاء کے نزدیک نکاح فرض نہ صحیح مگر مسنون ومستحسن ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ نکاح کی استطاعت کی صورت میں گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا سب کے نزدیک واجب ہے۔

نکاح سے متعلق ارشادات نبوی

(۱) حدیث شریف میں جن چار چیزوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت قرار دیا گیا ہے ان میں نکاح بھی ہے۔

(۲) ایک حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص سامانِ نکاح رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح پاک دامنی کا سبب ہے۔

(۳) فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ دنیا متاع یعنی نفع اٹھانے کی چیز ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

(۴) ایک حدیث شریف میں ہے وہ مرد مسکین ہے جس کی بیوی نہیں، اور وہ عورت مسکین ہے جس کا خاوند نہیں۔

(۵) فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تقویٰ کے بعد بہترین چیز ہے جس سے مومن مستفید ہوتا ہے نیک بیوی ہے اور نیک بیوی کی علامتیں بھی حدیث شریف میں مذکور ہیں کہ

خاوند حکم دے تو اطاعت کرے۔ اس کو دیکھے تو خوش لگے۔ اگر اس کو (جائز امور میں) قسم دے تو خاوند کی قسم کو پورا کرے، خاوند غائب ہو تو اپنی عزت وآبرو اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔

(٦) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تمہارے پاس ایسا رشتہ آ جائے جو دین کے اعتبار سے پسندیدہ رشتہ ہو تو فوراً نکاح کر دو ورنہ فتنہ وفساد پھیلے گا۔

مندرجہ بالا ترغیباتِ نکاح کا تعلق آیات الٰہی اور احادیث نبویہ سے تھا، جس سے نکاح کی فضیلت واہمیت خوب واضح ہوگئی اب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال کا ذکر ہے۔

کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے یارحق، امت کیلئے واجب التقلید اور اعمال خیر میں ملت اسلامیہ کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ امام اہل سنت علامہ ابن کثیرؒ بدعت کے حوالہ سے فرماتے ہیں لو کان خیر ماسبقونا الیہ۔ کہ دین میں جو کام نیا داخل کیا گیا ہے اگر خیر ہوتا تو حضرات صحابہ کرام ضرور کرتے۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے اخلاقی، معاشرتی، سماجی یا دیگر شعبوں کے لحاظ سے جو راہیں اختیار کیں وہ خیر کی راہیں تھیں اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تقلید ہی میں پوری امت کی خیر ہے بھلائی ہے اور فلاح دارین پوشیدہ ہے۔

نکاح سے متعلق اقوال صحابہ کرام علیہم الرضوان

الناطق بالحق والصواب حضرت سیدنا فاروق اعظم عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ نکاح کرنے کی راہ میں رکاوٹ (مرد کیلئے) یا عاجز (نامرد) ہونا ہے یا پھر فسق وفجور ہے۔

(نوٹ) اگرچہ اس قول فاروقی میں عجز سے مراد جسمانی عدم استطاعت ہے مگر ہمارے غیر اسلامی معاشرہ میں ماحول کے وہ غلط اثرات ہیں جو شریعت کے احکام سے ناواقفی کی وجہ سے ہمارے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں جن کی وجہ سے مرد وعورت کیلئے دوسرا نکاح مشکل ترین بن چکا ہے۔ جو کہ شرعاً حجت نہیں۔

(۲) ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی عابد کی عبادت تمام ومکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ نکاح کرے۔ وضاحت عبادت کی روح خیالات اور دل ودماغ کی پاکیزگی اور یکسوئی ہے جو کہ نکاح کے بغیر حاصل نہیں ہوتی بے نکاح آدمی کو خیالات کی طہارت مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب خاص میں رہنے والے جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میری زندگی کے صرف دس دن باقی ہیں پھر بھی میں نکاح کرنا پسند کروں گا تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اعزب (بے نکاح) ہوکر حاضر نہ ہوں۔

نکاح سے متعلق ایک صحابی کا واقعہ

ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو فرمایا تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ اس نے عرض کی حضورؐ میں غریب آدمی ہوں میرے پاس کچھ نہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دوسری دفعہ فرمایا تو اس صحابی نے پھر وہی جواب دیا اور ساتھ ہی اس صحابی نے سوچا کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں اسی میں میری دنیا وآخرت کی بہتری ہوگی اب کے اگر حضور علیہ السلام نے فرمایا تو میں نکاح پر آمادگی ظاہر کروں گا چنانچہ جب حضور علیہ السلام نے تیسری دفعہ ارشاد فرمایا تو اس شخص نے عرض کیا حضور پھر میرا نکاح کر دیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا فلاں شخص کے پاس جاؤ اسے کہو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو، اس صحابی نے عرض کی حضور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں آپؐ نے صحابہ کرام کو فرمایا! اپنے بھائی کیلئے کچھ جمع کرو، صحابہ کرام نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا چنانچہ اس صحابی کا نکاح ہو گیا پھر حضرات صحابہ کرام نے حضور کے حکم پر ایک بکری لے کر اس کیلئے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا سبحان اللہ یہ معاشرہ اسلامی معاشرہ تھا جس میں تکلف نہ تھا۔

نکاح سے متعلق حضرات صحابہ کرام کا عمل

زمانہ طاعون میں حضرت سیدنا معاذؓ بن جبل جلیل القدر صحابی رسولؐ کی دو بیویاں طاعون سے فوت ہو گئیں۔ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل خود بھی مرض طاعون میں مبتلا تھے فرمانے لگے میرا نکاح کر دو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اعزب (بے نکاح ہو کر) حاضر ہوں۔

امام احمدؒ بن حنبل کا واقعہ

ائمہ میں خصوصی عظمت وعزیمت کے حامل حضرت سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کی بیوی ام عبداللہ وفات پا گئیں تو حضرت امامؒ نے دوسرے دن نکاح فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک رات بھی اعزب (بے نکاح) ہوکر نہیں گذارنا چاہتا۔

اقوال بزرگان

حضرت سیدنا سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ نکاح (شرعی حدود میں رہتے ہوئے) کرنا دنیاداری یعنی معاملات دنیا سے نہیں اس کی دلیل میں حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ اس امت کے زاہدترین (دنیا سے بے رغبت) انسان تھے مگر ایک وقت آیا کہ ان کی چار بیویاں تھیں اور دس خاص قسم کی باندیاں تھیں۔ گویا اگر نکاح، شادی دنیاوی معاملہ ہوتا تو حضرت سیدنا علیؓ اس سے کوسوں دور ہوتے، کیونکہ آپؓ زاہدترین انسان تھے۔

اقوال صحابہ کرام علیھم الرضوان کے ضمن میں حضرت سیدنا عبداللہؓ بن عباس کا ایک قول نقل کیا گیا تھا کہ نکاح کے بغیر عابد کی عبادت نہیں ہوتی اس حوالہ سے ایک واقعہ ذکر کیا جارہا جو کہ مولانا بدرالدین جالندھری نے اپنی کتاب افضل الاخلاق میں نمبر ۳۵ ضرورت نکاح کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

واقعہ: عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر (نوعمری) میں بیوہ ہوگئی اس نے ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہر وقت عبادت کرنا اپنا معمول بنالیا گویا صحیح معنی میں قائم اللیل اور صائم النھار بن گئی۔ روز افطار کرنے کے وقت سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر بھگو کر کھانا اختیار کیا۔ شب وروز تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتی حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہوگئی سینکڑوں عورتیں اس کی اس سچی پارسائی کو، دیکھ کر مرید ہوگئیں مرتے وقت اس نے سب کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاکدامنی پارسائی اور عزت وحرمت سے اپنی زندگی کاٹی، سبھوں نے کہا ایسا بہت مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا ساری عمر روزہ رکھا سوکھی چوکر پی کر گذارا کیا اور شب وروز مصروف تلاوت ومشغول عبادت رہی، وہ پارسا اور نیک بی بی

بولی اب میرے دل کا حال سنو، کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل یہی چاہتا کہ کسی طرح اس کے پاس چلی جاؤں لیکن خدا کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی اب میرا آخری وقت ہے میں سبھوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا، اس واقعہ سے سیدنا عبداللہ بن عباس کے اس قول کی خوب وضاحت ہوگئی کہ نکاح کے بغیر عابد کی عبادت مکمل نہیں ہوتی، ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل وعیال کی زندگی ذکر اذکار اور عبادت والی زندگی میں مخل ہے اور تجرد کی زندگی بغیر نکاح کے زندگی گزارنا عبادت کی زندگی گزارنے کیلئے معین ومددگار ہے لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم کا قول سنئے، حضرت ابراہیم بن ادھم نے تنہائی کی زندگی گزارنی شروع کی تو ایک شخص نے ان کو کہا کہ آپ کو یہ زندگی مبارک ہو کہ عبادت اور ذکر کیلئے فرصت کے اوقات میسر ہوگئے جواب میں حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا **لوروعة منک بسبب العیال افضل من جمیع ما انا فیہ** کہ اہل وعیال کے باعث تیری ایک دفعہ کی گھبراہٹ اجر وثواب کے اعتبار سے میری اس تنہائی کی پوری زندگی سے افضل ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عیال دار آدمی کو اعزب (بے نکاح) پر وہ فضیلت حاصل ہے جو کہ ایک مجاہد کو قاعد (جہاد سے بیٹھ رہنے والے) پر ہے ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ عیال دار آدمی کی ایک رکعت نماز اعزب (بے نکاح) کی ستر رکعت سے افضل ہے۔ مولانا محمد سعید علی ضیاء

برکات نکاح

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے احکام فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہیں یہ بات ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے مگر حقیقت یہی ہے کہ احکام شریعت خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا حقوق العباد اور شعبہ معاشرت سے اس حکیم وعلیم ذات نے ہر حکم شریعت میں فوائد وحکمت کے بیش بہا خزانے ودیعت فرما رکھے ہیں اور دعویٰ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس پر کسی قسم کی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ان احکام شرعیہ میں حکم نکاح بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **فانکحوا ما طاب لکم من النسآءِ مثنیٰ وثلث**

وربع کہ تم اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو دودو، تین تین، چار چار اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم متعدد بیویوں کے درمیان انصاف اور عدل ومساوات کا معاملہ نہ کرسکو تو ایک پر اکتفا کرو

گویا اصل حکم تو یہی ہے کہ تم دو، دو۔ تین، تین اور چار، چار نکاح کرو مگر بوقت عذر کہ تم منصف مزاج نہیں ہو تو پھر ایک بیوی کرو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فانکحوا کے بعد ایک کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دو سے حکم نکاح کا آغاز فرمایا، مگر ہمارا معاشرہ صرف ایک بیوی سے نکاح کرنے کو اصل حکم نکاح تصور کرتا ہے اور دوسری بیوی سے نکاح کرنا بامر مجبوری خیال کرتا ہے تیسری بیوی کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ دوسری بیوی سے نکاح پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص کرلے تو اس کو ہزار ہا عذر پیش کرنے پڑتے ہیں جی میری پہلی بیوی بیمار تھی معذور تھی میں مجبور تھا اس لئے دوسری شادی کی یا یہ کہ پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہو رہی تھی اس لئے دوسری شادی کی۔ غرضیکہ کوئی نہ کوئی عذر پیش کرنا پڑتا ہے تب جا کر معاشرہ کے طعن وتشنیع سے اس کی جان چھوٹتی ہے۔ اور دوسری بیوی سے نکاح کا کڑوا گھونٹ بھرنے کی معاشرہ اجازت دیتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں کہ پہلی بیوی بیمار بھی نہیں اور اس سے اولاد نرینہ بھی ہے (کیونکہ بیٹیوں کو معاشرہ اولاد تصور نہیں کرتا) اور اس کے علاوہ کوئی اور عذر بھی نہیں ہے جو کہ ہمارے جاہلی معاشرے کے نزدیک قابل قبول ہو۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص اور شادی کرے تو ہائے ہائے ہو جاتی ہے پہلی بیوی مظلوم اور خاوند معاشرہ کا ظالم ترین انسان، عیاش، شہوت پرست اور نہ معلوم کیا کچھ سمجھا جاتا ہے اور اس کو تقویٰ سے عاری خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے اس جاہلی اور ہندی معاشرے کا اخلاقی دباؤ افرادِ معاشرہ پر اس قدر شدید ہے کہ عام حالات میں متعدد شادیاں کرنے والا ہوتا بھی وہی ہے جو عیاش ذہن کا مالک ہوتا ہے کوئی نیک اور ایسا کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ بھی اسی معاشرے کا فرد ہے تو گویا یہ صورت حال پورے معاشرے کی پیدا کردہ ہے جس نے شریعت مقدسہ کی جانب سے عطا کردہ اس نعمت عظیمہ کو مشکل ترین بنا دیا ہے مگر یاد رکھئے اسلامی معاشرہ ہمارے اس ہندی معاشرے سے الگ ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کا معاشرہ ہے وہ اس لئے کہ خواہش نفس کی جائز طریقہ سے تکمیل

ایک مستحسن عمل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے حوالہ سے علامہ ابو الفضل عیاض بن عیسیٰ اپنی شہرۂ آفاق کتاب شفا شریف میں رقمطراز ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے اعتبار سے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی کثرت باعث فضیلت ہے۔ان چیزوں میں علامہ موصوف نے نکاح کو بھی شمار فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے **والضرب الثانی ما یتفق التمدح بکثرۃ والفخر بو فورہ کالنکاح** کہ دوسری قسم وہ ہے جس کی کثرت کے باعث تعریف ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور جس کی زیادتی باعث فخر ہے وہ نکاح کرنا ہے اسلامی معاشرہ کی اساس سیرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد میں بیک وقت گیارہ ازواج مطہرات بھی جمع ہوئیں اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت نو ازواج مطہرات موجود تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس قدر ازواج مطہرات سے نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اور امت کیلئے چار سے تجاوز حرام ہے۔ اسلامی دنیا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر آتا ہے اس سلسہ میں مختصراً اور اجمالاً خلفاء اربعہ کی ازواج کا ذکر کیا جاتا ہے۔افضل الناس بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ کی چار بیویاں تھیں۔(۱) قتیلہ (۲) ام رومان (۳) اسماء بنت عمیس (۴) حبیبہ بنت خارجہ۔

اشد ھم فی دین اللہ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمرؓ نے آٹھ بیویوں سے شرعی حدود وقیود میں رہتے ہوئے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا۔ (۱) زینب بنت مظعون (۲) مُلیکہ (۳) قریبہ (۴) ام حکیم بنت الحارث (۵) سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ (۶) جمیلہ بنت قیس انصاریہ (۷) لہیتہ یمنیہ (۸) عاتکہ بنت زید۔

دوہرے داماد رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ کی شرعی ضابطہ کے مطابق یکے بعد دیگرے آٹھ بیویاں تھیں ۔ (۱) حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) بعدھا سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) فاختہ بنت غزوان (۴) ام عمرو بنت جندب (۵) فاطمہ بنت ولید (۶) ام البنین بنت عیینہ (۷) رملہ بنت شیبہ (۸) نائلہ بنت الفراصہ۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ (جو زہد وتقوی کے جبلِ عظیم اور صوفیائے کرام کے سلاسل ثلثہ کے امیر و مرشد کامل واعظم تھے اور ترک دنیا میں اپنی مثال آپ تھے انہوں نے بھی شرعی دستور کے مطابق یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں فرمائیں۔(۱) حضرت سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۲) ام البنین بنت حرام (۳) لیلی بنت مسعود (۴) اسماء بنت عمیس (۵) صہبا بنت ربیعہ (۶) امامہ بنت ابی العاص حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (۷) خولہ بنت جعفر الحنفیہ جو کہ حضرت محمد علی جو کہ حضرت محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں کی والدہ محترمہ تھیں (۸) محیاہ بنت امرأ القیس۔ (محاضرات اسلامی)

ایک اہم اور ضروری وضاحت نکاح سے متعلق حکم خداوندی کہ دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔ اس کے کچھ اصول وضوابط ہیں کچھ شرطیں ہیں ان کے بغیر متعدد نکاح کجا کرنا بھی جائز نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اقیموا الصلوۃ کہ نماز قائم کرو تو اس حکم الٰہی کی بھی شرطیں ہیں جسم پاک یعنی وضوء اور غسل وغیرہ اور دیگر شرائط جن کے بغیر نماز جائز نہیں اسی طرح نکاح کی بنیادی شرط یہ ہے کہ نان ونفقہ لباس ورہائش کی سہولتیں بیوی کو دی جائیں اور رہائش یعنی مکان اور مکان بھی ایسا کہ جس میں خاوند کے متعلقین میں سے کوئی بھی شریکِ رہائش نہ ہو مگر یہ کہ عورت رضا مند ہو اگر کوئی ذی وسعت اس قدر متمول (مالدار) ہے کہ ہر بیوی کو اس کے حقوق کما حقہ ادا کر سکتا ہے تو اس کے لئے چار تک نکاح بیک وقت کرنے جائز ہیں ورنہ ایک بیوی کرنا بھی اس کے ساتھ ظلم ہوگا اگر اس کے حقوق کے متعلق بنیادی سہولتیں اسے نہ دے سکتا ہو ایسے شخص کیلئے نکاح کے متبادل طریقہ کار اختیار کرنا بہتر ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) ترجمہ: اے گروہ جواناں تم میں سے سامان نکاح (نان ونفقہ رہائش لباس اور مناسب مہر وغیرہ) رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ اور جس

کے پاس سامان نکاح نہ ہو اس پر لازم ہے کہ مسلسل اور کثرت کے ساتھ روزے رکھے کیونکہ اس طرح سے روزے رکھنا خواہش نفس کو توڑنے والی چیز ہے۔ حضور اقدس کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنا بھی سامانِ نکاح کے ساتھ مشروط ہے چہ جائیکہ متعدد نکاح کرنا مثلاً بیویاں تو دو تین یا چار ہوں اور ضروریات زندگی کی سہولت کسی ایک کو بھی نہ دے سکے ایسا کرنا سراسر ظلم اور ناانصافی ہوگا یہ شریعت کا حکم نہیں ہے ہاں وہ لوگ جو مال و دولت کی فراوانی رکھتے ہیں اور ایک سے زیادہ بیویوں کے اخراجات کی کفالت بھرپور طریقے سے کر سکتے ہیں اس قسم کے مالدار لوگوں کیلئے مستحسن اور بہتر یہی ہے کہ تعداد ازواج عدل وانصاف کے ساتھ اختیار کریں۔

خاص طور پر راتوں کی تقسیم کا بہت ہی عادلانہ طریق پر اہتمام کریں بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایک شادی کرتے ہیں اور زندگی کے مناسب حصہ میں مثلاً چالیس یا پچاس ساٹھ سال کے درمیان ان کی بیوی فوت ہو جائے تو بقیہ عمر کا حصہ کلفتوں اور مشقتوں میں گزار دیتے ہیں اور دوسری شادی نہیں کرتے ۔ یہ بھی ہندوانہ معاشرے کے قبیح اثرات کا شاخسانہ ہے اس کے خلاف عملی جہاد کرنا ضروری ہے کیونکہ ایسا کرنا شرعاً قبیح ہے اور اس سے متعلق کسی قدر وضاحت سابقہ تحریروں میں ہو چکی ہے اس مناسبت سے محلہ قدیر آباد ملتان کا واقعہ تحریر کیا جاتا ہے خاندانِ عبید الٰہی کے بطل جلیل عالم نبیل مفتی اعظم ہند حضرت مولانا خواجہ محمد عبد العلیم ملتانی نوراللہ مرقدہ کے مرید خاص اور خلیفہ میاں الٰہی بخش کی بیوی فوت ہوگئی ان کی عمر تراسی برس کی تھی حضرت مفتی موصوف ان کو فرماتے رہتے تھے کہ میاں نکاح کرلو مگر وہ اس معاملہ میں کوئی خاص عملی پیش رفت نہ کر سکے ایک دن میاں الٰہی بخش صاحب اپنے مرشد کریم مولانا مفتی محمد عبد العلیمؒ کو پنکھا جھل رہے تھے کہ حضرت مرشد کریم جلال میں آ گئے اور پنکھا لے کر اُسے مارا اور فرمایا جاؤ پہلے نکاح کرو پھر میرے پاس آنا چنانچہ میاں الٰہی بخش نے نکاح کیا جس سے میاں الٰہی بخش کا بیٹا عبد الرحمٰن نامی پیدا ہوا اور ان کی اولاد کثرت کے ساتھ اس وقت موجود ہے اور سب کے سب حافظ و عالم اور بھرپور طریقے سے دین اور علم دین کی خدمت کر رہے ہیں کچھ مدینہ طیبہ میں علم تصوف کی خدمت میں مصروف اور افکار صالحین کے امین بن کر گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ ہیں نکاح مسنون کی برکات

اگر میاں الٰہی بخش صاحب اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق نکاح نہ فرماتے تو خدمت دین کا یہ فیض جو اپنی پوری قوت کے ساتھ جاری وساری ہے اس کا وجود تک نہ ہوتا،

لہٰذا مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ مرد ہو یا عورت اگر عمر کے کسی حصے میں رانڈ ہو جائیں تو دوبارہ شادی کرنے سے قطعاً حجاب نہ کریں ایسا کرنا عیش پرستی نہیں بلکہ عیش (زندگی) کی سرپرستی ہے جو کہ ہر صاحب بصیرت کیلئے ضروری ہے۔ زندگی کو کلفتوں میں ڈالنا زندگی کی حق تلفی ہے جس کسی اور شخص کی جان جوکھوں میں ڈالنا جائز نہیں اسی طرح اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا بھی جائز نہیں ہاں اگر کسی عورت یا مرد کی اولاد جو کہ چھوٹی ہے اس کی سرپرستی کے تقاضے نکاح نہ کرنے کے ہیں تو اس کا معاملہ الگ ہے جو کہ آئندہ اقساط میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں فہم بخشے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین (شمارہ نمبر 28)

شادی کرنے پر شان وشوکت کا تاج

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من زوج لله توجه الاله تاج الكرامة (ابوداؤد)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کی رضا کیلئے شادی کی اللہ تعالیٰ اُس کو (قیامت کے دن) شان وشوکت کا تاج پہنائیں گے۔

متعلقاتِ نکاح

ترغیب نکاح سے متعلق متعدد عنوانات کے تحت کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کیونکہ نکاح زندگی بھر کے بندھن کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے شریعت مقدسہ نے نکاح کے سلسلہ میں ان امور کو مستحسن قرار دیا ہے جن سے ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے جو کہ یہ ہیں۔

۱۔ خاندانی تناسب، جسے شریعت مقدسہ نے کفو کا نام دیا ہے نکاح کرتے وقت اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اس کی پوری تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں بوقت ضرورت علماء سے رجوع کیا جائے۔

۲۔ تحفظ دین، یعنی کسی بچے یا بچی کا نکاح ایسی جگہ نہ کیا جائے جہاں اس کا دین خطرے میں پڑ جائے یا اس کے تقویٰ وطہارت کی زندگی فروغ نہ پا سکے بلکہ ماند پڑنے کا خطرہ ہو۔ حدیث شریف میں اس خاوند کی تعریف کی گئی ہے جو بیوی کو نماز کیلئے جگائے نہ اُٹھے تو پانی کے چھینٹے مارے اسی طرح اس بیوی کی تعریف کی گئی ہے جو خاوند کیلئے دین پر معاون و مددگار ہو کر خاوند کو نماز کیلئے جگائے نہ اُٹھے تو پانی کے چھینٹے مارے۔ اس اعتبار سے کسی بدعقیدہ عورت سے نکاح کرنا اپنی اولاد کو بے راہ روی پر ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ اولاد پر والدہ کے اثرات زیادہ پڑتے ہیں۔ اگرچہ شرعاً اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے مگر ایسا کرنا اس وقت درست ہے جب نکاح کرنے والے کی زندگی پر اسلام کا رنگ اس قدر غالب ہو کہ اس کی منکوحہ اس سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور اسلام کو قبول کر لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی عورت خاوند کی زندگی میں گمراہی کا زہر گھول دے اور اس کی اولاد کی آخرت تباہ کر دے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح چار وجوہ سے کیا جاتا ہے (۱) مال و دولت کی بنیاد پر (۲) خاندانی شرافت و نجابت کے اعتبار سے (۳) حسن و جمال کا خیال کرتے ہوئے۔ (۴) دین داری اور تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے ۔لہٰذا اے مخاطب تو دین داری کا انتخاب کر کے کامیاب ہو جا ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہے دنیا نفع اٹھانے کا سامان ہے اور اس سامانِ حیات کا بہترین حصہ نیک بیوی ہے۔

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ نکاح میں دین داری اور تقویٰ طہارت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ تیسرا امر جس کا نکاح میں لحاظ کرنا بہت ضروری ہے وہ اخلاق حسنہ ہیں کسی بھی بداخلاق عورت سے نکاح کرنا اپنے گھر کو جہنم کدہ بنانے کے مترادف ہے خاوند سے متعلق تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی مذکور ہے کہ اگر کوئی نکاح کا پیغام دینے والا دین دار اور صاحب خلق حسن ہو تو اس کے پیغام نکاح کو قبول کر لو، ورنہ معاشرتی زندگی فتنوں کا شکار ہو جائے گی حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کا دین اور خلق تمہارے ہاں پسندیدہ ہو تو فوراً نکاح کردو، اسی وصفِ حسن کے پیش نظر آزاد عورتوں سے نکاح کو ترجیح دی گئی ہے اور غلام عورتوں سے نکاح کو ثانوی درجہ دیا گیا اس میں جہاں اور حکمتیں ہیں وہاں ایک حکمت یہ بھی کہ غلام عورت غیر تربیت یافتہ ہونے کے اعتبار سے اخلاق حسنہ سے عاری ہوتی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور طاہرہ ومطہر ہوکر جانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرے۔ آپ کا یہ فرمان اس لئے بھی ہے کہ جہاں مرد کے اخلاق کا اثر بیوی پر پڑتا ہے وہاں عورت کے اخلاقی اثرات سے مرد بھی متاثر ہوتا ہے، حضرت شیخ سعدیؒ بیان فرماتے ہیں بری عورت نیک مرد کی حویلی میں اسی دنیا میں اس کیلئے دوزخ ہے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح کے سلسلے میں رشتہ تلاش کیا گیا اور آپ کو بتایا گیا کہ دو بہنیں ہیں۔ ایک حسینہ جمیلہ ہے اور دوسری ایک آنکھ سے محروم ہے مگر ان دو میں سے عقلمند اور اخلاق حسنہ والی وہی کانی ہے تو آپ نے فرمایا فزوّ جونی ایاھا میرا نکاح اسی کانی سے کردو۔

چوتھی چیز جو ازدواجی زندگی کو پُرلطف اور بہار بناتی ہے وہ مزاج کے لحاظ سے باہمی موافقت ومناسبت ہے اگر اس اعتبار سے کمی ہوگی تو خوشگواری کا حصول مشکل ہو جائے گا، اس لئے مناسبت سے جہاں مزاج کو دخل ہے وہاں عمر کو بھی اچھا خاصا دخل ہے اللہ تعالیٰ نے جنتی بیویوں کی جہاں اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں وہاں ہم عمری کا خاص طور پر ذکر لفظ اترابا (سورۃ نباپ۳۰) کے ساتھ فرمایا، ہمارے اس جاہلی معاشرہ میں وٹہ سٹہ کی رسم قبیح کے زیر اثر عمر کا قطعاً خیال نہیں کیا جاتا اور نو عمر لڑکی کا نکاح زیادہ عمر والے کے ساتھ کردیا جاتا ہے، یا پھر مال ودولت کی چمک کے پیش نظر عمر کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ ہاں کسی حد تک مجبوری ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے، اسی باہمی مزاج کی موافقت اور قلبی لگاؤ اور تعلق کا شریعت نے خاص لحاظ کیا ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے مثلاً خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق کے بعد حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ شرعی

ضابطہ کے مطابق دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور دونوں اس امر پر راضی بھی ہیں اور سابقہ کیے پر نادم ہیں ان کی صورت حال اس امر کو واضح کر رہی ہے کہ دونوں بخوشی ازدواجی زندگی گزاریں گے تو ان حالات میں بعض اوقات معاشرتی نخوت اور انا حائل ہوتی ہے اور عورت کے سرپرست اپنی ہتک عزت سمجھتے ہیں کہ دوبارہ اس شخص سے اس عورت کا نکاح کر دیں جس نے پہلے اس کو طلاق دے دی تھی اس صورت میں وہ رکاوٹ بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو رکاوٹ بننے سے منع فرمایا ہے اور واضح طور پر فرمایا:

واذا طلقتم النساء (پ۲ آغاز رکوع نمبر۱۴) ترجمہ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو انکو اس سے کہ نکاح کر لیں اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جائیں آپس میں موافق دستور کے، اذا تراضوا بینھم میں یہی حکمت ہے کہ جب وہ باہم رضامندی سے نکاح کرتے ہیں تو یہ ازدوجی زندگی کیلئے مفید ہے کہ وہ خوش ہو کر رہیں بخلاف کسی اور شوہر کے وہاں اس امر کی ضمانت اس قدر پختہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ میاں بیوی کی باہمی الفت ومحبت جو کہ معروف اور شرعی دائرہ میں رہ کر پیدا ہوئی ہوگی وہ ازدواجی زندگی کو زیادہ خوشگوار بنائے گی اسی طرح بعض اوقات پرانی خاندانی رنجشوں کو رشتہ کی راہ میں حائل کر دیتے ہیں جبکہ نوخیز نسل ان جاہلی رنجشوں سے آزاد اور ناآشنا ہوتی ہے اور لڑکے لڑکی کا مستقبل ہر لحاظ (دینی ودنیاوی) سے بے غبار اور تابناک ہوتا ہے تو والدین کو ماضی کی بے جا تلخیوں کو نظرانداز کر کے نکاح کر دینا چاہئے۔

اہم ملاحظہ ترغیبات نکاح کے حوالے سے ایک ضروری امر ذہن نشیں رہے کہ اس میں کچھ استثنائی صورتیں بھی ہیں، وہ یہ کہ کوئی عورت بیوہ ہوگئی اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اسے اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر میں نکاح کرتی ہوں تو بچے ضائع ہو جائیں گے تو وہ عورت اگر بچوں کی پرورش کی خاطر قربانی دیتی ہے اور نکاح نہیں کرتی یہاں تک کہ وہ بچے جوان ہو جاتے اور خاص کر بچیوں کی شادی ہو جاتی ہے تو ایسی عورت بہت ہی اجر کی مستحق ہے، اس سلسلہ میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں اس جگہ حدیث شریف کا ترجمہ ذکر کیا جا رہا ہے حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور وہ عورت جس کا چہرہ مشقتوں اور کلفتوں کے باعث سیاہی مائل ہو چکا ہے قیامت کے دن ایسے ہوں گے اور راوی نے درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کے ساتھ ارشاد فرمایا جیسے ان دو انگلیوں میں فرق نہیں ایسے ہی جنت میں حضور علیہ السلام اور اس عورت کے درمیان فرق نہیں ہوگا، یہ کون عورت ہے اس کی تشریح مذکور ہے کہ یہ وہ عورت ہے جو حسن و جمال کی مالک ہے اور بیوہ ہوگئی اس عورت نے اپنے یتیم بچوں کی خاطر نکاح نہ کیا تو زینت اور بناؤ سنگار نہ کیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خاکستری (سیاہی مائل) ہوگیا۔ یہ حدیث شریف ابوداؤد میں موجود ہے۔

دوسری حدیث شریف حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا مگر یہ کہ میں دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے سے متعلق جلدی کر رہی ہے میں اس کو کہوں گا تجھے کیا ہے؟ اور تو کون ہے؟ اس پر وہ کہے گی میں وہ بیوہ ہوں جو یتیموں پر بیٹھی رہی یعنی یتیموں کی دیکھ بھال کی وجہ سے بیوہ ہونے کے باوجود نکاح نہ کیا۔ اسنادہ حسن ان شاء اللہ رواہ ابویعلی۔

خلاصہ یہ کہ احکام دین پر چلنے کے سلسلہ میں انسان کو مکمل باشعور اور بیدار مغز ہونا چاہئے اور احکام شرعیہ میں استثنائی صورتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ نظام شریعت ایک کامل نظام حیات اور نسخہ شفاء ہے تو جس طرح شفاء یابی کیلئے مکمل نسخہ کا استعمال ضروری ہے اسی طرح شریعت پر مکمل طور پر عمل کرنے ہی سے روحانی شفاء نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو دین میں کامل و مکمل داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولائے کائنات ہمیں فہم دین کی دولت سے نواز دے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 29)

قاضی شُریحؒ کا مثالی نکاح

شعبیؒ کہتے ہیں ایک دفعہ کوفہ کے قاضی شریح مجھے ملے اور کہنے لگے اے شعبی! شادی کرنی ہو تو قبیلہ بنی تمیم کی عورت سے کرو، کیونکہ بنی تمیم کی عورتیں بہت عقلمند ہیں۔

میں نے پوچھا: آپ نے ان میں کیا عقل دیکھی ہے؟ کہنے لگے میں دوپہر کے وقت ایک جنازے سے واپس آ رہا تھا جب میں بنی تمیم کے گھروں کے قریب سے گزرا تو میں نے ایک گھر

کے دروازے پر ایک بوڑھیا دیکھی جس کے پہلو میں ایک لڑکی کھڑی تھی میں اس بوڑھیا کی طرف گیا اور اس سے پانی مانگا لڑکی کہنے لگی آپ کو کونسا مشروب پسند ہے؟ میں نے کہا جو مل جائے وہی پسند ہے بوڑھیا نے لڑکی کو ڈانٹا اور کہا! دودھ لے آ! کیونکہ یہ آدمی مجھے مسافر لگتا ہے لڑکی دودھ لینے چلی گئی تو میں نے بوڑھیا سے پوچھا یہ لڑکی آپ کی کیا لگتی ہے؟ بوڑھیا نے بتایا یہ جریر کی بیٹی زینب ہے میں نے پوچھا اس کا نکاح ہو چکا ہے یا ابھی فارغ ہے کہنے لگی نہیں ابھی فارغ ہے میں نے کہا کیا آپ مجھ سے اس کا نکاح کریں گی؟ بوڑھیا نے کہا اگر تم ہمارے ہم پلہ ہوئے تو کر دیں گے۔

میں نے اس بوڑھیا کو وہیں چھوڑا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا تا کہ مشورہ کروں جب میں نے ظہر کی نماز پڑھی تو میں نے اپنے چند معزز دوست یعنی علقمہ، اسود اور مسیّب کو ساتھ لیا اور اس لڑکی کے چچا کے پاس چل دیئے اس کے پاس پہنچے اس نے ہمارا خیر مقدم کیا پوچھا اے ابو امیہ کیسے تکلیف کی؟ میں نے کہا آپ کی بھتیجی زینب کیلئے نکاح کا پیغام لے کر آیا ہوں اس نے جواب دیا کہ آپ سے اس کا نکاح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے القصہ یہ کہ اس لڑکی سے میرا نکاح ہو گیا۔

جب میرا نکاح ہو چکا تو مجھے ندامت ہوئی اور میں نے سوچا کہ بنی تمیم کی عورتوں میں کون سی خوبی ہے؟ یہ تو بہت سخت دل ہوتی ہیں چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس کو طلاق دے دیتا ہوں پھر خیال آیا کہ نہیں ایسا کرنا غلط ہے رخصتی کے بعد دیکھ لیں گے اگر اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوئی تو ٹھیک ورنہ پھر طلاق دے دوں گا۔

جب رخصتی ہوئی تو بنی تمیم کی عورتیں بڑی سادگی کے ساتھ اسے میرے گھر پہنچا گئیں میں اس کے پاس گیا تو مجھے خیال آیا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب پہلی دفعہ بیوی کے پاس جائے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے نئی بیوی کی خیر کی دعا کرے اس کے شر سے پناہ مانگے چنانچہ میں وضو کرنے لگا دیکھا تو وہ بھی وضو کر رہی ہے پھر میں نے نماز پڑھی تو اس نے بھی نماز پڑھی جب میں نماز پڑھ چکا تو اس کی سہیلیاں آئیں اور مجھے زعفران سے رنگا ہوا ایک کپڑا اوڑھایا جب سب چلے گئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے اس کی پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابو امیہ ٹھہرو! پھر وہ کہنے لگی: ''میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی

ہوں اور اسی سے معاونت کی خواستگار ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجتی ہوں اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں اجنبی عورت ہوں مجھے آپ کے اخلاق و عادات کا کوئی علم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنی پسند مجھے بتا دیں تا کہ میں اس پر عمل کروں اور ناپسند بھی بتلا دیں تا کہ میں اس سے پرہیز رکھوں، یقیناً آپ کیلئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے اور میرے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہو کر ہی رہتا ہے بہرحال اب آپ میرے مالک ہو گئے ہیں لہٰذا اب میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا تو اچھے طریقے سے مجھے اپنے پاس رکھیں یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دیں بس میں اپنی یہ بات کہہ کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ عظیم سے بخشش کی دعا کرتی ہوں"۔

پھر میں نے اس سے کہا: میں بھی اللہ ہی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے بعد یہ کہ آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر آپ اس پر قائم رہیں تو یہ میرے لئے بڑی خوشدلی ہوگی اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو آپ کا یہی کام آپ کے خلاف دلیل ہوگا بہرحال میں فلاں فلاں چیز کو پسند کرتا ہوں اور فلاں کو ناپسند کرتا ہوں پس آپ میری طرف سے کوئی بھلائی دیکھیں تو اسے پھیلائیں.....اور اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کرنا پھر وہ پوچھنے لگی میرے گھر والوں کی ملاقات کے بارے میں آپ کی پسند کیا ہوگی؟ میں نے کہا: بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سسرال والے مجھے کوفت میں نہ ڈال دیں پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے کون سے ہمسائے ایسے ہیں جن کا اپنے گھر آنا آپ پسند کرتے ہیں تا کہ میں ان کو آنے دوں اور کون سے ایسے ہیں جن کا آنا آپ کو پسند نہیں تا کہ میں بھی ان کو ناپسند ہی رکھوں میں نے کہا: فلاں قبیلہ والے صالح ہیں اور فلاں اچھے نہیں۔

پس شعبی! وہ رات میں نے اس کے ساتھ گزاری گویا وہ رات میری زندگی کی خوشگوار ترین رات تھی اور پھر ایک سال گزر گیا میں نے اپنی پسند کے خلاف اس کا کوئی عمل نہیں دیکھا جب سال گزرنے والا تھا ایک دن میں عدالت سے اٹھ کر گھر آیا کہ اس کے پاس

ایک بوڑھیا بیٹھی ہے جو اس کو کچھ سمجھا رہی ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا یہ آپکی ساس ہے میں نے اس کا خیر مقدم کیا جب میں بیٹھا تو بوڑھیا نے مجھے سلام کیا اور میں نے وعلیکم السلام کہا پھر اس نے مجھ سے پوچھا: آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت ہی اچھی بیوی ہے اور بہت ہی خیر خواہ رفیقہ ہے آپ نے اس کی بہترین تربیت کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحتیں کیں پھر پوچھا آپ کیا پسند کرتے ہیں کہ آپ کے سسرال کب ملنے آیا کریں میں نے کہا جیسے وہ چاہیں صحیح ہے۔ پھر وہ ہر سال کے اختتام پر آتی تھی اور مجھے نصیحتیں کرتی تھی۔ اے شعبی: وہ بیوی میرے ساتھ بیس سال رہی میں نے کبھی اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی۔

یہ واقعہ:۔ ہمارے لئے اپنے اندر کئی سارے سبق لئے ہوئے ہے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام کے دور اول میں نکاح کس طرح سادگی اور آسانی سے ہوتے تھے اور آج ہمارے معاشرے میں نکاح کتنی پیچیدگیوں سے ہوتے ہیں اور نہ معلوم پھر کیا کیا پریشانیاں اور کوفتیں پیش آتی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ نکاح کے بعد طلاق اگرچہ اچھا عمل نہیں ہے مگر میاں بیوی میں مناسبت نہ ہو اور گزارہ ہوتا نظر نہ آتا ہو تو پھر اس میں کوئی عیب یا عار نہیں ہے نہ مرد کیلئے نہ عورت کیلئے ہاں یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عمل کرے، کہ رکھے تو اچھے طریقے سے رکھے اور طلاق دے تو بھی اچھے طریقے سے۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ فضاء ہے کہ اگر خدانخواستہ میاں بیوی میں نہیں بنتی تو تب بھی ایک دوسرے کو گھسیٹیں گے اور مرد حضرات تو بعض دفعہ بہت زیادتی کرتے ہیں نہ اچھی طرح سے رکھتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ تیسری بات یہ کہ بیٹی کی شادی کرنے کے بعد ہمارے ہاں بچی کے والدین کا رویہ نامناسب ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹی اور داماد کے معالات میں مداخلت کی جاتی ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر بیٹی کو گھر بیٹھا دیتے ہیں اس کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان ہوتے ہیں کئی سارے واقعات پیش آچکے ہیں کہ قتل وخونریزی ہوئی اور اس طرح دو خاندان بربادی کے گڑھے میں جا گرے۔ اس رویہ اور طریقہ کار کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے یہ جاہلانہ اور

ہندوانہ ذہنیت ہے مسلمان گھرانوں میں ان چیزوں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ بیٹی اور داماد کے ساتھ خیر خواہانہ اور صلح پسندی کا رویہ رکھیں اور پھر اس کے فائدے دیکھیں۔ (شمارہ نمبر 34)

عقد ثانی سے محرومی کیوں

نکاح ہر بالغ مرد وعورت کی ایک فطری خواہش اور اس کا بنیادی حق ہے۔ جو معشر انبیاء علیہم السلام کی سنت، عصمت وآبرو کا پاسبان، قلب ونگاہ کا نگہبان، صحت انسانی کا محافظ ونگران ہے۔ اسلام میں تبتل وتجرد کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد ربانی ہے **وانکحوا الایامی منکم الایة**۔ (النورع ۴) جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد خواہ عورت خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات وطلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو) تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔ (بیان القرآن ص ۸،۱۷) باقی احادیث میں نکاح کی ترغیب کے مضامین اس کثرت سے آئے ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں سو سے زائد روایات درج کی ہیں۔ چند روایات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ نکاح نصف ایمان کی تکمیل ہے۔ (احمد عن انسؓ)

۲۔ نکاح سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت اور جز وفطرت ہے۔ ہر شیدائے سنت کو اس سنت کی تحصیل وطلب میں کوشاں ہونا چاہیے۔ جس نے اس سنت سے منہ پھیرا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں۔

۳۔ امت کے شریر لوگ بے نکاح لوگ ہیں۔ (مسند ابی یعلی عن ابو ہریرہؓ)

۴۔ جب کوئی مسلمان نکاح کرتا ہے تو شیطان چلا اٹھتا ہے کہ ہائے یہ شخص اپنا دوتہائی ایمان بچا لے گیا۔ (مسند ابی یعلی عن جابرؓ)

۵۔ بے نکاح مرد اور بے شوہر عورت حد درجہ قابل رحم اور تہی دست ہیں گو کہ مال والے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین مرتبہ مسکین فرمایا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان عن ابی نجیح مرسلا)

۶۔ مہر مقرر کر کے (خواہ تھوڑی مقدار میں ہو) اپنی بیواؤں اور رانڈوں کے نکاح کر دو۔ (طبرانی کبیر عن ابن عباسؓ)

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے: اگر میری زندگی کے صرف دس روز باقی رہ جائیں تب بھی میں خواہش کروں گا کہ نکاح کرلوں۔ (یہ مختصری زندگی بھی بے نکاح نہ گزرے) تاکہ کل روز قیامت خدا تعالیٰ کے حضور رنڈوا بن کر پیش نہ ہوں۔ (احیاء العلوم ص ۲،۲۳)

۸۔ طاعون عمواس (جس میں ۲۵ ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے) کے دوران حضرت معاذ بن جبلؓ کی دونوں بیویاں وفات پا گئیں۔ تو حضرت معاذؓ فرمانے لگے میری شادی کر دو میں بارگاہ خداوندی میں رنڈوا نہیں پیش ہونا چاہتا۔ حالانکہ آپؓ اس وقت خود بھی طاعون زدہ تھے اور انہی دنوں وفات پا گئے۔ (احیاء العلوم ص ۲،۲۳)

یہ قولی احادیث تھیں۔ جن کا روئے خطاب تمام بے نکاح مردوں اور عورتوں کی جانب یکساں ہے۔ ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی زندگیوں میں لائق تقلید عملی نمونہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل امہات المومنین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح بحالت بیوگی ہوا۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم، زینب بنت خزیمہ، ام سلمہ بنت امیہ، جویریہ بنت حارث، صفیہ بنت، میمونہ بنت حارث، رضی اللہ عنہن اجمعین۔ کے آخر میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحابیات سے احوال بیان کئے ہیں۔ اس حصے میں سرسری لی گئی تو ساٹھ سے زائد ایسی صحابیات کے نام ملے ہیں جنہوں نے شوہروں کی وفات یا شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے دو دو، تین تین اور بعض نے چار چار نکاح کئے۔ معمولی جستجو سے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ بیوگان کیلئے نکاح کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ انسانی فطرت کو دبانا نہیں، کسی صحت مند انسان پر نکاح کا دروازہ بند کرنے کا منطقی نتیجہ اسے زنا پر مجبور کرنا ہے چنانچہ عظیم میں جب لاکھوں مرد ہلاک ہو گئے اور ان کی ضرورتوں کا کوئی پرسان حال نہ رہا تو ان عورتوں نے فحاشی کے اڈے کھول لئے اور دنیا میں بدکاری کا وہ سیلاب لے آیا کہ پناہ خدا، اس حقیقت کے سمجھنے میں اب بھی کسی کو شبہ ہو تو موجودہ دور کے مغربی معاشرے پر ایک سرسری نگاہ ڈال لے جہاں نکاح جیسے مقدس اور فطری حکم سے روگردانی کے نتیجے میں فحاشی کا وہ بازار گرم ہے جس نے جنگل کے وحشی درندوں کو بھی مات

دیدی۔ الغرض انسان کی عصمت وآبرو کی حفاظت کا سب سے بڑا ہتھیار نکاح ہے۔

ایک طرف تو قرآن وحدیث کا واضح بیان، حادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور عقل کا اٹل فیصلہ ہے۔ دوسری جانب ہندو قوم کی یہ غیر انسانی رسم کہ بیوہ کے لئے نکاح بلکہ زندگی بھی ایک شجر ممنوع ہے۔ جو مسلمان ان حقائق سے آنکھیں بند کر کے اس رسم جاہلیہ کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں، وہ سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے توڑ رہے ہیں کس سے جوڑ رہے ہیں؟ سچ ہے کہ بے دینی کی سب سے پہلی زد عقل پر پڑتی ہے۔ کسی میں شمہ برابر بھی عقل ہو تو اس حقیقت میں شبہ نہیں کر سکتا کہ نکاح ہر مرد اور عورت کی فطری آواز ہے دونوں ایک دوسرے کی ناگزیر ضرورت ہیں۔ بیوی سے الگ ہونے کے بعد شوہر کے نکاح ثانی کو دنیا کے کسی بھی مہذب معاشرے میں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ بالکل اسی قاعدے سے بیوہ کا نکاح ثانی بھی تقاضائے فطرت ہے۔ اور حکم شریعت بھی۔ خدارا سوچئے! ہندو سماج کی یہ اندھی تقلید کتنے گناہوں کا پیش خیمہ ہے؟ (شمارہ نمبر 41)

دوسری شادی

گھریلو فسادات اور گھر کے ماحول میں اضطراب کا ایک اہم سبب ہے ''دوسری شادی'' اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہمارے معاشرے میں مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے باعثِ نزاع بنا ہوا ہے۔

اگر خدانخواستہ کوئی خاتون بیوہ یا مطلقہ ہوگئی اور اب وہ والدین یا بھائی یا بہن کے گھر میں ہے تو عموماً وہاں فساد ہی رہتا ہے نند اور بھابھی کا گذارا نہیں ہوتا اور بھائی درمیان میں پریشان ہے کہ ایک طرف بیوی ہے دوسری طرف بے سہارا بہن ہے اور اگر وہ مطلقہ یا بیوہ خاتون اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو فساد برپا ہوتا ہے کہ اس کی جوان اولاد ہے اور ان کی غیرت اجازت نہیں دیتی یا کوئی بھائی ہے وہ برداشت نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر کوئی مرد خدانخواستہ بغیر بیوی کے ہوگیا تو اس کیساتھ بھی یہی مسائل ہیں کہ بغیر بیوی کے رہنا بھی گھٹ گھٹ کے مرنا ہے اور دوسری شادی کو اولاد برداشت نہیں کرتی۔

ایک صاحب کی کہانی ہمارے سامنے گذری کہ بیوی مرگئی اولاد جوان اور ساتھ نافرمان بھی وہ والد کی دیکھ بھال بالکل نہیں رکھتے تھے آخر والد نے شادی کا فیصلہ کرلیا اور

نکاح وزفاف کا انتظام اپنے ایک دوست کے مکان میں کیا بیٹوں کو پتہ چلا تو وہ آئے اور والد صاحب کو مبارکیں دیں کہ آپ نے بہت اچھا کیا ہے لیکن اب آپ گھر تشریف لائیں ہماری اماں جی کو بھی لے آئیں۔ جب گھر پہنچے تو تمام بیٹوں نے مل کر بابا جی کی گردن دبوچی اور مطالبہ کیا کہ جلدی کرو طلاق دو بے چارے والد نے ناچار طلاق دی اور تا دمِ مرگ وہ بیچارے کسمپرسی کی حالت میں رہے لیکن اولاد نے ان کو اپنے دکھ سکھ کی شریک گھر نہ لانے دی اور نہ خود خدمت کی۔ پچھلے دنوں ایک خبر سنی کہ ایک نوجوان نے اسلئے خودکشی کر لی کہ اسکے والد نے دوسرا نکاح کیا ہے۔

اسی طرح بعض خواتین کے واقعات بھی علم میں آئے کہ پہلے خاوند کے مرجانے یا طلاق مل جانے پر اسے شادی نہ کرنے دی اور اگر اپنے طور پر خاتون نے نکاح کی خواہش کی تو اقارب ساری زندگی ناراض ہی رہے اور بعض دفعہ اس مسئلہ پر خون خرابے کی نوبت آئی۔

یہ چیز ہمارے معاشرے کا بہت اہم مسئلہ ہے ہم الحمدللہ مسلمان ہیں ہمیں اسلامی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں اس مسئلے کا حل تلاش کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو صورت ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسری شادی کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے اگر والد کو ضرورت ہے تو اولاد کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے کسی مفاد یا خواہ مخواہ کی جاہلانہ غیرت مندی کی بھینٹ نہ چڑھائیں بلکہ اپنے والد کے ساتھ تعاون کر کے ان کے لئے سفر زندگی کا رفیق تلاش کرائیں اور ان کی دعائیں لیں اور اگر خدانخواستہ والدہ کو یہ مسئلہ پیش آ گیا ہے تو بھی اگر والدہ کی رضامندی بہتری ہو تو دوسری نکاح میں کوئی حرج نہیں اولاد و اقارب خواہ مخواہ اس میں رکاوٹیں پیدا نہ کریں۔ نکاح آدمی کی اہم ضرورت ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت اس کے بغیر زندگی مشکل ہے اور پھر اس میں بہت فوائد و حکمتیں ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں نکاح کی حکمتوں کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل اللہ بغیر نکاح کے موت کو مکروہ سمجھتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں طاعون میں مر گئیں خود انہیں طاعون کی شکایت ہوئی تو انہوں نے فرمایا مرنے کا وقت تو متعین ہے لیکن میرا مزید نکاح کر دو تاکہ میں اس حال میں نہ مروں کہ میری بیوی نہ ہو۔ علماء کرام کے ایک طبقہ کی رائے ہے کہ نکاح کرنا نفل عبادت سے افضل ہے۔ (شمارہ نمبر 39)

ایک سے زیادہ نکاح

عورت اور مرد کی طبیعت اور اس کے تقاضوں میں اختلاف ہے۔ مرد کے لئے ایک سے زیادہ شادیاں اس کی طبیعت کا تقاضا ہے بلکہ بعض دفعہ تو مجبوری بن جاتی ہے جبکہ عورت کی طبیعت ایک سے زیادہ شادیوں کی متحمل ہی نہیں ہے کہ عورت کیلئے مہینہ بھر میں کم از کم ایک ہفتہ تو ویسے ہی معذوری کا ہوتا ہے، اس کے علاوہ یہ کہ میاں بیوی کے باہم ازدواجی تعلق وعمل کے اثرات مرد وعورت کی طبیعت کے لحاظ سے مختلف ہیں، مرد کیلئے یہ عمل دو منٹوں کی مصروفیت سے زیادہ کچھ نہیں جبکہ عورت کے لئے یہی عمل نو ماہ کے حمل اور اڑھائی سال کی رضاعت کی مسلسل اور طویل مصروفیت کا پیش خیمہ ہے۔

اسی لئے شریعت نے مرد کو ایک سے زائد چار تک کی شادیوں کی اجازت دی ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کو گویا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ طبیعت کی عمومی طلب کے علاوہ خاص مجبوری کے حالات میں بھی مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی جاتی جس کا نتیجہ گھریلو فسادات اور ناچاقی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہی ناچاقی پھر ہلاکت وخوں ریزی کا سبب بھی بنتی ہے۔ پچھلے دنوں اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ ایک آدمی نے اپنے متعدد بچوں کو ذبح کر دیا اس لئے کہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتا تھا اور پہلی بیوی اور اس کے میکے والے اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

ایک دوست نے سنایا کہ ایک صاحب مجھے ملے جو کہ ایک محکمہ میں آفیسر ہیں، ذاتی جائیداد ہے، کوٹھی ہے، گاڑی ہے اور بیگم صاحبہ ذہنی مریض ہو کر پاگل ہو چکی ہیں مگر اولاد دوسری شادی نہیں کرنے دیتی کہ کہیں ہماری وراثت کے حصہ داروں میں اضافہ نہ ہو جائے۔ وہ صاحب بیچارے بہت ہی پریشان تھے کہ میں کیا کروں زندگی اجیرن ہے۔ مجھے اپنی ذاتی ونجی معاملات میں شریکہ حیات کی اشد ضرورت ہے مگر اولاد ودیگر رشتہ دار آڑے آ رہے ہیں ان کے اپنے مفادات ہیں مگر میری مجبوری وکسمپرسی ان کے پیش نظر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بعض دفعہ ایسی مجبوریاں ہوتی ہیں جن کا آدمی برملا اظہار بھی نہیں کر

سکتا اور ادھر اُدھر والے باتیں بناتے ہیں کہ جی فلاں نے دوسری شادی کیوں کی؟ اس نے تو ظلم کیا ہے یہ کیا وہ کیا ہے۔

صاحب جی! اگر یونہی ادھر اُدھر منہ مارتے پھریں تو اس کو کوئی لعن طعن نہیں ہوتا مگر کوئی دوسری شرعی نکاح کا نام لے لے تو وہ قابل ملامت سمجھا جاتا ہے۔ آخر یہ ذہنیت کہاں سے آئی ہے؟ اسلام میں تو ایسا نہیں ہے، جتنے پیغمبروں کے حالات ہمیں ملتے ہیں ان میں عموماً داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ ان میں سے کون ہیں جن کی فقط ایک ہی بیوی ہو، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں کہیں بھی کسی نے دوسری شادی کو قابل ملامت عمل قرار نہیں دیا۔

ہمارے ہاں عموماً گھریلو فسادات اس وجہ سے بھی ہیں کہ مرد کو دوسری شادی کی شرعی ضرورت ہے اور اس کی پہلی بیوی اجازت نہیں دیتی یا اس لئے کہ مرد نے دوسری شادی کی ہے اور اس ناقابل معافی جرم کی پاداش میں صبح شام اس کے گلے میں فساد ہے۔ حالانکہ کوئی بھی دوسری شادی مجبوری کے بغیر نہیں کرتا۔ جسے مجبوری نہیں ہے اسے کوئی ہزار ترغیب دے مگر وہ تیار نہیں ہوگا۔

ہمارے معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ نوجوان بچیاں کثیر تعداد میں ہیں مگر ان کے ازدواجی رشتہ کیلئے پیش رفت کی گنجائش نہیں نکل پا رہی۔ اس وجہ سے گھروں کا سکون غارت ہے۔ اگر نکاح کو عام کیا جائے، اور سادگی اپنائی جائے مرد کیلئے اس پر بندش نہ ہو عورت کیلئے شادی شدہ مرد سے نکاح کو ایک مشکل مسئلہ بنایا جائے تو یہ مسئلہ بھی بہت حد تک نمٹ جائے۔ لیکن افسوس کہ ظاہراً اپنے آپ کو دیندار کہلوانے والے بھی معاملہ میں اپنی تنگ ذہنی کا شکار ہیں۔

ہاں البتہ اس کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ مردوں میں بھی بیک وقت ایک سے زائد بیویوں میں عدل و انصاف اور روادی کو قائم رکھنے کا جذبہ وصلاحیت بھی ہو۔ یہ بھی ضرور شرط ہے قرآن کریم نے ایک سے لیکر چار تک شادیوں کی اجازت اسی قید کے ساتھ دی ہے کہ ان میں عدل کو ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات بھی سامنے رہے کہ اگر کسی شخص خاص نے اپنی دو بیویوں میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کیے تو اس سے دوسری شادی کا جواز منسوخ نہیں ہوجاتا۔ اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 46)

غیر فطری زندگی

آج کل ہمارے معاشرے میں ایسے افراد نظر آ رہے ہیں جنکی زندگی عام معمول کی زندگی سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ اور وہ ایسے افراد ہیں جو اپنی زندگی بغیر نکاح کے گذار رہے ہیں چاہے مرد ہو چاہے عورت۔

بعض خواتین ایسی دیکھی اور سنی گئیں ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کی عمر جدید تعلیم حاصل کرتے کرتے گزار دی اور پھر نوکری کے چکر پڑ گئے نوکری کے بعد مزاج ایسے اکھڑ ہوئے کہ کسی مرد سے نکاح کو طبیعت آمادہ ہی نہیں ہوئی نہ کوئی انہیں اپنے معیار کا نظر آیا نتیجہ یہ کہ ان کی زندگی بے نکاحی بن گئی ہے میں خود ایک ایسی خاتون سے واقف ہوں کہ جس نے نکاح نہیں کیا اٹھارہویں گریڈ کی افسر ہیں اپنی بہترین کوٹھی ہے جس میں تمام آسائشیں مہیا نہیں مگر کئی دفعہ اس خاتون کو دیکھا گیا کہ وہ کبھی ملازم پر برس رہی ہے کبھی ہمسائے کے ساتھ کبھی رکشہ والے سے جھگڑ رہی ہیں کبھی دکاندار سے اور کبھی خود اپنے آپ کو کوس رہی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی زندگی غیر فطری ہے اگر وہ شادی کرتی، بچے ہوتے تو ان تمام پریشانیوں سے خود بھی محفوظ رہتی اور ماحول و معاشرے کے دوسرے لوگ بھی اس کے ہاتھوں اس بد خلقی کا شکار نہ ہوتے جس کی تکلیف اب اس کے سب قرابتدار اٹھا رہے ہیں۔

اسی طرح ہمارے ہاں ایک ذہن یہ بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی خاتون کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ بیوہ ہو کر پھر دوبارہ نکاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسے جلد از جلد نکاح کرنا چاہئے تا کہ اس کی زندگی معمول پر آ جائے اور وہ غیر فطری اور غیر محفوظ زندگی نہ گذارے صحابیات کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ایک ایک صحابیہ کا یکے بعد دیگرے چار چار جگہ نکاح ہوا ہے خاوند فوت ہوا یا جہاد میں شہید ہوا یا خدانخواستہ طلاق ہو گئی تو انہوں نے عدت کے بعد فوراً نکاح کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھی، دوسری جگہ پھر اسی طرح کی حالت پیش آئی تو تیسری جگہ کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زیدؓ

سے تھا وہاں سے طلاق ہوئی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہو گیا حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات پہلے سے بیوہ یا مطلقہ تھیں اسی طرح اور بہت ساری صحابیات کے بھی واقعات ہیں اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے اسلامی احکام موجود تھے۔

چنانچہ قرآن پاک سورۂ نور آیت نمبر ۳۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وانکحوا الایامی منکم (اور اپنے میں سے بے نکاحوں کا نکاح کردو)

یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنین کو یہ حکم فرمارہے ہیں کہ تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کردو بے نکاح ہونے سے مراد عام ہے خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا نکاح ہوا تو ہو لیکن طلاق یا موت کی وجہ سے پھر بے نکاح ہو گیا ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو اس کا نکاح کردو۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری زوجہ ہے انہوں نے عرض کیا نہیں پھر پوچھا کوئی شرعی لونڈی ہے کہا کہ نہیں پھر آپ نے دریافت کیا تم صاحب وسعت ہو یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ صاحب وسعت ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو اور پھر فرمایا کہ ہماری سنت نکاح کرنا ہے تم میں بدترین آدمی وہ ہے جو بے نکاح ہو اور تمہارے مُردوں میں سب سے رذیل وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے۔

اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نکاحی زندگی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرو، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو اور بیوہ عورت جب اس کے مناسب رشتہ مل جائے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں جو قومیں بیوہ عورتوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔لہٰذا بیوہ عورت اور رنڈوے مرد کا نکاح شریعت کی نگاہ میں ضروری چیز ہے جہاں جہاں جس جس خاندان میں ایسی صورتیں موجود ہوں تو وہ شریعت کے حکم کے مطابق اس کی تحریک کریں اور قرآن کے حکم وانکحو الایامی پر عمل کریں

بیوہ اور بغیر نکاح کے رہنے والی خواتین کو بھی چاہئے کہ وہ اس سے انکار نہ کریں جہاں موقع مناسب نظر آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے نعمت سمجھیں اور نکاح کرلیں۔ہاں ایک بات یہ ہے کہ یقیناً نکاح کرنے اور نئے گھر آباد کرنے میں بعض مشکلات نظر آتی ہیں مگر بغیر نکاحی زندگی کی جو تنبیہیں ہیں نکاح کی ذمہ داریاں اس کے مقابلہ میں نعمت ہیں اس سے گھبرانا غلط بات ہے۔

اسی طرح بعض خواتین آج کل بہت ہی زیادہ مالدار وعیش وعشرت کے گھرانوں کا انتظار کرتے کرتے زندگی گنوا بیٹھتی ہیں یہ بھی غلط ہے اگر مناسب گذارے کے قابل جگہ ہے تو نکاح کرلینا چاہئے اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ **ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ**. یعنی نکاح کا پیغام دینے والے کے فقر وافلاس پر نظر کر کے انکار نہ کردو (جبکہ اس میں روزی کمانے کی صلاحیت موجود ہو) کیونکہ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے مال والا کردے گا۔

مذکورہ بالا گذارشات کے بعد ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلمان مرد خواتین حضرات ضرور شریعت کے حکم کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں گے اور غیر فطری وغیر شرعی زندگی کو ترک کر کے نکاح کی سنت زندہ کریں گے جس کے نتیجہ میں نئے گھر آباد ہوں گے، بے شمار مشکلات حل ہوجائیں گی اور اس سنت کو زندہ کرنے پر بے شمار ثواب بھی ملے گا۔

ایک ضروری وضاحت یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اگر عورت کے چھوٹے بچے ہوں اور وہ ان بچوں کی پرورش وتربیت کی ضرورت کے لئے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کو اس قربانی پر اجر ملے گا۔

آج کل ماحول کے تقاضا کے مطابق بیوہ خاتون خود کہیں کوئی بات نہیں کرسکتی تو اسے بزرگوں سے رابطہ کر کے اپنا معاملہ ان کے ذریعہ حل کرائیں، اور پھر ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کرتی رہیں۔(شمارہ نمبر 34)

اسلام میں شادی نہیں......نکاح ہے

اسلام میں نکاح ورشتہ ازدواج ایک ایسا رشتہ ہے جس کے بغیر مرد وزن نامکمل رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعتوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش رکھی ہے۔ چونکہ انسانی بقاء کا دوام اس رشتہ کے بغیر متصور نہیں۔لہٰذا شریعت نے ان کے نکاح میں اتنی آسانیاں دیں

ہیں کہ آج کا معاشرہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دو گواہ ہوں، ایجاب وقبول اور حق مہر حسب وسعت، بس ہو گیا نکاح۔ آج معاشرے میں ہم نے شریعت کی دی ہوئی سہولتوں سے فائدہ اٹھانا تو درکنار اپنی طرف سے سختیاں اور پیچیدگیاں شامل کر کے معاملات کو مشکل بنا دیا ہے اور بجائے مذہب کی اتباع کے رسم ورواج کی پابندی کرتے ہیں پھر جب اس سے چھٹکارا ناممکن ہو جاتا ہے تو پریشان مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ حال ہم نے نکاح کے ساتھ بھی کر رکھا ہے۔ ایک حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ جب لڑکی جوان ہو جائے اور مناسب رشتہ آ جائے تو نکاح میں جلدی کرو۔ اس حکم میں حکمت یہ ہے کہ خواہ مخواہ جوان لڑکی کا گھر بیٹھے رکھنا بے راہ روی کا سبب بن سکتا ہے لیکن معاشرے میں دیکھ لیجئے مصنوعی تکلفات میں پڑ کر اس امر پر کتنا عمل ہو رہا ہے نتیجے میں جو نوجوانوں میں اخلاقی بے راہ رویاں زور پکڑتی جا رہی ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر (غربت) کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کر لو، خود قرآن میں ہے ان یکونوا فقراء. الایۃ اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ تعالیٰ غناء نصیب فرما دے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ برکت دیدیتے ہیں رزق کے سلسلے میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے۔ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے ایک طالبعلم کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند احباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے حضرتؒ نے طالب علم سے مخاطب ہو کر فرمایا (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اس طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رخصتی نہیں ہو سکتی کہ تین چار آدمی آئیں اور رخصتی کرالیں نہ بارات نہ دھوم دھام اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کرے گا۔ انہیں حضرتؒ کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کیلئے آئے درمیان گفتگو حضرت نے فرمایا منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور عورت کی کیا ضرورت دو چار لوگ آ کر مشورہ کر کے تاریخ طے کر لیں۔

کوشش کرنی چاہئے کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں کیونکہ یہ سنت مردہ ہوتی جارہی ہے حدیث شریف میں آیا ہے **اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد** یعنی نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔

کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں لیکن اس پر زور دیا جائے کہ اب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں آجائیں اور اعلان کیا جائے کہ نکاح ہونے جارہا ہے جس کو شریک ہونا ہو مسجد میں آجائے۔

اسلام میں صرف نکاح و رخصتی ہے آج کل جو شادی کے نام پر تقاریب ہوتی ہے۔ بہت سی شرعی ممنوعات و رسوم باطلہ کے ساتھ ہوتی ہیں ان سے از حد احتراز کرنا چاہیے۔

جب اس نکاح کی بنیاد ہی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے شروع ہو تو انجام اس کا بد ہونا ظاہری بات ہے۔ ان تقریبات میں اللہ کے سوا سب کو بلایا جاتا ہے لیکن اللہ اور رسول کے احکام کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے حضرت لاہوریؒ فرماتے تھے کہ برادری کو خوش کرنے کیلئے جتنی کوشش کرو تو پھر بھی یہ خوش نہیں ہوگی۔ جب کسی طرح بھی یہ برادری خوش نہیں ہوتی تو پھر کیوں نہ اللہ تعالیٰ کو خوش کیا جائے۔ نکاح سادگی سے کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر سادگی سے نکاح فرمایا اپنی صاحبزادیوں کے نکاح فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں۔

حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں ایک چادر ایک تکیہ دو چکیاں اور دو مشکیزے ملے کس قدر سادگی سے دو جہانوں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی جن کو خاتون جنت کا لقب دیا گیا ہے نکاح فرمایا۔ آج کل تو جہیز کا سامان دکھانے کیلئے باقاعدہ ایک دن مقرر کر کے شو کرایا جاتا ہے ہماری رسوم کئی مفاسد کو جنم دے رہی ہیں یہ منگنی مہندی جوتا چھپانے کی رسم، بے پردگیاں غلط ہونے کے ساتھ اپنے بری اثرات بھی ظاہر کر رہی ہے ایک واقعہ ہے کہ ایک شادی میں سالی نے دولہا کا جوتا چھپا لیا اب یہ جوتا مانگے اور وہ پیسے مانگے آخر بڑی دیر کے بعد جب اس نے جوتا دے دیا تو دولہا کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا کہ میں اپنی سالی سے شادی کرتا ہوں اور اسی وقت اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ دیکھا آپ نے اس

رسم نے دو گھروں کو تباہ کر دیا آج اس دور میں بھی بعض لوگوں کے ہاں سادہ نکاح ہو رہے ہیں اور ان میں بڑی برکت ہوتی ہے اور ان کو معیوب سمجھنا سراسر نادانی ہے۔ کیا جس کام کو شریعت کے حکم کے مطابق کیا جائے؟ ناپید ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ ان کے بارے میں ایک کتاب اسلامی شادی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور علماء سے ضرور رہنمائی لینی چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 43)

کیا غیر برادری میں نکاح جرم ہے؟

آج جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں پھیلی ہوئی بے شمار رسومات میں سے ایک مہلک اور غلط رسم یہ بھی ہے کہ اپنی قوم کے علاوہ کسی بھی قوم میں رشتہ کرنے کو گناہ کبیرہ سے بھی بڑھ کر سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے لڑکے اور لڑکی کے والدین اپنی قوم اور برادری کو ہی ترجیح دیں گے اگرچہ اپنی قوم کا رشتہ نامناسب بلکہ بے کار ہی کیوں نہ ہو لڑکا تعلیم یافتہ ہے اور اس کی تمنا یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکی سے اس کا رشتہ ہو مگر اپنی برادری میں ایسی لڑکی نہیں ہے تو والدین زبردستی جاہل لڑکی سے ہی رشتہ کریں گے قوم کی خوشنودی کیلئے اسی طرح لڑکی پڑھی لکھی ہے اور خاندان میں اس کے معیار کا لڑکا نہیں تو بھی اس کی رضا کے بغیر ان پڑھ، اجڈ سے ہی اس کا نکاح کر دیں گے تاکہ برادری میں منہ دکھانے کے قابل رہیں، بس برادری خوش رہے اولاد کی چاہے ساری زندگی تلخی اور تکلیف سے بسر ہو ظلم در ظلم تو یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے یا لڑکی کیلئے اپنی قوم میں رشتہ نہیں ملتا تو والدین اور بہن بھائیوں کو یہ تو گوارا ہے کہ یہ لڑکا اور لڑکی یونہی بے نکاحی اور غیر فطری زندگی گزارے مگر یہ ممکن نہیں کہ غیر قوم میں اس کا نکاح کر دیا جائے ہر آدمی اپنے قرب و جوار میں، محلے میں اور شہر میں نظر دوڑائے تو اس کو بہت سے گھروں میں ایسے مرد اور عورتیں نظر آئینگے کہ جن کے بال تو سفید ہو گئے مگر غیر قوم میں والدین نے ان کا رشتہ نہیں کیا، کیا یہ اولاد کے ساتھ خیر خواہی ہے یا ظلم؟ یاد رکھئے فرمان خداوندی ہے کہ "ہم نے تمہارے خاندان اور مختلف قبیلے اس لئے بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو" (القرآن) کہیں بھی قرآن وحدیث میں نہ صراحۃً نہ اشارۃً یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنی قوم میں رشتے کرو اور غیر قوموں میں رشتے نہ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی حکیم

اور مہربان ذات ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے جذبات کی رعایت رکھی ہے چنانچہ نکاح کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایافانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ الخ کہ تمہیں جو رشتہ اچھا لگے اس سے نکاح کرو اس آیت میں خاندان یا برادری کی کوئی شرط نہیں رکھی گئی، بلکہ انسان کی پسند کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر اس جگہ اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب ہے کہ پسند سے مراد یہ نہیں کہ پہلے سے لڑکا لڑکی آپس میں تعلقات استوار کرلیں اور عشق ومحبت کا کارنامہ سرانجام دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر مختلف رشتے سامنے آئے ہیں تو ان میں سے جو بہتر ہو اس کو منتخب کیا جائے اگر والدین اولاد کیلئے رشتہ منتخب کریں تو اولاد سے بھی رائے لے لینی چاہئے اس لئے کہ آپس میں زندگی ان کو گزارنی ہے دوسرا یہ کہ قرآن مجید میں نعمت نکاح کا جو فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ''شوہر کو بیوی کے ساتھ رہ کر سکون حاصل ہو۔ (چنانچہ فرمان خداوندی ہے ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها الخ) (پارہ نمبر ۲۱) یہ فائدہ بھی جب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب نکاح کے معاملہ میں قومیت کا جمود اور قومیت سرپرستی کا جنون ہی نہ ہو اور بوقت نکاح اولاد کی رائے بھی شامل ہو، بلاشبہ والدین کے اولاد پر بے شمار حقوق ہیں مگر نکاح کے معاملہ میں اولاد پر زبردستی کرنا اور ان کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور کرنا بھی درست نہیں اس لئے کہ نکاح کرنا کوئی گاجر مولی کا سودا نہیں کہ جیسے چاہے کر دو یہ تو ساری زندگی کا مسئلہ ہے اس میں اگر زبردستی روا رکھی گئی تو کل کو طلاق کی نوبت بھی پیش آسکتی ہے اور خاندانی اختلاف وانتشار بھی پیدا ہوسکتا ہے قرآن مجید کی سابقہ دو آیتوں کے علاوہ اگر ذخیرہ احادیث کی طرف یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور اسلاف کے طرز عمل کی طرف نظر دوڑائی جائے تو اس کی روشنی میں بھی یہی سبق ملتا ہے کہ نکاح کرنے کیلئے خاندان یا برادری کا لحاظ ضروری نہیں بلکہ میاں بیوی کی ہم آہنگی اور ان کی مصلحت کا لحاظ کرنا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کی ایک تیسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وانکحو الایامی منکم الخ۔

یعنی تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف نکاح کرانے کا حکم فرمایا ہے قومیت وغیرہ کی طرح شرط عائد

نہیں کی ، پس مذکورہ بالا تینوں آیتیں اس دعوے کے ثبوت کیلئے کافی ہیں کہ نکاح کیلئے قومیت کا ہونا ضروری نہیں لہٰذا اگر کسی کو اپنی قوم میں رشتہ میسر نہ آیا ہو تو اس کو دوسری قوم میں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ، غیر قوم میں نکاح نہ کرنا یہ بھی قومیت پرستی کا نتیجہ ہے۔ (شمارہ نمبر 36)

بیوی کیسی ہونی چاہئے؟

حسی خواہشات میں سب سے زیادہ خواہش عورتوں کی ہوتی ہے۔

آدمی کسی عورت کو اچھے کپڑے میں دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میری بیوی سے زیادہ خوبصورت ہے یا اپنے تصور میں خوبصورت عورت کو لاتا ہے تو اس وقت صرف ان کے حسن ہی کا تصور کر پاتا ہے اس لئے ان سے نکاح کی کوشش شروع کر دیتا ہے (اور اگر باندی ہو تو) باندی بنانا چاہتا ہے لیکن جب مراد پوری ہو جاتی ہے (یعنی نکاح کر لیتا ہے) تو پھر اس کی نظر بیوی کے عیوب پر پڑنے لگتی ہے اس لئے جلد ہی اکتا کر دوسری کی طلب میں لگ جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ بظاہر اپنی خواہشات کا حصول کبھی اپنے اندر بڑی مشقتیں بھی رکھتا ہے مثلاً یہ کہ دوسری بیوی دیندار نہ ہو یا بے وقوف ہو یا اس کو شوہر سے محبت نہ ہو سکے یا گھر کے انتظام کا سلیقہ نہ رکھتی ہو کیونکہ ان سب صورتوں میں جتنا حاصل کیا اس سے زیادہ تو فوت ہو جائے گا۔

یہی شہوت کا دھوکہ ہے جس نے زنا کاروں کو زنا میں مبتلا کر دیا اس لئے کہ وہ عورتوں کے پاس اس وقت میں بیٹھتے ہیں جبکہ ان کے عیوب پوشیدہ اور ان کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تو اس وقت ان کو اس عورت سے لذت ملتی ہے پھر (جب عیوب ظاہر ہوتے ہیں تو) دوسری کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ''ولستم بآخذیه الا ان تغمضوا فیه'' دنیا کی عورتوں میں جو خاص عیب ہے اس کا اشارہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔

''ولهم فیها ازواج مطهرة'' کہ اہل جنت کو جنت میں نہایت پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔

(معلوم ہوا کہ دنیا میں عورتیں اس قدر پاکیزہ نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان میں کچھ ظاہری گندگی اور کچھ باطنی عیوب ہوتے ہیں تب ہی تو جنت کی بیویوں کا یہ خاص وصف بیان کیا

جارہا ہے جبکہ غیرت دار شخص میل سے بھی نفرت کرتا ہے اور باطنی عیب سے بھی لہٰذا ایسی بیوی پر قناعت کرو جس کے باطن میں دینداری ہو اور ظاہر میں پردے کا اہتمام اور قناعت پسندی ہو تا کہ خوشگوار اور پرسکون زندگی گذرے۔ (شمارہ نمبر 35)

ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنایئے

نکاح خاندان کی بنیاد ہے اگر نکاح نہ ہو تو نہ خاندان وجود میں آئیں اور نہ ہی انسانی ماحول ومعاشرہ بن سکے اسی لئے اسلام نے بغیر شادی کے زندگی گذارنے کو اچھا نہیں کہا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہے، علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے، بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نکاح کئے اور وفات کے وقت نو ازواج موجود تھیں۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ نکاح کی ترغیب دی ہے بلکہ نکاح کے بعد ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کا حکم دیا ہے اور اس کے اصول اور طریقے بھی بتائے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے (ترجمہ) ''اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔'' (سورۃ النساء:۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور ارشادات وتعلیمات میں ہمارے لئے کامل رہنمائی موجود ہے چنانچہ آپ کے ارشادات گرامی میں سے ہے کہ: ''مومنوں میں کامل ایمان والا اپنی عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے پسندیدہ وہی ہیں جو اپنی عورتوں کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور ایک ارشاد یہ ہے کہ: ''میں اپنی ازواج کیلئے تم سب سے بہتر ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کتنا حسن اخلاق اور خوش اسلوبی سے رہتے تھے اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے لگایئے آپؓ فرماتی ہیں: ''مجھے جس قدر حضرت خدیجہ پر رشک ہوتا تھا وہ آپ کی کسی اور بیوی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت سے ان کو یاد کرتے تھے، ان کے ساتھ انس ومحبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ یاد آجاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرمادیتے۔

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ میں بازی لگائی تو میں جیت گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئی پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ کے مقابلہ میں مجھ سے آگے آگئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ اس پہلی جیت کا بدلہ ہے اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں چند حبشی نوجوان (نیزہ بازی) کھیل رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! کیا تم ان حبشی کھلاڑیوں کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر خود کھڑے ہو گئے اور میں آ کر آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کندھا مبارک اور کان مبارک کے درمیان سر کر کے دیکھتی رہی، آپ ؓ فرماتی ہیں اس دن لوگوں کا یہ جملہ مجھے یاد آیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم بہت عمدہ اخلاق والے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اب کافی ہے میں نے کہا یارسول اللہ! جلدی نہ کیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھڑے رہے پھر کچھ دیر بعد فرمایا اب کافی ہے میں نے کہا یارسول اللہ جلدی نہ کیجئے۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کس قدر خوش گوار اور کس قدر حسین تھی، لہٰذا آج بھی مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھیں، انتہائی حسن اخلاق کا ماحول بنائیں نہ یہ کہ ہر وقت لڑائی جھگڑا، بدمزگی اور شکوہ و شکایتوں کا معرکہ ہی گرم رہے جس کے نتیجہ میں بچوں کی تربیت خراب ہو اور خود بھی میاں بیوی دونوں ذہنی انتشار کا شکار ہو کر اپنے ہی ہاتھ سے اپنے ماحول میں جہنم کا نقشہ تیار کرتے رہیں۔

اور دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ صرف مرد پر ہی منحصر نہیں عورت کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ خندہ پیشانی، محبت اور فدائیت سے پیش آئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت کیلئے بستر پر بلائے تو عورت کو چاہئے کہ وہ ضرور آجائے اگرچہ عورت تنور پر (روٹی پکا رہی) ہو۔

بعض طبعی چیزیں ہوتی ہیں جو میاں بیوی کے آپس کے ماحول اور معاملات کو تلخ کرنے

والی ہوتی ہیں تو ان کے بارے میں بھی شریعت نے ایسی راہنمائی کی ہے کہ جس سے نفع ہی نفع ہے، مثلاً عورتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر غیرت لکھ دی ہے پس جو عورت صبر سے کام لے اس کیلئے شہید کے برابر ثواب ہے۔''

باوجود یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج تھیں مگر قربان جائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اس قدر منصفانہ اور خوشگوار تھا کہ گھر کا ماحول نہایت عمدہ اور محبتوں بھرا رہتا تھا درج ذیل واقعہ پڑھ کر غور کیجئے اور اپنے گھروں کے ماحول کا جائزہ لے کر اس کو خوشگوار بنائیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (کہ میری سوکن) حضرت سودہؓ ایک دن مجھے ملنے آئیں حضور ہم دونوں کے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ ایک گھٹنا میری گود میں اور دوسرا گھٹنا سودہ کی گود میں، میں نے اٹھ کر سودہ کیلئے کچھ حریرہ پکایا پھر سامنے لا کر رکھا میں نے کہا حریرہ کھاؤ، سودہ نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے سختی سے کہا، کھاؤ، ورنہ چہرے پر حریرہ مل دوں گی پھر بھی اس نے نہ کھایا تو میں نے پیالہ میں تھوڑا سا حریرہ لے کر چہرے پر لتھیڑا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ کی گود سے اپنا گھٹنہ میری طرف بطور انتقام کے ہٹا لیا سودہ نے پیالہ میں سے کچھ حریرہ لے کر میرے چہرہ پر مل دیا یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔

یہ واقعات ان حضرات کیلئے دعوت فکر ہیں جو گھروں میں تھانوں جیسا ماحول بنائے رکھتے ہیں اور گھر والی پر کسی قسم کی شفقت و ہنسی مزاح کو حرام سمجھتے ہیں الٹا اپنی بڑائی اور ڈھٹائی کو برقرار رکھنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو بھی غلط استعمال کرتے ہیں کہ جی حدیث میں ہے کہ ''گھر میں کوڑا لٹکائے رکھو'' حالانکہ اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو یہ سمجھتے ہیں۔

بعض لوگ بزرگی اور تقویٰ اسی میں سمجھتے ہیں کہ بیوی سے دور رہو اس کے ساتھ گھل مل کر نہ رہو یہ خیال بالکل غلط ہے ایک دفعہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنی اہلیہ کو علاج کیلئے کہیں لے گئے ایک صاحب نے دیکھا تو حضرت کے ایک مرید سے کہا تمہارا عجیب پیر ہے کہ بیوی کے ساتھ جا رہا تھا پیر تو ہمارا ہے کہ اس نے چالیس سال سے عورت کی شکل ہی نہیں دیکھی۔

یہ غلط خیال ہے بزرگی، سنت اور اسلام سے ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں، دیکھئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کی گود میں ہے اس سے معلوم ہوا اپنی بیوی کے ساتھ تعلقات انتہائی محبت بھرے

ہونے چاہئیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی ازدواجی زندگی خوشگوار بنادے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 34)

سیدنا جُلیبیب رضی اللہ عنہ کا نکاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتے کا پیغام بھجوایا، ایک انصاری گھرانے کو، کس کے لیے؟ ایک ایسے شخص کیلئے جو قد کے چھوٹے اور رنگ کے کالے تھے انہوں نے خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میں تو ایک بے قیمت سا آدمی ہوں کھوٹا سکہ کون قبول کرتا ہے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم کھرے ہو، کھوٹے نہیں ہو، اس لئے کہ وہ شخص ایمان کی دولت سے مالا مال تھا ادھر لڑکی نہ صرف یہ کہ نو عمر اور کنواری تھی بلکہ خوبرو اور خوش وضع بھی۔ بچیوں کیلئے ماں باپ سے بڑھ کر خیر خواہ کون ہوسکتا ہے؟ پھر اسلام میں کفایت کا مسئلہ بھی تو موجود ہے، لڑکی کے ماں باپ کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، لیکن لڑکی کے کانوں میں کہیں بھنک پڑ گئی تو اس نے رواجی شرم وحیاء کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے والدین سے کہا: آپ لوگ یہ نہ دیکھیں کہ پیغام کس کے لیے آیا ہے؟ یہ دیکھیں کہ بھجوانے والا کون ہے؟ ہمارے آقا جس چیز کو ہمارے لئے پسند فرماتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر ہم اپنی تمناؤں اور پسند کو قربان کرتے ہیں عزیمت کی راہ پر چلنے والے رخصتوں کا سہارا نہیں لیا کرتے، اس طرح انصاری دوشیزہ نے اپنے ایمان کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر قربان ہو جانے کا ثبوت دے، اس نیک بخت کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی گہرائیوں سے اس کے حق میں دعاء فرمائی اور یوں حضرت جلیبیبؓ کا رشتہ ہوگیا بعد میں وہ خاتون، دعاء کی برکت سے بڑی ہی خوش حال اور فراخ دست ثابت ہوئیں، تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جلیبیبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے، آگے لڑائی میں حصہ لیا تو شہید ہوگئے لڑائی کا غبار چھٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تمہارا کوئی آدمی گم ہے؟ انہوں نے کہا جی حضور! فلاں فلاں، کچھ وقفے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا صحابہؓ نے پھر کچھ نام گنوا دیئے، تیسری مرتبہ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو جواب ملا اب کوئی نہیں سب مل گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر مجھے جلبیب نہیں مل رہا تم لوگ اسے میدان میں تلاش کرو، انہوں نے چل پھر اسے ڈھونڈا تو وہ اس حالت میں ملے کہ اس کے پاس سات مشرکین کی لاشیں پڑی تھیں اور خود بھی شہادت کا رتبہ پا چکے تھے، جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موقعہ پر تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا سات مشرکین کو مار کر پھر خود شہید ہو گیا ہے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا، هذا منی و انا منه یہ میرا ہے اور میں اس کا پھر آپ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا، ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ماله سریر غیر ساعدی النبی صلی الله علیه وسلم (استیعاب ص ۱۰۰ ج ۱) یعنی اس کی میت کو اٹھانے کیلئے کوئی چارپائی نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو ہی اس کے لئے چارپائی بنے اس کے بعد اس کے لئے قبر کھودی گئی اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے قبر میں اتار دیا۔ایک عاشق نامراد، اپنی بدنصیبی کا رونا یوں روتا ہے۔

مری نماز جنازہ آ کے پڑھی غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

مگر جلبیب کیسے خوش نصیب غلام ہیں کہ آقا خود ان کی نعش کو اٹھائے پھرتے ہیں ۔فھنیئاً له۔(کاروان جنت)

شادی کہاں کریں؟

فرمایا، ماں باپ اپنی مرضی کے رشتے کر کے اپنی انا کو راضی کر لیتے ہیں مگر دیندار بچوں کے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات دیندار بچوں کو تو سولی پر لٹکا دیتے ہیں بیٹا عالم مگر بیوی جاہل فیشن پرست، بیٹی عالمہ مگر داماد پرلے درجے کا بے عمل، کاش کہ ماں باپ دینی نظر سے رشتے پسند کرتے، اس لئے ہمیں حدیث شریف کو

مدنظر رکھنا چاہئے، شادی حسن دیکھ کر کی جاتی ہے یا خاندان دیکھ کر، یا مال پیسہ دیکھ کر شادی کی جاتی ہے، یا دینداری دیکھ کر شادی کی جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دینداری دیکھ کر شادی کیا کرو۔ (مجالس فقیر) (شمارہ نمبر 36)

قومیت پرستی آخر کیوں؟

رشتہ کرتے وقت قومیت نہیں اولاد کا فائدہ مدنظر رکھنا:

بہت سی روایات واحادیث میں بطور ترغیب کے بیوی کے مختلف اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ بیوی کیسی ہونی چاہئے اور اس میں کون کون سی صفات ہونی چاہئے مگر کہیں بھی صراحۃً یا اشارۃً یہ حکم نہیں دیا گیا کہ بیوی اپنے ہی خاندان اور برادری کی ہو اور کسی دوسری مسلمان قوم کی نہ ہو اگر چہ خاندان میں نکاح کرنا بہتر ہے بشرطیکہ مناسب رشتہ مل جائے اگر کسی کو خاندان میں رشتہ نہ ملتا یا ملتا تو ہے مگر مناسب اور قابل اعتماد نہیں تو پھر بجائے بغیر شادی کے رہنے کے کسی دوسری قوم میں نکاح کر لینا چاہئے چنانچہ ذیل میں چند روایات اسی مضمون کی نقل کی جاتی ہیں جن سے آپ بآسانی یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ اپنی قوم کے علاوہ کسی دوسری قوم میں مناسب اور اچھا رشتہ ہو تو وہ کر لینا جائز بلکہ دنیا وآخرت کے اعتبار سے بہتر ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ساری کی ساری نفع کی چیز ہے لیکن بہترین نفع مند نیک بیوی ہے (مشکوٰۃ ص ۲۶۷ ج ۲) اس حدیث میں نیک بیوی کو نفع مند قرار دیا گیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ اپنی ہی برادری اور قوم کی ہو، بلکہ نیک بیوی خواہ کسے باشد نفع مند چیز ہے۔

(۲) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو شوہر سے بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا (رواہ ابوداؤد) اس حدیث میں زیادہ بچے جننے والی سے نکاح کی ترغیب تو ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ بعض خاندانوں میں بچے کم پیدا ہوتے ہیں اور بعض میں زیادہ ہوتے ہیں تو حدیث مذکور میں زیادہ بچے جننے والی کی ترغیب دی ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے اپنے خاندان میں کم بچے

پیدا ہوتے ہیں تو اس کیلئے دوسرے خاندان میں بھی نکاح جائز ہوگا۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ حالت میں جا کر ملے اس کو چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے یعنی مملوکہ باندیوں سے نکاح نہ کرے۔ (مشکوٰۃ ص۲۶۸ج۲)

اس روایت کے پیش نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی کو اپنے خاندان میں مناسب رشتہ نہیں ملتا اور دوسری قوم میں ملتا ہے تو اس کو اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ دوسری قوم میں رشتہ کرلے تاکہ نکاح کے ذریعہ خود کو بدنظری اور بدکاری سے محفوظ کرلے اور جب دنیا سے رخصت ہو تو اللہ کے حضور پیش ہو تو پاکیزہ ہو جیسا کہ مذکورہ حدیث میں آیا ہے اگر اس کو غیر قوم میں رشتہ نہ ہو سکا یا اپنی قوم میں اس کا رشتہ تو کیا گیا مگر اس میں اس کے فائدے کو مدنظر رکھنے کی بجائے قومیت کو مدنظر رکھا گیا تو پھر اس شخص کا گناہ سے بچنا مشکل ہوگا اس لئے کہ اگر تو رشتہ بالکل نہ ہوا نہ قوم میں نہ غیروں میں پھر تو گناہ کا غالب احتمال ہے اور اگر رشتہ تو ہو گیا تھا مگر اس میں قومیت کا تحفظ تھا اور اس کے فائدے کا خیال نہیں کیا گیا تھا تو پھر بیوی کی طرف عدم رجحان کا احتمال ہے اور اگر رشتہ تو ہو گیا تھا مگر اس میں قومیت کا تحفظ تھا اور اس کے فائدے کا خیال نہیں کیا گیا تھا تو بیوی کی طرف عدم رجحان کا احتمال ہے جس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ شخص غیر عورتوں کی طرف نظریں اٹھائے گا لہٰذا رشتہ کرتے وقت قومیت کی بجائے لڑکا اور لڑکی کا فائدہ مدنظر رکھنا ضروری ہے تاکہ ان کی زندگی خوش وخرم اور گناہوں سے بچتے ہوئے گزرے اور وہ پاکیزہ حالت میں اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کرلیا اس کو چاہئے کہ باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔ (مشکوٰۃ) انسان عموماً دو چیزوں کی وجہ سے گناہ کرتا ہے ایک شرمگاہ کی وجہ سے دوسرے پیٹ کی وجہ سے نکاح کے ذریعہ شرمگاہ کی حفاظت ہو جاتی ہے اس لئے آدھا دین بچ گیا اور باقی آدھا پیٹ کے متعلق ہے اس میں آدمی کو چاہئے کہ حلال رزق حاصل کرے اور نکاح کے ذریعہ سے آدھا دین بھی جب ہی محفوظ ہوگا جبکہ والدین اپنی اولاد کا نکاح کرتے وقت ان کی مصلحت کو اور رضا کو مدنظر رکھیں گے اگر کسی

باپ یا ماں نے اپنے بھائی بہن کو راضی کرنے کیلئے اور برادری کو خوش کرنے کیلئے اولاد کی مرضی کے بغیر زبردستی اس کا نکاح کر دیا تو پھر یہ احتمال ہے کہ نکاح کے ذریعہ آدھا دین محفوظ ہونے والا غیر محفوظ ہو جائے گا۔ (شمارہ نمبر 39)

طلاق......ضروری مسائل

بعض دفعہ نکاح کے بعد طبعی کمزوریاں جیسے جسمانی اور جنسی قوت کا فقدان، معاش کی تنگی، مزاج کی ناموافقت اور دوسرے اسباب ومحرکات کی وجہ سے نکاح کے حقیقی منافع سے آدمی محروم رہتا ہے، اس کی اچھائیوں اور بھلائیوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور بجائے آپس میں الفت ومحبت، صلہ رحمی اور ہمدردی کے بغض وعداوت، دشمنی اور کینہ سوزی جیسے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور زندگی وبال بن جاتی ہے اور اس طرح ازدواجی زندگی کا اتحاد و اتفاق اور اس کے تمام تر مصالح برباد ہو کر رہ جاتے ہیں اس سنگین اور پیچیدہ موقع پر جدائیگی کی شدید ضرورت پڑتی ہے اسلام نے ایسے ہی موقع پر قانون طلاق کا استعمال جائز قرار دیا ہے تا کہ دونوں الگ الگ رہ کر کامیاب زندگی گذار سکیں۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب موقع پر ضرورت کے وقت طلاق دی ہے۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۷، کنز العمال ص ۷۰۷ ج ۱۳ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دی، مصنف ص ۴۹۱ ج ۷ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون سے نکاح کیا جب وہ خاتون آپ کے پاس آئی تو کہنے لگی میں آپ سے پناہ چاہتی ہوں تو آپ نے اس کو طلاق دے دی (یعنی اس خاتون نے یہ اظہار کیا کہ میں آپ کے نکاح میں نہیں رہنا چاہتی)۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے بھی ضرورت پڑنے پر اس قانون کا استعمال کیا ہے۔ السنن الکبری للبیہقی ص ۳۲۲ ج ۷ میں ہے۔ حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری ایک بیوی تھی جو مجھے پسند تھی لیکن میرے والد حضرت عمرؓ اسے پسند نہ کرتے تھے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دو میں نے طلاق نہ دی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کی تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ طلاق دے دو تو میں نے طلاق دے دی۔ (یقیناً حضرت عمرؓ کے ناپسند کرنے کی کوئی شرعی وجہ ضرور ہوگی اسی لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عمرؓ کی تائید فرمائی حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ نے بہشتی زیور کے آخر میں اس کی تفصیل ذکر کی ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے) اس سے پتہ چلتا ہے کہ طلاق اگرچہ فی نفسہ اچھی چیز نہیں ہے مگر جہاں ضرورت ہو وہاں ضروری بھی ہے آج کل بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ پورا خاندانی نظام تباہ و برباد کر بیٹھتے ہیں مگر کہتے ہیں طلاق نہیں دیئی حالانکہ اگر وہ موقع پر طلاق کا حق استعمال کرتے تو اتنی بڑی تباہی سے بچ جاتے اسی طرح بعض لوگ ہیں کہ بیوی ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی طبیعت ایک دوسرے کے موافق نہیں ہے اور خاوند بھی قطعاً اسے اپنے گھر نہیں رکھنا چاہتا مگر طلاق بھی نہیں دیتا یہ بھی سخت گناہ ہے قرآن کریم نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری ہے۔ ذیل میں ہم طلاق کے بعض احکام ذکر کرتے ہیں تاکہ عوام الناس کو طلاق کے بارے میں شرعی تعلیمات وقوانین کا علم ہو اور وہ اس قانون کے استعمال میں کوئی غلطی نہ کریں شرعی تعلیمات سے ناواقفی کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض لوگ معمولی سی بات پر غصہ میں آکر بیوی کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور پھر بعد میں مارے مارے پھرتے ہیں کہ جی واپسی کی کوئی صورت ہو جائے حالانکہ اپنی تباہی کا سامان وہ خود کر چکے ہوتے ہیں۔

دارالافتاء دارالعلوم کبیر والا سے طلاق کے متعلق بعض احکام کی وضاحت ذیل میں قارئین کیلئے وہ احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔ کن مواقع پر طلاق دینا بُرا اور قبیح ہے:

(۱) ایسی عورت جس سے خاوند ہمبستری کر چکا ہو اس کو حیض ونفاس کی حالت میں طلاق ممنوع ہے اگر دے دی تو ہو جائے گی لیکن ایسی عورت جس سے نکاح تو ہوا ہے مگر ہمبستری نہیں ہوئی اس کو حیض ونفاس کی حالت میں طلاق دینا برا نہیں۔ جائز ہے۔

(۲) ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینا ممنوع ہے۔ لیکن اگر دے دی تو واقع ہو جائے گی۔

(۳) ایک ہی طُہر میں متفرق طور پر تین طلاقیں دینا برا ہے۔ اگر دے دی تو واقع ہو جائے گی۔

(۴) ایسے طُہر میں ایک طلاق دینا جس میں بیوی سے صحبت کر چکا ہے۔

کب طلاق دینا ضروری ہے:

شوہر پراس وقت طلاق دیناواجب ہے جبکہ بیوی کے ساتھ اچھے طور پر رہنا ممکن نہ ہو جیسے شوہر نامرد ہو یا خرچہ دینے پر قادر نہ ہو وغیرہ۔

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

شرعی طریقہ یہ ہے کہ آدمی ایک طلاق دے اور ایسے طُہر میں دے جس میں صحبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑے رکھے نہ صحبت کرے نہ طلاق دے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے، طلاق دینے کا یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔

کن صورتوں میں رجوع یا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے:

(۱) اگر بیوی کے ساتھ صحبت کی ہو پھر اس کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دے تو عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اور طلاق رجعی کا مطلب ہے کہ صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دینا مثلاً یوں کہا کہ ''میں نے تجھے طلاق دی'' ''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا ہے۔

(۲) اگر بیوی سے ہمبستری کی ہو پھر طلاق بائن دی تو عدت کے اندر اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کرسکتا ہے طلاق بائن کا مطلب ہے کنائی الفاظ سے طلاق دینا مثلاً یہ کہنا کہ مجھ سے فارغ ہے، تو مجھ سے علیحدہ ہے۔

(۳) اگر بیوی کو رخصتی سے پہلے طلاق دی تو رجوع درست نہیں البتہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے بشرطیکہ ایک لفظ سے تین طلاق نہ دی ہوں۔

(۴) اگر بیوی کو رخصتی سے پہلے تین متفرق طور پر یا دو طلاق متفرق طور پر دیں تو اب بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

مطلقہ اور بیوہ عورت سے نکاح بھی سنت ہے

آج کل ہمارے معاشرے میں دیگر برائیوں کی طرح ایک یہ برائی بھی پھیلی ہوئی

ہے کہ مطلقہ عورت سے نکاح کرنے کیلئے کوئی شخص آمادہ نہیں ہوتا اور نہ طلاق دینے والے شخص کو کوئی رشتہ دینے کیلئے تیار ہوتا ہے اور مطلقہ عورت پر بدگمانی کی جاتی ہے کہ پتہ نہیں اس میں کیا عیب ہوگا؟ آخر کوئی تو غلطی تھی کہ اس کو طلاق ملی ہے۔بس اس بدگمانی کے نتیجہ میں اس کو کوئی پسند نہیں کرتا حالانکہ کیا معلوم درحقیقت مطلقہ کا سرِ مو بھی قصور نہ ہو اسی طرح طلاق دینے والے کو بھی کوئی رشتہ نہیں دیتا یہ سوچ کر کہ اس نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی ہے پتہ نہیں اس کا مزاج کیسا ہے؟ آباد کرے گا یا نہیں؟ اس طرح کی بدگمانی کی وجہ سے طلاق دینے والا بھی مطلقہ عورت کو بھی ہمیشہ بے نکاحی زندگی گزارنے پر مجبور رہتے ہیں جس میں ان کو نہ جانے کن کن تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بالخصوص جب ان میں سے کسی کے ساتھ دو، ایک چھوٹے بچے بھی ہوں تب تو ان کی زندگی ان کے لئے وبال جان بن کر رہ جاتی ہے اور یہ سب کچھ ان کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے ہوا ہے حالانکہ قرآن مجید میں بدگمانی کو گناہ فرمایا گیا ہے اس لئے طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ کے رشتہ کا مسئلہ ہو تو محض بدگمانی کی بنیاد پر مسترد نہیں کرنا چاہئے بلکہ رشتہ کر لینا چاہئے یہی شریعت مطہرہ کی تعلیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اس لئے کہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تھا جن کو حضرت زید بن حارثہ نے طلاق دی تھی لہٰذا بوقت ضرورت مطلقہ عورت اور بیوہ عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ سنت سمجھ کر کر لینا چاہئے۔ ہاں واقعی کوئی اہم وجہ ہو تو پھر احتیاط بہتر ہے۔ (شمارہ نمبر 30)

ہنسی کی طلاق بھی طلاق ہے

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہنسی کے طور پر کرنا اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق، دوسرے عتاق (یعنی غلام یا باندی کی آزادی)، تیسرے نکاح۔

اور ایک حدیث میں یہ تین چیزیں ایک نکاح دوسرے طلاق اور تیسرے رجعت (یعنی طلاق کے بعد رجوع) یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو قصد وارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا برابر ہے۔ (درس قرآن) (شمارہ نمبر 28)

عیب گوئی سے پرہیز

حضرت ملاعلی قاری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ایک بزرگ نے کہا کہ میرا اپنی بیوی کوطلاق دینے کا ارادہ ہے آپ سے سوال ہوا کہ کیوں طلاق دینا چاہتے ہیں؟

فرمایا: میں اپنی بیوی کے عیب کیسے ذکر کروں، جب انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو سوال ہوا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہیں رہی اب بتلاؤ کہ طلاق کیوں دی؟

فرمایا کہ کسی اجنبی عورت کے عیب کیوں ذکر کروں؟ (جواہر پارے)

ماہ محرم میں نکاح

ماہ محرم سے اسلامی ہجری کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ اور یہ مہینہ چھ متصل قابل احترام مہینوں (رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ) میں چھٹا ہے جسکے احترام کیلئے اس کا نام (محرم) ہی کافی ہے اسکا احترام یہ نہیں ہے کہ ہم سوگ منانے بیٹھ جائیں اور شادی بیاہ پر پابندی لگادیں۔ شادی کی تیاری ہوجانے پر صرف اسلئے رک جانا کہ آگے دو ماہ (محرم وصفر) گذر جائیں گے تو شادی ہوسکے گی یہ غیر شرعی انتظار اور بلاوجہ تاخیر ہے جو اپنے عقائد کی خرابی کی طرف دھکیل رہی ہے عورت کیلئے اپنے خاوند کی وفات پر صرف اتنا سوگ ہے کہ بن سنور کر نہ پھرے چار ماہ دس دن تک۔ یہ نہیں کہ چار ماہ ماتم ہی کرتی رہے۔ اسکے علاوہ گھروں میں جس کی وفات بھی ہو سوگ صرف تین دن تک ہوتا ہے۔ اس لئے ماہ محرم کو سوگ کا مہینہ کہنا غیر شرعی بات ہے۔

دوسری طرف اس بات کا خیال فرمائیں کہ شادی بیاہ زندگی میں عموماً ایک مرتبہ ہوتا ہے اس کے لئے آدمی کو برکت والا مہینہ برکت والا دن (دس محرم یا جمعہ کا دن) برکت والا وقت اور نکاح خوان کیلئے بزرگ شخصیت کی تلاش ہوتی ہے۔ افسوس کہ ہم خود برکت والے آئے ہوئے مہینہ کو بجائے غنیمت سمجھنے کے ضائع کردیتے ہیں۔

فضیلت نکاح

بعض روایات میں نکاح کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آدمی جتنا بھی متقی پرہیزگار ہو مگر نکاح کے بغیر ایمان کامل نہیں۔ اسلئے یہ فضیلت جلد حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

برکت نکاح

حدیث شریف کے مطابق سب سے کم خرچ والا نکاح سب سے زیادہ برکت والا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ گنجائش سے زیادہ خرچ کرنا مناسب نہیں بالخصوص رسومات سے بچ کر بیاہ ہوگا تو اس میں برکت ہی برکت ہے۔

فوائد نکاح:۔ انسان مرد ہو یا عورت نکاح سے باوقار بنتا ہے فطری تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ غیر فطری تقاضوں سے بچنا آسان ہوتا ہے۔ ایمان کی سلامتی کا بہت بڑا اور بہت مؤثر ذریعہ نکاح ہے۔ امت محمدیہ کی بڑھوتری کی سعادت ملتی ہے۔ بدنگاہی سے بچنے کا بہترین علاج ہو جاتا ہے۔ ثواب ملتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح سے متعلق مصروفیات اپنانا نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ مثلاً بیوی کے ساتھ ملنا اور بچوں سے بات چیت وغیرہ شامل ہے۔ رزق حلال کمانے کا فریضہ بھی شادی کی بدولت پورا ہوتا ہے بیوی آدمی کا انتہائی قریب دوست اور زندگی بھر کیلئے مشیرہ (مشورہ دینے والی) ہوتی ہے۔ نیک اولاد آٹومیٹک صدقہ جاریہ ہوتی ہے اور یہ صدقہ بغیر نکاح کے ممکن نہیں۔

شادی نہ کرنے پر سخت وعیدیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نکاح سے اعراض کرے یعنی بلاوجہ شادی نہ کرے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں میرا طریقہ تو نکاح کرنا ہے۔ اس جگہ حدیث میں فلیس منی فرمایا باقی جگہ ذخیرہ احادیث میں فلیس منا آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے نکاحے رہنا شریعت میں بہت ناپسند ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے پوچھا شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا شرعی لونڈی ہے اس نے کہا نہیں فرمایا شادی کی گنجائش ہے؟ اس نے کہا جی ہاں پھر آپ نے فرمایا کہ تم شیطان کے بھائی ہو اور فرمایا کہ ہماری سنت نکاح کرنا ہے۔ تم میں بدترین آدمی وہ ہیں جو بے نکاح ہوں اور تمہارے مردوں میں سب سے گھٹیا وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے۔ (تفسیر مظہری) (شمارہ نمبر 54)

والدین کے حقوق وفرائض

والدین کا مقام ومرتبہ
مثالی والدین
اولاد کی تربیت کے زریں اُصول
والدین کی خدمت کا انعام
والدین کی نافرمانی کی سزا

والدین کی خدمت میں جنت

الجنۃ تحت اقدام الابوین۔ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔

گھر بیٹھے حج مقبول کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ ماں باپ کا فرمانبردار اور اپنے والدین کی طرف رحمت والفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے ایک حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا خواہ ہر روز ہر بار دیکھے، فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑا اور پاک ہے۔

نقد سزا:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے اللہ جو گناہ چاہے گا معاف فرما دے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کیونکہ زندگی میں مرنے سے پہلے ہی ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے قیامت پر اس کے عذاب یا مغفرت کو ٹال دیتا ہے، سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا تو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں فوراً دے دیتا ہے۔ (مظہری)

جہاد سے افضل عمل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ بہتر سلوک، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ (بخاری و مسلم) (والدین کی فرمانبرداری جہاد سے بھی افضل ہے)

عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لئے روانگی کی اجازت طلب کی تو فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش

کر، یعنی ان کی عزت وتکریم اور خدمت و بجا آوری احکام میں مشغول رہ۔ (بخاری ومسلم)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اللہ سے اجر پانے کے لئے تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا ہاں دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر فرمایا اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا نعم (ہاں) فرمایا اپنے والدین کے پاس چلا جا، ان کو خوش رکھ، ان کی خدمت کر (یعنی ہجرت اور جہاد سے ان کی خدمت بہتر ہے)(مسلم)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور عرض کیا مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن قدرت نہیں ہے یعنی سامان جہاد نہیں ہے تو فرمایا کہ ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے عرض کیا ہاں، ماں زندہ ہے تو ارشاد فرمایا اللہ کی رضا کیلئے ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب تم یہ کام کرلو گے تو پھر حاجی ہو، عمرہ کرنے والے بھی ہو اور مجاہد بھی ہو یعنی جب والدہ کا دامن ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کے باعث خوشی ومسرت سے بھر دو گے تو تمہیں اتنا ثواب مل جائے گا جیسا کہ تم نے حج بھی کیا عمرہ بھی کیا اور جہاد بھی کیا۔

طلحہ بن معاویہؓ فرماتے ہیں میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ ہے، فرمایا، تیری ماں زندہ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا اس کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے جنت ان کے نیچے ہے۔ (طبرانی) یعنی اس کی اطاعت وخدمت میں ہمہ تن منہمک ہو جا کہ یہی کام دخول جنت کا سبب ہے (مطلب یہ ہے کہ جہاد تو تم جنت کے حصول کے لئے کرتے ہو وہ تو تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو دور کیوں جاتے ہو ان کی خدمت کرو اس کو راضی رکھو، اسے خوش کرو جنت مل جائے گی۔ (ترہیب وترغیب)

دنیا میں آپ جس کو دیکھیں کہ وہ دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے مالا مال ہے تو یقین کرلیں کہ والدین کی اس کو دعائیں ہیں اے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ (دینی دسترخوان) (شمارہ نمبر 32)

والدین کی ذمہ داریاں

پہلی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اس کو نہلائیں اور کپڑے پہنائیں۔

دوسری ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ پیدائش کے پہلے گھنٹہ میں کسی نیک آدمی سے یا خود بچہ کا والد بسم اللہ پڑھ کر بچہ کی تحنيك (گھٹی) کریں۔

تیسری ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان (آہستہ) اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔

چوتھی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کا اچھا بامعنی نام رکھیں۔

پانچویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ ساتوں دن بچہ کے سر کے بال کٹوا دیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر سونے یا چاندی کی قیمت (اپنی حیثیت دیکھ کر) خیرات کر دیں۔

چھٹی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بشرطیکہ گنجائش (بغیر قرض پکڑے) بیٹا ہو تو دو بکرے یا دو بکریاں یا ایک بکرا اور ایک بکری اسی طرح دنبے یا چھترے جو قربانی کو لگ سکتے ہوں۔ عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ بیٹی ہو تو ایک بکرا یا بکری وغیرہ کرنا مسنون ہے۔

ساتویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بیٹا ہو تو اس کی طبیعت اجازت دے تو ساتویں دن اس کا ختنہ کرنا بھی سنت ہے۔

آٹھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر ناک منہ نہ چڑھانا اور دل سے خوش رہنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ پیٹ مبارک ہے جس سے پہلے بچی پیدا ہو (معارف القرآن مفتی اعظم) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ بیٹیوں کو معیوب نہ سمجھیں اور بیٹوں کو بیٹیوں پر ایسی یا اتنی ترجیح نہ دیں کہ بچیاں محسوس کریں جو بیٹے کو لے کر دیں بیٹی کو بھی اس کے مناسب کوئی چیز لے کر دینی چاہئے۔

نویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ کے سامنے اس کے جاگتے ہوئے میاں بیوی حق زوجیت سے مکمل اجتناب رکھیں۔ کیونکہ بچہ اگرچہ چھوٹا برعکس اپنے اندر جما لیتا ہے۔ جس سے اس کی تربیت میں زہر آلود تیر لگتا ہے۔

دسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ سن شعور (سمجھ بوجھ کی عمر) کو پہنچ جائے تو اس کی دینی تعلیم وتربیت کا بندوست کیا جائے۔

گیارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچے پانچ سال کے ہو جائیں تو فتنہ کے زمانہ کی وجہ سے احتیاطاً لڑکے، لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ سلائیں۔

بارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچے تو نماز سکھائیں۔

تیرھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ سب بچوں کی مکمل دیکھ بھال رکھا کریں بالخصوص بچوں کی والدہ غلط کاموں یا غلط باتوں میں بچوں کو دیکھیں تو فوراً خود بھی ڈانٹیں اور والد کو بھی ضرور آگاہ کریں اس میں ہرگز نرمی نہ برتیں۔ غلط دوستیوں اور بری صحبت کے قریب بھی بچوں کو نہ جانے دیں۔ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ اور لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کریں اس کی مکمل نگرانی رکھنی ہے۔

چودھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں ناغہ ہرگز نہ ہونے دیں۔

پندرھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کی غذا اور آرام کا خاص خیال رکھیں کہ اس سے صحت پر بہت اثر پڑتا ہے۔

سولھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جس جگہ بھی تعلیم کے لئے بھیجا ہے اس کی مکمل معلومات رکھیں کہ کیسا چل رہا ہے کتنے عرصے میں بچہ نے کیا پڑھا ہے۔

سترھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کے میل جول کے ڈر سے اوران کی تعلیم کے حرج کے خطرہ سے ماں باپ کو ادھر ادھر سفر میں کم جانا چاہئے۔ اگر جائیں تو بچوں کو اکیلے یا لڑکوں کے پاس چھوڑ کر نہ جانا چاہئے پیچھے مکمل نگرانی کا انتظام کر کے جانا چاہئے۔

اٹھارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کو وقتاً فوقتاً بزرگوں یا علماء کے پاس دعا کیلئے لے جاتے رہنا چاہئے اور خود بھی ہر فرض نماز کے بعد ہر بچہ بچی کا نام لے کر دعا کرنی چاہئے۔

انیسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ میاں بیوی کو خود بھی گناہوں سے بچنا چاہئے اور الٹے سیدھے کام نہ کرنے چاہئے تاکہ بچوں میں اثر منتقل نہ ہو۔

بیسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ اولاد کے ساتھ ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک رکھنا چاہئے بے جا سختی نہ کرنی چاہئے خصوصاً یہ کہنا کہ گھر سے نکل جاؤ یا یہ کام کرو چیز دینگے اگر چیز نہ دی تو جھوٹ کا گناہ ہوگا اور غلط کام یا غلط بات سنیں یا تعلیم یا غذا میں سستی دیکھیں تو طریقہ سے بچہ کو سکت کے موافق سختی ضرور کریں مگر پہلے پیار و محبت سے ضرور سمجھالیں۔

اکیسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مناسب رشتہ ملے طے کر کے اچھی جگہ شادی کر دیں۔

بائیسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کو سامان تفریح بے شک لا کر دیں مگر ٹی وی اور غیر شرعی کھلونوں سے لازمی پرہیز کریں۔ (شمارہ نمبر 25)

والدین کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں

آپ کو اللہ تعالیٰ نے والد بنا دیا ہے یہ اللہ کا آپ پر بڑا احسان ہے اس کا حق یہ ہے کہ آپ بیٹے کی ایسی تربیت کریں کہ آپ کے بیٹے کی آہ عرش تک نہ جا پہنچے بیٹے کو جو بھی ضرورت پیش آئے یا اللہ نہ کرے کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو آپ اس کی مدد کریں، اسے تسلی دیں اس کا یقین اللہ تعالیٰ سے جوڑیں اور اس کی ڈھارس بندھائیں، اسے اس بات کا احساس دلائیں کہ وہ یتیم نہیں اس کا باپ اس کی سرپرستی کے لئے موجود ہے اگر خدانخواستہ آپ غریب ہیں تو بچے کو اس کی پریشانی کے وقت یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرائیں کہ پیسے سے کچھ نہیں ہوتا، تمام مسائل اللہ تعالیٰ کے حل کرنے سے حل ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگو۔ صرف پیسوں سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے اس بات کو خوب یاد رکھیے! اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ آپ کا اور بچے کا یہ یقین بن جائے کہ مسائل اللہ تعالیٰ ہی حل کرتے ہیں، پریشانیاں اللہ تعالیٰ ہی دور کرتے ہیں، بیماری کو شفا سے اللہ تعالیٰ ہی تبدیل کرتے ہیں۔ باپ کو ہر فرد کے مقابلہ میں کئی گنا، زیادہ دلسوزی، دردمندی اور خیر خواہی کے جذبات سے معمور اور تلخ کلامی سے اور سخت بیانی سے اتنا ہی دور اور نفور ہونا چاہئے جتنا مشرق کو مغرب سے کیونکہ مثالی باپ اپنی منزل کہکشاں سے ہو کر نہیں کانٹوں اور پتھروں سے گزر کر حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں کوئی بچہ مگر پیدا کیا جاتا ہے فطرت اسلام پر پھر ماں باپ اس کے اس کو یہودی یا نصرانی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سفید پیدا کرتے ہیں۔ لوگ اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔) (شمارہ نمبر ۶)

ذیل میں بچے کی نگہداشت، ذہنی وجسمانی صحت اور شخصیت میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ایسے اصول درج کر رہے ہیں جو کہ ماں باپ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔

۱۔ بچے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں۔

۲۔ بچے کا لباس ہلکا پھلکا، ڈھیلا ڈھالا، صاف اور آرام دہ ہونا بہت ضروری ہے۔

۳۔ موسم کے مطابق بچے کے لباس کا انتخاب کریں۔

۴۔ ہمیشہ ہلکے رنگ پسند کریں کیونکہ جس طرح بچے نرم ونازک ہوتے ہیں اس لحاظ سے ان کے لئے رنگ بھی نرم وملائم ہی مناسب رہتے ہیں۔

۵۔ بچے سے کبھی چیخ کر بات نہ کریں بلکہ نہایت دھیمے لہجے میں آہستہ اور آسان بات کریں۔

۶۔ بچے میں احساس ذمہ داری پیدا کریں وہ اس طرح کہ اس کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کریں کہ وہ اپنی چیزوں کا خیال خود رکھے۔ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرے اس طرح اس میں لاپروائی کی عادت کم ہوگی۔ مثلاً کھانے کا تقاضہ ہے تو دسترخوان بچے سے بچھوائیں کھانے کے بعد برتن اٹھانے اور صفائی کی ترغیب دیں اس کے فوائد بیان کریں۔

۷۔ بچے کے ساتھ ہمیشہ لفظ "آپ" کے ساتھ گفتگو کریں۔

۸۔ ہر وقت کی ڈانٹ پھٹکار سے پرہیز کریں۔

۹۔ اگر بچے سے کوئی غلطی ہو جائے یا کوئی قیمتی چیز ٹوٹ جائے تو بچے کو نہایت پیار سے سمجھائیں کہ وہ آئندہ اس بات کا خیال رکھے اگر آپ مارنے یا ڈانٹنے سے کام لیں گے تو آپ کا نقصان تو ہرگز پورا نہ ہوگا بلکہ بچے کے ذہن میں آپ کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے گی۔

۱۰۔ بچے کو ہمیشہ مارنے یا ڈانٹنے سے گریز کریں کیونکہ جب آپ بچے کو ڈانٹیں گے تو ممکن ہے وہ اس ڈانٹ سننے کو اپنی عادت بنا لے اور جب آپ مار کا حربہ استعمال کریں گے تو آپ کا بچہ

ڈھیٹ ہو جائے گا، ڈھیٹ ہونے کے ساتھ ساتھ نڈر بھی ہو جائے گا اور وہ کوئی بھی نقصان دہ کام کرنے سے پہلے یہ سوچے گا کہ جو کرنا ہے کر گزرو، زیادہ سے زیادہ مار ہی پڑے گی نا''۔

۱۱۔ بچے کی ہر خواہش کو ہرگز پورا نہ کریں۔ اس طرح بچہ خودسر ہو جاتا ہے۔ ہر خواہش پوری کرنے سے بچے کی شخصیت میں صبر، ہمدردی، یکسانیت اور مل جل کر رہنے جیسے جذبات کی نفی ہو سکتی ہے۔

۱۲۔ آپ کا بچہ جو بات آپ سے کہنا چاہتا ہے، اس کی بات بھرپور توجہ سے سنیں تا کہ جواباً وہ بھی آپ کی بات توجہ سے سن سکے۔ (شمارہ نمبر 2)

تربیت اولاد

اولاد کی تربیت کا وقت:۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پیدا ہوا ہوا بچہ اسی وقت سے تربیت کے قابل بن جاتا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کے سامنے بات بھی کرو تو تہذیب و شائستگی کی کرو۔ کوئی بے جابات مت کرو۔ وہ بے جابات اس کے دل میں گھر کر جائیگی۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب چار پانچ برس کا ہوگا جب اس کو تعلیم و تربیت دیں گے ایسا نہیں ہے۔

آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی۔ جب وہ بری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔ (فضائل نماز)

تربیت اولاد کا زریں اصول

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی خواصؒ سے سنا ہے کہ معاملہ تربیت میں علماء و صالحین کی اولاد کیلئے کوئی چیز نافع نہیں جیسی پس پشت ان کیلئے دعا کرنا اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا۔

اولاد کی اصلاح کی ذمہ داری:۔ قرآن وحدیث کی رو سے ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت

بھی اس کے فرائض میں داخل ہے۔درحقیقت اس کے بغیر انسان کا خود دین پر ٹھیک ٹھیک کار بند رہنا ممکن بھی نہیں ہے۔لہٰذا اپنی اولاد اور گھر والوں کی اصلاح کی فکر بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اولاد کے نیک ہونے کیلئے اول والدین خود نیک بنیں کیونکہ والدین کا اولاد پر اثر پڑتا ہے۔

بُری صحبت سے حفاظت:۔ اپنی اولاد کو بری صحبت سے بچائیں۔کیونکہ اس دنیا میں بری صحبت جلدی اثر کرتی ہے نیک صحبت دیر میں اثر کرتی ہے۔بروں کے پاس بیٹھ کر تو اگلے ہی دن برا بن جاتا ہے۔اور نیکوں کے پاس بیٹھ کر کہیں مہینے بھر میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔اس لئے بری صحبت سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

تربیت اولاد کے چند اصول:۔ ا۔ جب بچہ کچھ بولنا شروع کر دے، اول کلمہ سکھاؤ۔جس بچہ کا بولنا ہی کلمہ سے ہوا خاتمہ بھی کلمہ پر ہی ہوگا۔

۲۔اگر لڑکی ہو اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے زیور مت پہناؤ۔بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

۳۔جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

۴۔بچوں کو عادت ڈالو کہ وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں۔اپاہج اور سست نہ ہو جائیں۔

۵۔ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جن میں خلاف شرع مضمون بیہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔۶۔جب مکتب جانے کے قابل ہو جائے اول قرآن مجید پڑھواؤ۔

۷۔جب بچہ میں کوئی خوبی ظاہر ہو۔تو خوب شاباش دو۔پیار کرو بلکہ کچھ انعام بھی دو۔اور جب بری بات دیکھو تو اول تنہائی میں سمجھاؤ۔پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا طریقہ

فرمایا کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ!

اخلاق رذیلہ جاتے رہیں　　اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں

معاصی چھوٹ جائیں　　طاعت کی توفیق ہو جاوے

غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے (کمالات اشرفیہ)(شمارہ نمبر 24)

بچوں کا تحفظ :۔حدیث شریف میں ہے کہ جب شام کا وقت ہوتو بچوں کو باہر گھومنے پھرنے سے روکو، شیاطین پھیل جاتے ہیں اور بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس آنے والی شب میں جو شر ہے فتنہ ہے اس سے بچالے اور جو خیر ہے وہ عطا فرمادے۔(مومن کے لیل ونہار شمارہ نمبر 6)

بیوی بچوں کی اصلاح وتربیت کے مجرب نسخے

ارشاد: بیوی اور اولاد کی اصلاح کے لئے ان ہدایات پر عمل کریں:

ا۔حسب صوابدید سختی سے کام لیں، سختی ہمیشہ کام نہیں کرتی، بلکہ کبھی بے محل سختی سے نفع کی بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے، اس لئے خوب غور وفکر کے بعد فیصلہ کریں کہ کس قدر سختی سے نفع کی توقع ہے، نیز یہ کہ سختی پر مرتب ہونے والے نتائج کی آپ میں کس قدر ہمت ہے۔

۲۔اپنی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دیں، اپنے اعمال درست کرنے کی فکر کریں، ظاہر و باطن شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔انسان خود نیک ہوتا ہے تو دوسروں پر اس کی بات اثر کرتی ہے، بلکہ لوگ اس کے عمل ہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

۳۔اپنی اغراض نفسانیہ میں ایثار سے کام لیں، روک ٹوک نہ کریں، ورنہ وہ یوں سمجھیں گے کہ آپ کی پوری تگ ودو اغراض نفسانیہ کے لئے ہے، دین کی دعوت محض بہانہ ہے۔

۴۔دعاء کا التزام رکھیں۔ ۵۔نرمی اور محبت سے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔

۶۔روزانہ بلاناغہ چار پانچ منٹ دل پر اثر کرنے والی کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنایا کریں، زیادہ وقت نہ لیں اور زبانی تبلیغ کی بجائے کتاب ہی پڑھیں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔اس کی کئی وجوہ ہیں۔

ا۔قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے، بالخصوص میاں بیوی کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں۔اغیار، بالخصوص اکابر اوران سے بھی بڑھ کر گزشتہ زمانہ کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ کتاب میں اس کے مصنف کی للّٰہیت واخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

۳۔ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوتی، بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے، اس لئے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبتاً آسان ہے۔

۴۔ کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے، زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے، جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

اس حقیقت پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہم جو محنت کر رہے ہیں۔ یہ محض تعمیل حکم ہے، تدابیر اور ان میں تاثیر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ.**

''برائی سے بچنے اور نیکی کی توفیق محض اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے ہے'' (جواہر الرشید) (شمارہ نمبر 8)

بچہ پر ماں کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آنے والی اولاد اور نسل کی اُستاذ، معلم اور مربی عورت جس قدر ہے، مرد نہیں ہے اور صرف معلم اور اُستاذ ہی نہیں بلکہ عموماً اس کو حیوان سے انسان بھی وہی بناتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بچہ پر ماں کے دودھ کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ماں بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اگر ماں نیک ہے تو دودھ کے ساتھ بچے کے اندر نیکی بھی جاتی ہے۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہے۔ تو دودھ کے ساتھ ساتھ فساد بھی بچہ میں سرایت کرتا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ اس بات سے ناواقف ہیں۔ معلوم ہوا کہ دودھ کا اثر بچہ پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی کسی جنگ کے موقع پر فخریہ کہتے ہیں: **انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع**

میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ کسی غلام کا بیٹا نہیں ہوں۔ اور آج دودھ کے آزمائش کا دن ہے۔ میں نے کسی باندی کا دودھ نہیں پیا ہے۔ جس کا پتہ آج میدان جنگ میں چل جائے گا۔ اگر میں نے کسی باندی کا دودھ پیا ہے تو ہار جاؤں گا۔ معلوم ہوا کہ باندی کا دودھ کوئی فضیلت پیدا نہیں کرتا۔ (خطبات احتشام ص ۹۶ ج ۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ خطابت اور قوتِ گویائی بدرجہ کمال عطا فرمائی ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات وہبی ہیں۔ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس خاتون کا دودھ پیا ہے؟ میں نے خاندان بنوسعد کی ایک نیک خاتون کا دودھ پیا ہے۔ جس کا نام حلیمہ سعدیہ ہے۔ فرمایا کہ یہ اس کے دودھ کی تاثیر ہے۔ (ص ۲۳۵ ج ۶ خطبات احتشام)

پھر جب بچہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو ماں اسے سلاتے وقت کلمہ یاد کراتی ہے۔ ماشاء اللہ، ان شاء اللہ اور سبحان اللہ وغیرہ الفاظ یاد کراتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور دوسرے نبیوں اور پیغمبروں کے حالات سناتی ہے۔ اور اسے حیوان سے انسان ہی نہیں بلکہ مسلمان بناتی ہے۔ (ص ۲۳۶ حوالا بالا)

لہٰذا تمام مسلمان ماؤں اور بہنوں سے یہی درخواست ہے کہ وہ خود بھی شریعت کا اہتمام کریں۔ کیونکہ جب آپ صالحہ ہونگی تو آپ کے اثرات سے بچہ بھی صالح بنے گا۔ دوسری بات یہ کہ بچپن سے ہی بچوں کا ذہن اسلامی بنائیں۔ دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ اگر ہم سب نے اس کا اہتمام کرلیا۔ تو انشاءاللہ ایک صالح معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ اور امن وسلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا۔ آج محبت کے جوش میں بچپن میں تو اولاد کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ جب بڑے ہو کر وہ بگڑ جاتے ہیں۔ تو کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں۔ جس کا پھر فائدہ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہنا پڑے: اکبرالہ آبادی کہتے ہیں

طفل میں خو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا تعلیم ہے سرکار کی

اولاد کی دینی تربیت کیجئے ورنہ......!

قرآن کریم میں ہے اپنے آپ کو اور اپنے اہل والوں کو آگ سے بچاؤ اور اہل

والوں میں ایک اہم رکن بچہ بھی ہے جو کہ ہماری امیدوں کا مرکز، کل کا ذمہ دار اور مستقبل کا معمار گزرا ہوا کل تو ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے وہ ہمارے لئے عبرت کا نشان، حسن عمل کا پیغام اور پھر بھی نہ سنبھلنے پر ناکامی اور رسوائی کا اعلان چھوڑ گیا ہے۔

اس لئے آج ہم نے بہتر مستقبل تیار کرنا ہے اور اس کی صورت صرف یہی ہے کہ اپنے بچوں کو سنواریں ان کی بہتر تربیت کریں انہیں اعلیٰ تعلیم وتربیت دلائیں۔ ماضی کی مثالی شخصیتوں کے نمونے ان کے سامنے رکھیں اور انہیں دین فطرت کی مستقیم شاہراہ پر گامزن کردیں کیونکہ کل کا شہری وحکمران، مقتدی وامام، تاجر وکاشتکار، مزدور وصنعتکار شاگرد واستاد، قانون ساز وقانون کا عمل دار یہی ہوگا جو آج بچہ ہے۔

اور ویسے بھی بچپن تو عمر ہی تعلیم وتربیت کی ہے۔ آج جو نقش اس کے ذہن میں بیٹھے گا کل وہ اپنے کردار سے اسی کے مطابق عمارت تعمیر کرے گا۔ آج جو بیج اس کے ذہن میں ڈالا جائے گا کل کو اس کا عمل اسی کی کھیتی اگائے گا۔ آج اس کے خیالات وتصورات میں جو بوؤ گے کل قوم اسی کو کاٹے گی۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن دیکھا کہ عید گاہ میں ایک سیٹھ آیا اور اس نے کپڑے بدل کر خود عید گاہ کی صفائی شروع کردی میں بہت حیران ہوا کہ اتنا بڑا سیٹھ ہے ظاہری شکل یہ ہے کلین شو ہے بعد میں پتہ چلا کہ اسکی بچپن کی کچھ تربیت تھانہ بھون میں ہوئی تھی اسی کا یہ اثر ہے۔

ادھر ہماری معاشرت کے یہ تقاضے ہیں اور ادھر خالق مہربان کا یہ کرم ہے کہ اس نے ہر بچہ کو کھرے سونے جیسی طبیعت بخش دی ہے کہ والدین اساتذہ اور ماحول ومعاشرہ جیسا جیسا سانچہ اس کے لئے بناتے چلے جائیں بچہ اسی کے مطابق ڈھلتا چلا جائے گا جیسا کہ حدیث پاک ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی و نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

تربیت اولاد کی اہمیت وافادیت

آنے والی نسل تو بعد کی بات ہے پہلے خود ہمیں اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کہ ہم بچپن میں

اپنی اولاد کی جیسی تربیت کریں گے وہ ہمارے بڑھاپے میں ہمارے ساتھ ویسا معاملہ کرے گی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے والد صاحب وکیل تھے اور ان کے دو بیٹے تھے ایک کو انہوں نے وکیل اور ایک کو عالم دین بنایا۔ کسی نے پوچھا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کہا کہ جب میں کچہری سے کام کر کے شام کو تھکا ہارا گھر واپس آتا ہوں تو جو بیٹا عالم دین ہے وہ خود خدمت کیلئے آتا ہے حتیٰ کہ میرے پاؤں سے جوتے خود اتارتا ہے اور دوسرا بیٹا اپنے نوکر کو بھیج دیتا ہے بس یہی فرق ہے۔

سر سید احمد خان مرحوم برصغیر میں تعلیم جدید کے گویا مجدد تھے لیکن یہ افسوسناک حقیقت بھی سنئے کہ اپنے بچوں کی تربیت دینی خطوط پر نہ کرنے کا انجام کیا ہوا؟ کہ ان کے صاجزادے سید محمود نے سر سید صاحب کو بڑھاپے کے عالم میں گھر سے نکال دیا حتیٰ کہ سر سید جب فوت ہوئے تو سید محمود اپنے بنگلے میں بیٹھا شراب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اور باپ کی تجہیز و تکفین کے لئے شہر میں چندہ ہو رہا تھا نواب محسن الملک کے عطیہ سے تجہیز و تکفین ہوئی۔

آج وقت ہے اپنی اولاد کی دینی تربیت کے لئے جتنی کوشش ہو سکتی ہے ہم کر لیں ورنہ کل افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

پھر یہ بھی سامنے رہے کہ اولاد کی دینی تربیت میں صرف یہ کافی نہیں کہ انہیں حافظ یا عالم بنا دیا جائے بلکہ ان کا تزکیہ و تربیت، اخلاقیات و معاملات ہر موضوع پر مخصوص تعلیم ضروری ہے۔ دعا کرتے رہئے کہ اے اللہ ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ آمین (شمارہ نمبر 48)

اھل و عیال کا فتنہ

حضرت ابن مسعود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی کہ یہ لوگ اس شخص کو ناداری سے عار دلائیں گے۔ اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جن کو یہ نہ اٹھا سکے گا۔ سو یہ ایسے کاموں میں گھس جاوے گا جن سے اس کا دین جاتا رہے گا پھر یہ برباد ہو جائے گا۔ (بیھقی. حیوۃ المسلمین) (شمارہ نمبر 29)

ماں اور گھر

ہر آدمی کی یہ خواہش ہے کہ اس کا گھر اس کی روح اور اس کے جسم کیلئے راحت و آرام اور سکون کا مرکز ہو۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے گھر ایسے بن چکے ہیں کہ وہاں بہت بڑی تلاش اور کوشش کے باوجود بھی راحت و سکون حاصل نہیں ہوتا۔ عموماً یہ ہے کہ گھروں میں شور ہے۔ ایک کونے سے بچوں کے لڑنے جھگڑے کی آواز آ رہی ہے، دوسری جانب سے کسی نے کوئی برتن اٹھا کر زور سے فرش پر دے مارا ہے۔ بعض دفعہ یوں لگتا ہے کہ پورے گھر پر بے سکونی و بے چینی کا آسیب آ پڑا ہے ایک طرف سے بچوں نے شور مچایا تو دوسری طرف سے ماں کو غصہ چڑھا اور تنگ آ کر بچوں پر جھپٹی اور ادھر سے باپ نے غضبناک آواز سے بچوں کو ڈانٹ پلائی۔ اس لمحہ پھر گھر کسی میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہا ہوتا ہے کہ جہاں ہر طرف سے فائرنگ بمباری ہو رہی ہے۔ گھروں کے اندرونی ماحول کی المناک صورتحال کے اسباب اور علاج پر غور کریں گے۔

اصل یہ ہے کہ گھر کے اندرونی ماحول کے مزاج کی ترکیب و بناء میں بنیادی کردار ماں کا ہوتا ہے۔ یہاں پر بچوں کی تربیت کی ابتدائی ذمہ داری ہے۔ ماں کی ذہنیت، اور اس کے رویوں کے بل بوتے پر ہی گھر کا ماحول کوئی خاص سمت اور خاص مزاج اختیار کرتا ہے ہمارے ہاں عام روش یہ ہے کہ ماں بچوں کو جھاڑنے اور ڈانٹنے کا بہانہ تلاش کر رہی ہوتی ہے۔ بچہ نے ذرا کوئی حرکت کی اور ماں فوراً چیخ و چلا کر اسے ڈانٹ پلانے لگتی ہے اس طریق کار سے بچوں میں ضد اور ڈھیٹ پن پیدا ہوتا ہے وہ شرارتوں پر اور زیادہ ضدی ہوتے ہیں اور ساتھ ہی وہ بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ اپنی ماں کے رویہ کے مطابق چیخ و چلا کر بولنے اور جھنجھلانے کی عادت بنانے لگتے ہیں اور جب ان کی یہ عادت پختہ ہوتی ہے تو پھر وہ ماں کو بھی جھاڑنے پر اسی انداز میں جواب دیتے ہیں۔ ادھر سے ماں ڈانٹتی ہے اور جواب میں بچہ بھی چیخ کر جواب دیتا ہے۔ شام کو باپ سارے دن کا تھکا ہارا راحت و آرام کے لئے گھر لوٹتا ہے تو وہ گھر کو راحت و آرام نہیں بلکہ چیخ و پکار کی مشق کا میدان پاتا ہے۔ بچے چلا رہے ہیں، ماں چیخ کر انہیں سمجھا رہی ہے نتیجہ یہ ہے کہ گھر میں قدم رکھتے ہی باپ کا بھی

بلڈ پریشر ہائی ہوجاتا ہے۔ رہی سہی کسر باپ کا غصہ پوری کر دیتا ہے۔

تو یقیناً گھر کا یہ ماحول نہ تو بچوں کے لئے بہتر تربیت کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور نہ گھر والوں کے لئے راحت وسکون کی جگہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا ہم "ماں" کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرتے ہیں کہ وہ ان کو سامنے رکھ کر اپنے طریقہ کار، بچوں کے ساتھ سلوک پر غور کرے تو ان شاء اللہ بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

(۱) بچوں کی ماں کو یہ سوچنا چاہیے کہ کیا اس کا یوں جھنجھلا جھنجھلا کر ڈانٹنا گھر کے ان مسائل کا حل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ طریقہ تو مسائل ومشکلات میں اضافہ کا باعث ہے۔

(۲) ماں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اس طرح کی ہر وقت کی طیش اس کی اپنی ذہنی اور جسمانی صحت پر کیا اثر کرتی ہے؟ یقیناً یہ طیش وغصہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ حالانکہ صحت کا درست رہنا یہ ماں کی اپنی ذات کے لئے بھی ضروری ہے اور بچوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ ان کی ماں صحت مند ہی ہو۔

(۳) ماں حکمت ودانش سے کام لے اور بچے کو زوردار ڈانٹ پلانے کی بجائے اسے خاموشی اور سکون کے ساتھ اپنے پاس بیٹھنے کو کہے۔ یہ طریقہ بچے کے لئے زیادہ اثر رکھتا ہے کیونکہ بچہ کے لئے سب سے مشکل کام یہی ہے کہ اسے آرام سے بیٹھنے کو کہا جائے۔

(۴) بچے کی توجہ کو مفید کاموں میں مصروف رکھنا چاہیے اور خود اس کے لئے کھیل کا طریقہ جگہ اور وقت متعین کر کے اسے سمجھایا جائے کہ یوں کھیلو۔ اس طرح بچوں کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور تمہیں بھی راحت ملے گی۔

(۵) جب بچوں کی کسی حرکت پر غصہ آئے اور انکو ڈانٹنے پیٹنے پر طبیعت ابھرے تو فوراً اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے کیونکہ اسلام غصہ کو روکنے کا حکم دیتا ہے البتہ شیطان غصہ کو پسند کرتا ہے لہٰذا بچہ کی کسی حرکت پر فوراً غصہ کا ابھرنا یہ شیطان کی پسند کا کام ہے فوراً اعوذ باللہ پڑھ کر پناہ مانگنی چاہیے۔

(۶) بچہ اگر فضول حرکتیں کرتا ہے تو اسے پاس بٹھا کر محبت سے سمجھاؤ، بچہ کو بتاؤ کہ ہمیں آپ سے محبت ہے، ہم آپ کی راحت وسکون چاہتے ہیں۔ جب اس طرح بچہ کو پیار سے اور محبت سے سمجھاؤ گی تو بچہ غور سے سنے گا۔ اور یہ باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ جائیں گی۔ لیکن سختی کرنے سے بچہ میں ضد پیدا ہوتی ہے اور یہی بچپن کی ضد بچہ کی عادت اور مزاج کو بگاڑ دے گی جس کی وجہ سے اس کے مستقبل کا نقصان ہوسکتا ہے۔

(۷) ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کی بعض حرکات سے نظر بھی بچائے ضروری نہیں کہ بچہ کو ہر ہر بات پر ٹوکا جائے۔ کیونکہ بعض حرکات بچہ فقط اپنی طبیعت کی غیرت کی وجہ سے دہراتا ہے۔ جب کسی کام پر اسے ٹوکا جاتا ہے تو وہی حرکت بار بار دہراتا ہے اگر اسی حرکت پر اسے نہ ٹوکا جاتا تو اسے ہرگز نہ دہراتا۔

(۸) ماں کو چاہیے کہ وہ بچہ کو جھڑکنے اور مارنے سے پہلے اپنے ضمیر کی اس ملامت پر بھی غور کرے جو بچہ کو مارنے کے بعد اپنا ضمیر خود اسے کرے گا کہ کیا یہ قدرت کے دیئے ہوئے پھول اسی لئے ہیں کہ ان سے سختی برتی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ایسی ہے کہ اس سے محبت برتی جائے اور احسن انداز سے اس کی تربیت کی جائے۔

(۹) جب بچہ کوئی شرارت کرے تو ماں فوراً اسے سزا دینے کو نہ لپکے بلکہ اسے اصلاح اور غور کا موقعہ دے۔ اسے کہے کہ میں تجھے دیکھ رہی ہوں۔ فلاں کام سے فارغ ہونے کے بعد تیرا پتہ کروں گی۔ اس سے بچہ کو اپنے کئے ہوئے کام کے بارے میں غور کرنے کا موقعہ ملے گا اور اپنی غلطی کا احساس اسکے ذہن نشین ہوگا اور ماں کی طبیعت میں بھی ٹھہراؤ آجائے گا فوری غصہ وطیش بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔

(۱۰) اے ماں: تو یہ بات ذہن میں رکھ کہ گھر ایک مملکت ہے تو اس کی ملکہ ہے اور بچے اس ملک کی رعایا ہیں جن کی ذمہ داری تجھ پر ہے اب تو ہی بتا کہ تو اپنی مملکت کو راحت وامن کا گہوارہ بنانا چاہتی ہے یا تو اسے میدان جنگ بنانا چاہتی ہے۔

اے ماں: اگر تیرا گھر بے چینی و بے سکونی کی جگہ بن گیا ہے اور وہاں ہر طرف چیخ وپکار ہے تو یہ سب تیرے اپنے رویوں کا جواب ہے۔ (شمارہ نمبر 43)

اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

تربیت اولاد کا مسئلہ جتنا اہم ہے آج کل اس میں اتنی ہی زیادہ لاپرواہی برتی جاتی ہے بچوں کی تربیت کیلئے ضروری ہے کہ ابتداء سے ہی کوشش کی جائے اخلاق، عادات، لباس، وضع قطع، نشست و برخاست غرض ہر ہر چیز میں توجہ دی جائے اور اسلامی طرز پر ڈھالنے کی کوشش کی جائے بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''اجی ابھی تو بچے ہیں بڑے ہو کر سدھر جائیں گے'' مگر یہ ان کی غلطی ہے اس لئے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ چار پانچ سال کی عمر میں بچہ میں اچھی یا بری عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں اس کے بعد اس میں کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی (اصلاح خواتین) اور تربیت اولاد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے بچے کی اچھی طرح سے تربیت کر دی جائے اس کے بعد والے بچے خود بخود اسی کے اخلاق اپناتے چلے جائیں گے، اور تربیت اولاد کیلئے ضروری ہے کہ ان کی سوسائٹی پر کڑی نظر رکھی جائے آوارہ بچوں کے ساتھ گھومنے پھرنے اور کھیل کود سے سختی سے منع کیا جائے یہ سختی بچوں کو خواہ کتنی ہی بری لگے اور اس پر وہ لاکھ بگڑیں مگر اسی میں ہی ان کا فائدہ ہے۔ اور سب سے اہم بات تربیت اولاد کیلئے یہ ہے کہ جب والد بچوں کو ان کی غلطی پر سرزنش کرے یا سزا دے تو والدہ ہرگز ہرگز آڑے نہ آئے بلکہ اگر بچوں کی کوئی غلطی ہو تو بچوں کے والد سے کہہ کر ان کی ڈانٹ ڈپٹ کرائی جائے جیسا کہ حال ہی میں ہمارے ایک بزرگ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ گزرے ہیں جو سکھر میں رہتے تھے اور ان کی آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔

حضرت کے چار صاحبزادے ہیں۔ چاروں نے ماشاء اللہ دنیوی ترقی کے ساتھ ساتھ دینی ترقی بھی خوب کی ہے چنانچہ سب سے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب ہیں جو کہ آئی اسپیشلسٹ ہیں اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ سے مجاز ہیں، پھر جناب حاجی حبیب اللہ صاحب ہیں جو کہ انجینئر ہیں یہ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ سے مجاز ہیں پھر ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب ہیں یہ جناب نصرت علی صدیقی صاحب سے مجاز ہیں اور پھر جناب ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب ہیں جن

سے احقر کی بھی کافی شناسائی ہے اور یہ سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہٗ سے منسلک ہیں ماشاء اللہ کافی متواضع اور نیک ہیں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان بچوں کی اصلاح میں ظاہری طور پر زیادہ دخل ان کی والدہ کا ہے وہ اس طرح کہ میں تو سارا دن مطب میں ہوتا تھا جب شام کو گھر جاتا تو بچوں کی والدہ مجھے سارا دن کی رپورٹ دیتی تھیں کہ آج فلاں بچے نے یہ غلطی کی ہے تو پھر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو اس طرح بچوں کی تربیت ہوتی چلی گئی واقعی حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر والدین کی طرف سے بچوں کی سرزنش ہوتی رہے اور ان کی غلطیوں کو درگزر کرنے یا ان پر پردہ پوشی کرنے کی بجائے فوراً سرزنش کی جائے تو انشاء اللہ بچوں کی تربیت میں جلد فائدہ نظر آئے گا اور بچوں کی اچھی تربیت سے معاشرے کی اصلاح بھی ہوگی کیونکہ یہی آج کے بچے کل معاشرے کے افراد بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 28)

اولاد کے شرعی حقوق

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جتنے احسانات اور انعامات کئے ہیں انکو شمار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ان میں اولاد کا عطا کرنا ایک خاص احسان ہے تو احسان کا شکر ادا کرنا انتہائی لازم ہے اور حقیقی شکر یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اسی کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔ تو اولاد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت خاص ہے اس کے پیدا ہوتے ہی والدین پر تقریباً پندرہ حقوق لازمی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے تو امید ہے اولاد کی تمام ذمہ داریوں سے والدین بری الذمہ ہو کر مخدوم بن جائیں گے۔ (۱) لڑکا ہو یا لڑکی، ان کی پیدائش پر برابر کی خوشی کا اظہار ہونا چاہیے۔ لڑکی کی پیدائش پر چہرہ پر غمی کے آثار کفرانِ نعمت نہ بن جائیں۔ (۲) اذان و اقامت کا بندوبست کیا جائے۔ (۳) تحنیک کرائی جائے۔ کھجور یا کوئی میٹھی چیز کسی نیک بندے سے چبوا کر بچے کے تالو وغیرہ پر مل لی جائے۔ (۴) سر منڈوا کر اتنی ہم وزن چاندی اللہ کی راہ میں خرچ کر کے غریبوں کی امداد اور سخاوت کا مادہ پیدا کیا جائے۔ (۵) اچھا نام رکھا جائے، صحابہ و صحابیات، صالح بزرگ اور اسلامی جرنیل

مجاہدین کے نام کی نسبت کی جائے۔(۶) اگر توفیق ہو تو عقیقہ ضرور کیا جائے جو مصائب و آفات سے دفاع کا سبب بھی ہے۔(۷) ختنہ کرانا۔(۸) شعور پکڑتے ہی اللہ تعالیٰ کا نام کلمہ وغیرہ سکھایا جائے۔(۹) اچھے آداب کی ترغیب دی جائے اور خود انکے سامنے سنت پر عمل کیا جائے کھانے میں پینے میں۔السلام علیکم کہنا وغیرہ۔(۱۰) سات سال کا ہو تو نماز کی ترغیب وغیرہ دی جائے۔(۱۱) صفائی پسند بنایا جائے۔(۱۲) اچھے بچوں سے دوستی کا ماحول بنایا جائے۔(۱۳) قرآن وسنت کی تعلیم والے اچھے مدرسہ وغیرہ میں اس اہم ترین ذمہ داری کو نبھانا انتہا کی ضروری ہے۔(۱۴) باہر کے ماحول پر کڑی نظر رکھی جائے۔کہ کہیں غلط سوسائٹی میں پھنس کر بگاڑ کا شکار نہ ہو۔(۱۵) اچھے اور دینی ماحول اور تعلیم یافتہ گھرانے میں شادی کر کے رزق حلال کا بندوبست کیا جائے۔ (شمارہ نمبر 48)

''ماں'' ہو تو ایسی......

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کی والدہ ماجدہؒ کا تربیتی خط اپنے عظیم بیٹے کے نام جو آج کی خواتین کیلئے ایک نصیحت ہے

عزیزی علی سلمہٗ دعا:۔تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا، روز انتظار کرتی ہوں، مجبوراً خود لکھتی ہوں جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

عبدالعلی کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا، مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی، عبدالعلی سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ''علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں۔جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں'' میں نے کہا، تم روکتے نہیں، کہا ''بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں، مگر وہ نہیں خیال کرتے'' اس سے سخت تشویش ہوئی، اول تو تمہاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت، جس سے اندیشہ ہو۔

علی! مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہو گے، مگر خلاف امید تم کسی کے کہنے میں آ گئے اور اتنی محنت گوارا کر لی، خیر، بہتر جو کچھ تم نے کیا، یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ استخارہ کر لیا ہو۔مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی

منظور ہے، علی! دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی والوں سے کیا امید، بجز عبدالعلی اور طلحہ کے تیسری مثال نہ پاؤ گے، علی! اگرچہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کررہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہے اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بالکل بیکار سمجھتی ہوں، خاص کر اس وقت میں نہیں معلوم کیا ہو اور کس علم کی ضرورت ہو، اس وقت میں البتہ ضرورت تھی۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے جو محروم ہے، وہ چیز حاصل کرنا چاہئے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کرسکتا، جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں، آرزو میں دل مٹ رہا ہے مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے، علی! تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سبھوں پر نظر کرو جنہوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحب اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان وشوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔

یہ مرتبے کیسے حاصل ہوسکتے ہیں، انگریزی مرتبے والے تمہارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے۔ مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں اس وقت بہت ضرورت ہے ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی! اگر میرے سوا اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کر سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخرو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔

میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ تم کو ہمت اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کی اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں ان مرتبوں پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے۔

علی! ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو۔ اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط لازم رکھو، جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی رائے سے خریدو، باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمہاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں برباد نہ ہوں گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بے حد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو۔

قرض کبھی نہ لو، ہو تو خرچ کرو، ورنہ صبر کرو، طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمہارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں جھیلی ہیں، اس وقت کی تکلیف باعث فخر سمجھو، جو ضرورت ہو ہمیں لکھو، میں جس طرح ممکن ہوگا، پورا کروں گی، خدا مالک ہے، مگر قرض نہ لینا۔ یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے، اگر وفائے وعدہ کر سکو تو کوئی حرج نہیں۔

صحابہؓ نے قرض لیا ہے، مگر ادا کر دیا ہے ہم کون چیز ہیں علی! یہ بھی تمہاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکتا، ان شاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہی تیار کر بھیجوں گی اطمینان رکھو۔ بہت جلد خیریت سے اطلاع دو، اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار گزری، ان شاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہنے کی اور تمہارا کلام پُر اثر اور خدا کی خوش ورضا مندی کے قابل ہو آمین۔ **اللھم افضل ماتوتی عبادک الصالحین** باقی خیریت ہے، تم خدا کی رحمت میں رہو تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔ تمہاری والدہ (مثالی خواتین) (شمارہ نمبر 18)

والدین ایک عظیم نعمت

بے غرض محبت: والدین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔ انسانی رشتوں میں والدین ہی ایسی ہستی ہیں جن کی محبت اولاد کیلئے بے غرض ہوتی ہے۔ اپنی زندگی میں ہر طرح کی تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کر کے اپنی اولاد کو ہر طرح راحت پہنچاتے ہیں۔ جبکہ اولاد اکثر اپنے والدین کے حقوق سے بے پرواہی کرتی ہے۔ جب والدین یا ان میں کوئی ایک دنیا سے چل بستا ہے تو انسان حسرت وافسوس کرتا ہے جبکہ ان کی زندگی میں عام طور پر ان سے بے توجہی برتی جاتی ہے۔

تین کے بغیر تین عمل مقبول نہیں:

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں تین آیتیں ایسی ہیں کہ ایک کے بغیر دوسری پر عمل قابل قبول نہیں۔ واقیموا الصلوة واتوا الزکوة. زکوۃ کے بغیر نماز اور نماز کے بغیر زکوۃ مقبول نہیں۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول. اللہ کے بغیر رسول اور رسول کے بغیر اللہ کی اطاعت نا قابل قبول ہے۔ ان اشکرلی ولو الدیک.

اللہ کے بغیر والدین کا اور والدین کے بغیر اللہ کا شکر مقبول نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر کر (تنبیہ الغافلین ص ۸۷) پس معلوم ہوا کہ اللہ کا شکر تب قابل قبول ہوگا جب وہ والدین کا شکر ادا کرے۔

والدین کے حقوق:

والدین کے سامنے زور سے بولنا۔ ان کو نام سے پکارنا، ان کے آگے چلنا خلاف ادب ہے۔ ان کو کسی طرح ایذا پہنچانا حرام ہے۔ حتی الوسع ان کی راحت کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کی خلاف طبیعت باتوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

مرنے کے حقوق:

والدین کی دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کیلئے ایصال ثواب کرنا ان کے دوستوں سے محبت سے پیش آنا اور ان کی وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے۔

والدین کے ساتھ ایک حسن سلوک:

حضرت اقدس ڈاکٹر مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ مشورتاً فرماتے تھے ''میں اپنے قلبی ذوق سے ایک بات کہتا ہوں کہ اپنے عمر بھر کے اعمال حسنہ (نوافلہ) کا اجر وثواب والدین کی روح کو بخش دیا جائے۔ پھر بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ اب بھی حق ادا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کو مظہر ربوبیت بنایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اسمیں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہیں۔ کہ اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۸)

ایک دعاء

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعاء پڑھے۔

الحمد لله رب العلمين رب السموت ورب الارض رب العلمين وله الكبرياء في السموت والارض وهو العزيز الحكيم. لله الحمد رب السموت ورب الارض رب العلمين وله العظمة في السمٰوات والارض وهو العزيز الحكيم. هو الملك رب السموت ورب الارض ورب العلمين. وله النور في السموت والارض وهو العزيز الحكيم.

اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ ''یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے'' اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ (حوالہ بالا)

قبر کی زیارت:

ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اسکی مغفرت کی جائے گی اور وہ فرماں برداروں میں شمار ہوگا۔ (حوالہ بالا)

اولاد کیلئے لمحہ فکریہ:

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کیلئے استغفار کرے، اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا۔ ان کیلئے استغفار بھی نہیں کرتا تو نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی قدر و منزلت پہچاننے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (شمارہ نمبر 45)

لڑکیوں کی پرورش اور ان پر اجر و ثواب

آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی۔کفار مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے''لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔یہی حال آج امت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا نہیں ملتا۔ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے۔یا اسکا شوہر اسکو اچھی طرح رکھتا نہ ہو ایسی حالت میں بچاری کہاں جائے گی۔اپنے ماں باپ اور بھائی بھی اسکے نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اس کے ساتھ بیٹی جیسا سلوک نہیں کرتے۔اس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ارے اس بیچاری کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں ان کو تو خیال کرنا چاہئے۔تعجب ہے کہ وہ بھی نہیں خیال کرتے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو اچھی طرح پالا،تربیت کی،شادی کی اس کے لئے جنت ہے۔ایک حدیث شریف۔میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے؟(یعنی مال کہاں خرچ کروں)حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اس وجہ سے کہ بیوہ ہوگئی اس کا شوہر مر گیا،یا اس وجہ سے کہ اسکے شوہر نے اسکو چھوڑ دیا یا طلاق دے دی۔اب ایسے حالات میں ماں،باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں۔باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنی رزاقیت پر یقین کامل نصیب فرمائیں۔آمین (شمارہ نمبر 43)

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ

حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی کے بارے میں ارشاد فرمایئے وہ کیا ہے آپ نے فرمایا۔

(۱) اگر آپ کے والدین نے قسم کھائی تھی تو اسے پورا نہ کرنا۔

(۲) ان کے فرمان پر توجہ نہ دینا اور ان کی اطاعت نہ کرنا۔

(۳) اگر وہ کوئی چیز مانگیں تو انہیں نہ دینا۔

(۴) اگر وہ امانت رکھیں تو اس میں خیانت کرنا۔

اصحاب اعراف اور اعراف کی حقیقت

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا اعراف کسے کہتے ہیں اور اصحاب اعراف کون لوگ ہیں۔

آپ نے فرمایا اعراف ایک اونچی جگہ ہے جو دیوار یا پہاڑ کی مانند ہے اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ اسے اعراف اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے جنت اور دوزخ دیکھی جاسکتی ہے اس مقام پر درخت پھل اور نہریں، چشمے بھی ہیں اور اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جو اس میں ہونگے یہ لوگ جہاد کے لئے گئے تھے۔ لیکن اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر اور وہاں قتل ہو گئے۔ ان لوگوں کو جہاد کا قتل دوزخ سے بچالے گا لیکن ماں باپ کی نافرمانی جنت میں جانے نہیں دے گی۔ اس طرح جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ دوزخ اور جنت کے درمیان لٹکتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بتاؤں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ عرض کیا گیا ہاں فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ (بخاری و مسلم)

اس پر غور کیجئے کہ شرک اور والدین کی نافرمانی کے جرم کو کس طرح اکٹھا کر کے بیان فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اف سے کم تر کوئی لفظ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی منع کر دیتا۔ اب نافرمانی جو چاہے کرے۔ اپنے اسی جرم کی وجہ سے وہ جنت میں نہ جائے گا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں احتیاط کرنے والا اور والدین کے

ساتھ نیکی کرنے والا جنت میں جائے گا اور دوزخ سے ضرور بچ جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گناہ اللہ تعالیٰ موخر کرتا جاتا ہے اور قیامت کے دن تک اس گناہ کی سزا میں ڈھیل دے سکتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی ایسا جرم ہے کہ اس کے مجرم کو قیامت سے پہلے دنیا میں ہی سزا ملنا شروع ہو جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو اس پر جو باپ کو گالی دے اور جو ماں کو گالی دے۔ والدین کی نافرمانی پر اتنی سخت وعیدیں کیوں نہ وارد ہوں جبکہ والدین حق تعالیٰ کی ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کا ثانی نہیں۔ والدین کی محبت اپنی اولاد سے بغیر کی غرض کے ہے۔ والدہ کی مشقتیں اور تکالیف کو اگر سامنے رکھا جائے تو پوری زندگی بھی اگر اس کے پاؤں دھو کر پیتا رہے تب بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی ماں کو اٹھائے حرم شریف میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کیا میں نے اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کر دیا فرمایا یہ تو اس کے احسانات میں سے ایک کے برابر بھی نہیں لیکن تو نے ایک بہت بڑی نیکی کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تجھے اس تھوڑے سے عمل پر زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ والدہ کا حق والد کی نسبت تین درجہ زیادہ ہے۔ والدہ کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔

میری آنکھوں کا قطرہ تیری محبت کی نشانی ہے　　تو دیکھے تو موتی ہے لوگ دیکھیں تو پانی ہے

والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کیجئے

اے بچیو! ماں باپ کی خدمت اچھی طرح سے کرو۔ انہیں کسی وقت تکلیف نہ دو۔ کھانا خواہش کے مطابق اور وقت پر حاضر کرو۔ جو کچھ کہیں اسے دل سے سنو اگر وہ کسی کام میں مشغول ہوں تو انہیں پریشان نہ کرو اور وقت پر جس کھانے پینے کے عادی ہوں انہیں لا کے دو، ایک بات بار بار نہ کہو، ان کے کپڑے وغیرہ ٹھیک رکھو۔ اگر بدلنے کی ضرورت پڑے تو فوراً لا کے دو۔ پانی، صابن، تولیہ یہ سب مہیا کرو ان کی جگہ اور بستر صاف رکھو۔ ان سے کبھی تنگ دل نہ ہو۔ ہر وقت حاضر رہو۔ کسی وقت اگر خفا ہوں تو آنکھیں چار نہ کرو، ان کی وہ محنتیں جو تمہارے ساتھ کی ہیں یاد رکھو۔ ان پر احسان نہ رکھو۔ اپنی ضرورتیں خود پوری کرو۔ ضروریات،

کاغذ، قلم، رنگ، سوئی، دھاگہ، ریشم وغیرہ سب تمہارے ہاتھوں سے مہیا رہیں۔ اگر یہ سب سامان تمہارے پاس موجود ہوں، اس وقت تم سمجھ سکتی ہو کہ ہاں! ہمیں کچھ آتا ہے۔ ورنہ تمہارا یہ خیال باطل ہوگا مجھے پہلے یہ چاہیے کہ تمہارے ان عیبوں کی اصلاح کروں جو فطری نہیں بلکہ عارضی ہیں۔ اگرچہ تمہارے والدین کو ان کی طرف توجہ نہیں مگر ایک روز یہ بے توجہی رنگ لائے گی۔ تمہاری بداخلاقی، لاپروائی، کاہلی اور خودغرضی، آرام طلبی، بے ادبی، بخل و تمکنت، یہی وہ عیب ہیں جو ابھی تمہیں معلوم نہیں ہوتے مگر جوں جوں سن بڑھے گا، تمہارے حق میں ظاہر ہوتے جائیں گے، پھر نہ تمہارا کوئی عزیز ہوگا، نہ کوئی غیر۔ عقل موقع پر راہ بتانے والی ہوگی۔ شرم تمہیں برے کاموں سے روکے گی۔ ہر جگہ یہ خوبیاں تمہارا ساتھ دیں گی، تم کبھی ذلیل نہ ہوگی۔ تمہیں کوئی برائی نہ پہنچا سکے گا۔ جو مشکل تم پر پڑے گی تو خدا کے حکم سے آسان ہو جائے گی۔ نظام عالم کا دارومدار عقل پر ہے۔ جتنی دانائی جسے خدا نے دی ہے اتنی ہی خوبی کے ساتھ وہ کام کرتا ہے، ہر عمارت کا استحکام وانہدام عقل کی کمی بیشی پر موقوف ہے۔

اے بچیو! اپنے بزرگوں کو دیکھو اور ان سے عقل سیکھو اور ان ہی کی پیروی کرو، شرم وحیا اور عقل ودانش سے بہرہ ور ہو کر دین ودنیا کی فلاح وبہبود حاصل کرو۔ عزت اور فخر وخوبی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرو۔ جب تمہارے سامنے کسی قسم کی اچھی یا بری مثالیں نہ پیش کی جائیں اور گذشتہ زمانے کے حالات وطرز معاشرت اور تعلیم وتربیت کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھایا جائے اور جس وقت تک لڑکیوں کے انداز واضح الفاظ میں نہ ظاہر کئے جائیں تم ہرگز نہیں سمجھ سکتیں اور نہ وہ باتیں پیدا کر سکتی ہو جو دراصل انسانیت کے جوہر ہیں، نہ اپنے عیبوں کی تلافی کر سکتی ہو۔ یہ تمہیں معلوم ہے کہ کون کون سے جوہر بے بہا تم سے مفقود ہیں اور کیا کیا مفید باتیں تم سے معدوم ہو رہی ہیں۔ اور کن کن خوبیوں سے تمہاری ذات محروم ہے نہیں کیونکہ تم بالکل ناتجربہ کار ہو۔ کسی کی تعلیم وتربیت کا اثر تم پر پڑا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے والدین تم سے خوش ہیں یا ناخوش۔

والدین کی اپنی اولاد سے بے توجہی کا نتیجہ

اب خود والدین اپنی اولاد کے تابعدار وناز بردار ہیں۔ یہ ان کو تعلیم نہ دینے کا اثر ہے۔

بجائے تعلیم کے ان سے بے فکر رہتے ہیں جو ماں باپ اولاد سے بے فکر رہیں گے آپ محکوم اوران کو حاکم بنائینگے۔ان کی ہر خواہش پوری کریں گے انہیں ہر طرح کا اختیار دیں گے ان کی خوشی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں گے۔ ان کی دل شکنی منظور نہ کریں، بری بھلی باتیں نہ سمجھائیں گے۔ پھر وہ کیونکر ان کے قبضہ میں آسکتی ہے۔ لامحالہ ان کی یہی حالت ہوگی جو اس وقت دیکھنے میں آرہی ہے عام طور پر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب لڑکیاں نہایت آزاد اور بے خوف ہورہی ہیں، جو چاہتی ہیں کرگزرتی ہیں، نہ والدین کا ڈر، نہ خدا کا خوف، نہ دنیا کی شرم، نہ عزت کا پاس نہ غیرت کا لحاظ، یہ بھی نہیں جانتیں کہ غیرت اور شرم کہاں کی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ اس کی قدر ومنزلت کیا ہے؟ مروت ومحبت کی راہ بھول گئیں، شرم وحیا کے راستہ سے بہک گئیں اب گویا اتنا خیال ہی نہیں ہے کہ کس راستہ سے ہم آئے ہیں اور کہاں جارہے ہیں؟ نیک صحبتوں سے واقفیت نہیں، تفریح کی شائق، سیر وسیاحت پر قربان، قصہ کہانیوں پر نثار، قرآن وحدیث سے بیزار، اوامر سے غافل، نواہی پر مائل، دروغ گو، عیب جو، دوستوں کی دشمن، دشمنوں کی دوست، تیز مزاج، ملتون، جس کی جو وضع دیکھی پسند کرلی جو راہ چاہی اختیار کرلی، نہ پابندی شریعت نہ پاس ادب، نہ اسلامی حمیت، نہ آئندہ کی خبر، نہ انجام پر نظر، نہ برے بھلے کی پہچان اپنے پرائے کی تمیز نہیں، برا بھلا عزت وذلت، شریف ورذیل، آقا و غلام، امیر وفقیر، بہار وخزاں، رنج وراحت، شرم وبے حیائی، علم وجہل، اندھیرا اجالا، بصارت و بے نگاہی، عذاب وثواب، گویا سب سے واسطہ توڑ آئیں۔

شرم وحجاب

اپنے رشتہ کے بھائیوں سے اس طرح پیش آؤ گویا پردہ ہی کرتی ہو، کبھی ان سے آنکھ ملا کر مخاطب نہ ہو، کوئی کام اپنا بنایا ہوا دوسروں کو نہ دکھاؤ، ہنسی مذاق نہ کرو، اگر وہ چھیڑیں تو تم مخاطب نہ ہو بلکہ تمہیں ناگوار ہو، ایسے برتاؤ رکھو جس سے بظاہر غیرت پائی جائے۔اس کا بھی خیال رکھو کہ تمہارا نام لے کر کوئی زور سے پکارے کہ باہر والے تمہارے نام سے واقف ہو جائیں تمہیں خبر بھی نہ ہو، گھر میں کسی کو بلا کر نہ بٹھاؤ، ان کا راگ نہ سنو، ہر بات کی احتیاط رکھو،

اپنے کپڑے، اپنی وضع وہ رکھو جو تمہیں زیبا ہو، بوڑھی بن کر نہ رہو، کسی کی بات میں دخل نہ دو، آنکھیں چار کر کے باتیں نہ بناؤ۔ پان تمباکو کو کھا کر منہ لال نہ کرو۔ یہ لڑکیوں کو نا زیبا ہے۔ شرم کے ساتھ اٹھو بیٹھو، سر نہ کھلے، ادھر ادھر دیکھتی نہ چلو، کھلی جگہ نہ بیٹھو، تاک جھانک سے باز آؤ، بدنامی سے بچتی رہو نہ تو بد ہو نہ بدنام ہو، بری بات جلد مشہور ہوتی ہے، کسی لڑکے کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (خیر النساء بہتر: والدہ ماجدہ مفکر اسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ) (شمارہ نمبر 48)

والدین کی بد دُعا سے بچیئے

سرورِ کونین، ساقی کوثر، تاجدار مدینہ، فخر دو عالم، آمنہ کے دُرِ یتیم، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تین دعائیں مقبول ہیں، جن کی مقبولیت میں ذرا بھی شبہ نہیں مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور ماں باپ کی دعا (اپنی اولاد کیلئے)۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق تین دعائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں، ان کے قبول ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(۱) مظلوم کی دعاء (۲) مسافر کی دعاء (۳) ماں باپ کی دعاء

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کی روشنی میں افسوس ہے ان والدین پر جو ذرا ذرا سی بات پر اپنی اولاد کو کوستے اور بددعاء دیتے ہیں اور ان کا مستقبل خود ہی تاریک بنایا کرتے ہیں، جب بعد میں یہ بددعاء اپنا اثر دکھاتی ہے اور ان کو اپنی اولاد دینی ودنیاوی طور پر تباہ حال نظر آتی ہے تو پھر آنسو بہاتے ہیں لیکن اب آنسو بہانے کا کیا فائدہ؟

مثل مشہور ہے کہ: اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حدیث مستدرک میں ہے: لعن الله العاق لوالديه

یعنی جو اپنے ماں باپ کو ستائے اللہ اس پر لعنت کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اُس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا جس نے اپنے والد کو تیز نظر سے دیکھا۔

علامہ زمخشریؒ بہت بڑے عالم دین گزرے ہیں ان کی مشہور تفسیر "کشاف" ہے ان سے متعلق کتابوں میں واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ان کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا جب علامہ مذکورہ سے

پاؤں کے کٹ جانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ماں کی بددعاء کا نتیجہ ہے کہنے لگے کہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میں نے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی، اور اس کے پاؤں میں دھاگہ باندھ دیا جس کی وجہ سے ننھی منی چڑیا کا نازک پاؤں کٹ گیا یہ دیکھ کر میری والدہ ماجدہ بہت متاثر ہوئیں اور ان کی زبان سے یہ بددعاء نکل گئی کہ ''جس طرح تو نے اس ننھی منی چڑیا کا پاؤں کاٹا ہے اسی طرح تیرا پاؤں کاٹا جائے۔'' فرمانے لگے کہ یہ اس بددعاء کا اثر ہے۔

اس واقعہ کی روشنی میں والدین کو چاہئے کہ اپنی بددعاؤں سے معصوم اولاد کو محفوظ و مامون رکھیں حالت غصہ میں کوئی ایسی بات زبان کے قریب بھی نہ لائیں کہ وہ اولاد کے حق میں تباہ کن یا رسوا کن ثابت ہو۔

حدیث مبارکہ میں جریج کا واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک بہت بڑے بزرگ اور عابد شب زندہ دار تھے انہوں نے ایک الگ تھلگ اپنے لئے عبادت گاہ تعمیر کر رکھی تھی جس میں رات دن عبادت میں مشغول رہتے تھے ایک دن نوافل ادا کر رہے تھے کہ ان کی والدہ محترمہ آ پہنچیں، ماں نے نام لے کر پکارا، انہوں نے سن بھی لیا اور جان بھی لیا کہ والدہ محترمہ پکار رہی ہیں مگر عبادت میں مشغولی کے باعث خاموش رہے ان کی ماں نے حسب دستور تین مرتبہ صدا دی جب جواب نہ ملا تو غصہ میں آ کر فرمایا کہ:

(اللھم لا تمتہ حتی ینظر الی وجوہ الزانیات)

(اے اللہ! جب تک یہ زنا کار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اس کو موت نہ دینا)

یہ کہا اور واپس لوٹ گئی، خدا کی قدرت کہ یہ بددعاء اس بزرگ پر پڑ کر رہی ایک مشہور حسینہ ان کے پیچھے پڑ گئی، مگر اللہ تعالٰی نے ان کو اس کے شر سے ہر طرح سے محفوظ رکھا، ایک دن اس نے ایک چرواہے سے منہ کالا کروایا اور اس کو حمل ٹھہر گیا جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا الزام اس عابد درویش کے ذمہ لگا دیا لوگوں نے بھی اس بات پر یقین کر لیا اور اس غریب کے گرجا میں گھس آئے اسے خوب مارا اور بالآخر اس کے گرجا کو مسمار کر دیا اس درویش خدا نے پوچھا کہ او پاگلو! معاملہ کیا ہے؟

اُن کو بتایا گیا کہ فلاں زانیہ عورت کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس عورت کا کہنا ہے کہ یہ

تمہارا ہے اس درویش خدا نے کہا کہ بچہ کو لے آؤ نوزائیدہ بچہ لایا گیا جو ابھی چند دنوں کا تھا جریج بزرگ نے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ اس بچہ کو قوت گویائی عطا ہوئی اس نے کہا "چرواہا" یہ سن کو مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا انہوں نے معافی مانگی اور کہا ہم آپ کو سونے کا گرجا بنا کر دیتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں جیسا تھا ویسا بنادو۔

الادب المفرد میں لکھا ہے کہ زانیہ کا نام سن کر بزرگ مسکرا دیئے بعد میں لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ محترمہ والدہ کی بددعاء کا اثر ہے اور کچھ نہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ غصہ کی حالت میں جو بات ماں کی زبان سے نکلی وہ عبادت گزار بیٹے پر اثر کر رہی۔ ہے اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ صرف والدہ ماجدہ کی بددعاء کا اثر ہے۔(شمارہ نمبر 9)

کیا والدین مرحومین کا اتنا بھی حق نہیں؟

اگر آپ اپنے والدین کے لئے روزانہ صبح یا کسی نماز کے بعد صرف تین دفعہ سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد آخر تک) پڑھ لیا کریں تو صرف تین سیکنڈ میں ان کو ایک قرآن پاک کا ثواب مل جائے گا۔ کیا یہ سودا سستا نہیں ہے؟

کیونکہ حدیث پاک میں ہے سورۂ اخلاص تہائی قرآن کریم کے برابر ہے اور تین بار پڑھنے سے مکمل قرآن کا ثواب ہے۔(بخاری و کنز العمال صفحہ ۵۸۵ ج ۱)

والدین خواہ زندہ ہی کیوں نہ ہوں تب بھی آپ اس کا معمول بنا سکتے ہیں بلکہ اگر والدین کی زندگی ہی میں ان کو اس طرح ثواب پہنچانے کا معمول بنالیں تو یہ نور علیٰ نور ہے اور اگر والدین کی وفات ہوگئی ہے پھر تو لازمی آپ اس کو اپنا معمول بنالیں۔

نماز کا سلام پھیرتے یہ یہ معمول پورا کر لیجئے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی عادت ڈالئے کیا مزہ کی بات ہے کہ آپ قبر میں سو رہے ہیں آپ کا عمل ختم ہو چکا ہے لیکن اولاد کی طرف سے آپ کو تحفے مل رہے ہیں۔ کس قدر خوشی و راحت ہوگی اور اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ مسلسل رابطہ رہے گا کیا یہ چھوٹی نعمت ہے؟

اور اگر فرصت ہو تو سورۃ یٰس شریف کا معمول بھی بنالیں تو کیا کہنے؟ لیکن جو بھی

معمول بنائیں وہ مستقل ہو، پابندی کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہو، حدیث پاک میں ہے کہ '' اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

ایک اور چھوٹا سا عمل: جب بھی اپنے والدین کا تذکرہ ہو تو ان کے لئے رحمۃ اللہ علیہ ضرور کہہ دیں بلکہ یہ اپنے اوپر لازمی کرلیں کیونکہ انتہائی معمولی سے وقت میں ان کے لئے رحمت کی دعاء ہوگئی۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے کہ ایک صاحب اپنی قبر میں عذاب میں گرفتار تھے اس کی بیوہ نے اپنے چھوٹے بچہ کو مدرسہ میں داخل کرایا اور جب بچہ نے بسم اللہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے قبر میں اس بچہ کے باپ کا عذاب ختم کردیا۔ یہ اس بسم اللہ کی برکت تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت مولانا محمد یسٰین صاحبؒ کا انتقال ہونے لگا تو میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو بلایا اور فرمایا'' محمد شفیع بھول تو سبھی جایا کرتے ہیں تو ذرا دیر سے بھولنا۔''

مولانا فرماتے ہیں والد صاحب پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے سفر حضر میں کبھی سورۃ یٰسین کا ناغہ نہیں کیا یعنی روزانہ سورۂ یٰس پڑھ کر اپنے والد ماجد کو ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں۔'' والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تقریباً ایک ماہ رہ گیا تھا کہ مجھ کو بلوچستان کا سفر پیش آیا اور مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی کہ حضرت دکن جانے والے ہیں، کیونکہ اس وقت تک کوئی پروگرام بھی طے نہیں ہوا تھا۔ میں دن کی دس بجے کی ٹرین سے سفر کرنے والا تھا، کوئی آٹھ بجے آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ اس وقت آپ کوٹھی (اہتمام) کے برآمدہ والے حصہ میں تنہا تشریف رکھتے تھے، میں وہاں خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا، دیکھا حضرت والد محترم آبدیدہ ہیں اور آپ پر گریہ وزاری طاری ہے، مجھے خطرہ ہوا کہیں مجھ سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی، میں نے عرض کیا حضرت! مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی؟ فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ اب میرا بہت تھوڑا وقت رہ گیا، اس لئے ایک واقعہ بیان کرکے تم کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ والد ماجد (حضرت نانوتویؒ کے زمانہ میں جب میں نے قرآن پاک حفظ کرلیا تو حضرت کو بے حد خوشی ہوئی، آپ گو تقریبات کے عادی نہیں تھے۔ لیکن میرے

حفظ قرآن سے اس قدر خوش ہوئے کہ اس موقع پر ایک پوری گائے ذبح کی اور مدرسہ کے اکابر اساتذہ، اور شہر کے عزیزوں کی پرتکلف دعوت کی۔

جب سارے مہمان کھانا کھا کر واپس جا چکے تو حضرت (نانوتویؒ) نے مجھے تنہائی میں بلایا اور فرمایا میاں احمد! تم عالم بھی ہوگے، تمہاری عزت بھی ہوگی اور تم کو دولت بھی ملے گی مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے یاد کرایا ہے۔ اس میں تم مجھے نہ بھولنا، فرمایا کہ میں اس وقت سے برابر دو پارے حضرت کی نیت سے پڑھتا ہوں، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں یہ واقعہ سنا کر مجھ سے فرمایا! الحمدللہ تم عالم بھی ہو، تمہاری عزت بھی ہوگی، شہرت بھی ہوگی اور تمہیں دولت بھی ملے گی، مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے یاد کرایا ہے اور اسی لئے میں نے والد ماجد کا یہ واقعہ تمہیں سنایا ہے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر خاموش رہا اور وقت پر بلوچستان کے لئے روانہ ہوگیا، سفر کے بعد واپس دیوبند پہنچا تو اچانک چند دنوں کے بعد آپ کی وفات کی خبر آئی، اس وقت سے میرا معمول یہ ہے کہ میں ایک پارہ یومیہ اوابین میں حضرت والد ہی کی نیت سے پڑھتا ہوں۔ والدہ کی وفات کے بعد ان کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔''

آیئے! ہم سب بھی اس کو اپنا معمول بنانے کا عہد کریں۔

اب مادیت کا دور دورہ ہے، ہر کام میں اس طرف نظر ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور اس کے لئے والدین کی وفات کے بعد لاکھوں روپے تیجہ، چالیسویں کے نام سے ضائع کر دیتے ہیں، ضائع اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے کرتے ہیں اور جو چیز اللہ کے لئے نہیں ہوگی اس کا ثواب خود کرنے والے کو نہیں ملتا مرنے والے کو کیا پہنچے گا؟

خدمت سے عمر میں برکت

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور بڑے اصرار سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خدمت میں میرے بچے کو قبول فرمالیجئے کیا عمر ہے آٹھ سال کی؟ اور دس سال تک وہ رسول پاک کی

خدمت میں رہے، اور ان کی صحبت اٹھائی حضور کے خادم خاص بنے، اللہ تعالیٰ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے بلایا، انس بن مالکؓ اٹھارہ سال کے تھے، خدمت کی برکت میں اللہ تعالیٰ نے ایک سو دو سال اور عمر بڑھا دی۔ ایک سو بیس برس عمر پائی۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے خادم خاص نے ایک سو پچیس سال کی عمر پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (شمارہ نمبر 28)

بیٹی والوں کے لئے خوشخبری

بیٹی کی پرورش، جنت میں جانے کا ذریعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، یا تین بہنیں ہوں اور وہ انکے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، انکے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے، (ان کے وجود کو اپنے لئے ذلت اور خواری کا باعث نہ سمجھے) تو اسکی بدولت وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (ترمذی)

بیٹی جہنم سے بچنے کا ذریعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔" (ترمذی) (شمارہ نمبر 5)

ماں کی دُعا

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا مرتبہ ہم میں ایسا تھا جیسا فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ کو اتنا بڑا مرتبہ کیسے حاصل ہوا فرمایا ماں کی دعاء سے پھر فرمایا ایک دفعہ سخت سردی کے موسم میں میری ماں نے پچھلی رات

کے وقت پانی منگوایا گھر میں پانی موجود نہ تھا دور ایک نہر سے لے کر آنا پڑتا تھا جب نہر سے پانی لے کر آیا تو والدہ سو چکی تھی میں پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا والدہ کو جگانا مناسب نہ سمجھا جب کافی دیر بعد بیدار ہوئیں تو فوراً میرے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے فرمایا کہ یہ مرتبہ مجھے اس وقت والدہ کی دعاء سے ملا۔ (تذکرۃ الاولیاء) (شمارہ نمبر 30)

والدین کی خدمت کا انعام

ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ کشتی میں سوار تھا کسی کی کوئی چیز کھو گئی جیسے اور لوگ ایک دوسرے سے دریافت کر رہے تھے میں نے بھی ایک حبشی غلام سے پوچھا تو اس نے دریا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے دریا کی مچھلیو! میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ہر مچھلی منہ میں جوہر لئے نکل آئے۔ اس کا کلام ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ تمام مچھلیاں نکل آئیں اور ہر مچھلی کے منہ میں ایک جوہر تھا۔ مچھلیاں کا نمودار ہونا تھا کہ اس نے ایک جست لگائی اور پانی پر چلنے لگا اور کہتا تھا۔ ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا اے شخص تو کیا عمل کرتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی اطاعت اور والدین کی خدمت، یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا۔ (والدین کے حقوق)

ایک شخص کے تین بیٹے تھے۔ جب وہ بیمار ہوئے تو بڑے بیٹے نے اپنے چھوٹے دونوں بھائیوں سے کہا باپ کی خدمت میرے سپرد کر دو اور تمام میراث تم آپس میں تقسیم کر لو بھائی اس تقسیم پر راضی ہو گئے اور یہ باپ کی خدمت کرنے لگا جب اس کا باپ مر گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہتا ہے کہ فلاں مقام پر جا اور وہاں سے ایک دینار لے لے اس نے پوچھا اس میں کچھ برکت بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو یہ اس مقام پر نہیں پہنچا اور دینار نہیں لیا۔ دوسری شب پھر خواب میں دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ فلاں جگہ سے دس دینار لے لے اس نے پوچھا کہ اس میں برکت ہے یا نہیں۔ اس نے کہا نہیں، یہ سن کر اس نے پھر التفات نہ کیا اور دس دینار نہیں لئے۔ تیسری شب پھر اس نے خواب دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ جا فلاں جگہ سے ایک دینار لے لے اس میں برکت ہے، جب صبح ہوئی یہ اس موقع پر گیا اور دینار لے لیا اور اس سے ایک مچھلی خریدی جب اس کو کاٹا تو

اس کے پیٹ سے دو موتی نکلے۔ اس نے ان دونوں کو بادشاہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار روپے میں فروخت کر دیا اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے ''ھذ الخذمتک لابیک'' کہ تو نے اپنے باپ کی خدمت کی تھی یہ اسکا بدلہ ہے۔ (شمارہ نمبر 46)

لڑکیوں والوں کے لئے خوشخبری

حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے یہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں۔ اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا۔ قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (مشکوٰۃ) (شمارہ نمبر 11)

بہنو اور بیویو! سن لو!

اپنے بچوں کو مسلمان بناؤ، مسلمان رکھو، اردو پڑھاؤ، سکھاؤ، قرآن مجید کے قابل بناؤ، توحید، ان کے دل میں بٹھاؤ، شرک و بدعت سے بت پرستی سے ان سب چیزوں سے روکو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپکو توفیق دے، اگر یہ کام ہو گیا تو اس میں بہت کچھ ضمانت ہے اسلام کے بقاء و تحفظ کی، ورنہ محض خارجی اور تنظیمی کوششیں اور محض اخبارات اور رسائل محض کانفرنسیں (گو کسی درجے) مفید ہوں مگر کافی نہیں۔ (ملفوظ سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ) (شمارہ نمبر 43)

والدین کی اطاعت سائنس کی نظر میں

مشہور ماہر ڈاکٹر نکلسن ڈیوز اور نفسیات کے ماہر استاد پروفیسر ملن کیم کی رپورٹ اور ریسرچ بغور دیکھی جائے تو دونوں کی باتیں ہم آہنگ ہیں ان کی رپورٹ کے مطابق والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں ان کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور والدین محبت

کی نگاہوں میں ایک روشنی کا پیٹرن بن کر اولاد کے حق میں صحت اور تندرستی کا باعث بنتا ہے۔ والدین ہزاروں میل دور اپنی نیک تمناؤں کے ذریعے غیر مرئی شعاعوں کا سلسلہ اولاد تک پہنچاتے رہتے ہیں چاہے والدین بیمار ہوں لیکن ان کی غیر مرئی شعاعوں کی طاقت ہرگز کمزور نہیں ہوتی وہ بڑھتی رہتی ہیں والدین اگر قریب ہوں تو ان کی محبت بھری شعاعیں جسم اور اعصاب کو تقویت اور لچک کا باعث بنتی ہیں والدین کا لمس ذہنی عوارضات کو ختم کرتا ہے نفسیاتی الجھن کو دور کرتا ہے اور جسم غیر فانی ہو جاتا ہے۔ میں جب اپنی ماں سے محبت بھری نگاہیں ملاتا ہوں تو میرے اندر قرار اور سکون کی لہر داخل ہو جاتی ہے تمام مغربی ماہرین مسلسل تحقیق کے بعد اس بات پر پہنچے ہیں کہ تابعداری والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا کر دیتی ہے اور پھر ان سے مثبت غیر مرئی شعاعیں نکل کر انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کی صحت و تندرستی کا باعث بنتی ہیں اور یہی شعاعیں اس کے گرد ایک مضبوط مرکز قائم کر کے اسے مصائب، آفات اور تکالیف سے بچاتی ہیں پھر جب یہی آدمی نافرمانی کرتا ہے تو اس وقت بھی والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے یونٹ میں ہلچل پیدا ہوتی ہے لیکن چونکہ والدین کا غصہ، غم اور فریاد شامل ہوتی ہے اس لئے ان سے منفی شعاعیں نکل کر اس کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ (شمارہ نمبر 51)

دینی تعلیم اور انگریزی تعلیم کا فرق

انگریزی تعلیم بے روزگاری کا پیش خیمہ:

فرمایا کہ انگریزی تعلیم پا کر ایک بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ سادی وضع میں رہ نہیں سکتے کوٹ ہو، پتلون ہو، بوٹ ہو، ہیٹ ہو اس کی وجہ سے اخراجات میں بھی توسیع ہو جاتی ہے اب ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے بڑی ملازمت کو اپنی شان کے خلاف بھی خیال کرتے ہیں اس وجہ سے بھی اس کو اختیار کرنے سے عار آتی ہے تو انگریزی پڑھ کر اچھی خاصی مصیبت مول لینا ہے بخلاف ملانوں کے جیسی پڑتی ہے نباہ لیتے ہیں۔

دینی تعلیم ادنیٰ درجہ کی بھی فائدے سے خالی نہیں

فرمایا کہ آج کل لوگ انگریزی کے بہت دلدادہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بدوں انگریزی حاصل کئے روٹیاں ملنا مشکل ہے، اب ہزاروں لاکھوں بی۔اے، ایف۔اے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کوئی دھیلے کو بھی نہیں پوچھتا، اکثر انگریزی خوانوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں پریشانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ علم دین اور علم دنیا کا اگر تقابل کیا جائے تب معلوم ہو کہ دنیا بھی دین ہی میں سہولت سے ملتی ہے دیکھئے! علم دنیا کا تو نصاب خاص ہے اس سے قبل محض ناکارہ جس سے دنیا بھی نہیں ملتی اور علم دین کا کوئی نصاب نہیں وہ قلیل بھی دنیا ملنے کیلئے کارآمد ہے دیکھئے ادنیٰ درجہ تعلیم دین کا "اذان" ہے جو پانچ منٹ میں یاد ہو سکتی ہے اور پھر ساری عمر خود اپنی اور اپنے کنبہ کی گذر کیلئے کافی ہے یہ شخص کسی گاؤں یا قصبہ میں جا پہنچے اور کسی خالی مسجد میں وقت پر اذان دینا شروع کر دے کسی سے نہ کچھ کہے نہ سنے دو چار روز میں بستی والوں یا محلہ والوں کو خود رحم آئے گا کہ بھائی بیچارے نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں انہیں کو مسجد میں رکھ لو۔ لیجئے ہو گیا تقرر اور اگر ان کو ذرا سی بھی عقل ہے تو سارا گاؤں اطاعت کرنے لگے اور کوئی کام بدوں میاں جی سے پوچھے نہ کریں گے چلو اچھی خاصی حکومت بھی ہاتھ آ گئی۔

ایک مولوی صاحب کو انگریز لیفٹیننٹ کا مشورہ

ایک مولوی صاحب بڑے دلیر ہیں، ایک بڑی انگریز یعنی لیفٹیننٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی حق نہیں۔ کیا یہ آپ کی رعیت نہیں۔

لیفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے، حق کیوں نہ ہوتا آپ فرمایئے کیا بات ہے۔ کہا کہ کوئی نوکری دلوایئے، کہا کہ نوکری بہت مگر میں آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں۔ آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے آپ اس کے بھروسہ پر مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے گا آپ کی شان کیلئے یہی شایان ہے۔ ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان علم کے خلاف ہے اللہ آپ کے کفیل ہونگے۔ اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ لیفٹیننٹ گورنر نے وہ اپنے ہاتھ میں لے کر احترام اور ادب سے ان

مولوی صاحب کے سامنے پیش کیے اور کہا یہ قبول فرمالیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دے گا تو لوں گا۔ اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے۔ میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کمی تنگی میں اگر ہوتا لے لیتا اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کر دی وہ بھی تو اللہ ہی دلوار ہے تھے وہ بیچارا کیا دیتا۔

یہ ہیں: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے ملفوظات جن کا ہر ہر فقرہ حقائق و معانی سے لبریز اور ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق کا خزینہ ہے۔

بیٹا ہونے کا تعویذ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے، وہ یہ کہ سورۃ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ مٹیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ پر باندھ لے، جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ سے بندھا رہے گا۔ انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔ (شمارہ نمبر 22)

اولاد کو نیک بنانے کا عمل

سورۂ فاتحہ کا سبب شفا ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے، اس لئے اس کا کسی کاغذ یا طشتری پر لکھ کر بدچلن آوارہ شخص کو پلانا بڑا مفید ہے۔ (شمارہ نمبر 7)

بیٹیوں کو ستی ہونے سے بچایئے

''بیٹی'' ایک بہت ہی نازک وحساس اور مقدس وعزیز رشتہ کا نام ہے، قرابت داری کے رشتوں، والدین کو چھوڑ کر کسی بھی انسان کیلئے جس دل میں سب سے زیادہ احترام اور محبت کا جذبہ ہوتا ہے وہ بیٹی ہی ہے۔

اسلام نے بیٹی کے اس رشتہ کے تقدس واحترام کو تحفظ فراہم کیا، بیٹیوں کی فضیلت بتائی اور ان کے حقوق متعین کیے، وراثت میں ان کا حصہ رکھا اور ان کی تعلیم وتربیت وغیرہ کی تمام ذمہ داریوں کو واضح کر کے ہر مسلمان کو انہیں پورا کرنے کا حکم دیا، اور ساتھ ہی اس

پر اجر وثواب کا بھی وعدہ کیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی بیٹیوں کی صحیح پرورش وتربیت کرے پھر ان کا نکاح کر دے تو وہ قیامت کے دن میرے ایسے قریب ہوگا جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معاملہ اپنی صاحبزادیوں سے جس شفقت ومحبت کا تھا وہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ ہے۔

بیٹیوں سے شفقت ومحبت کا بہترین تقاضا اور ان کے حقوق میں سے ایک اہم حق یہ ہے کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو بروقت ان کا نکاح کر دیا جائے، اسلام میں اس کی تاکید ہے کہ جب جوان بیٹی کیلئے مناسب رشتہ مل جائے تو پھر اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

لیکن آج کل کچھ ایسی چیزیں نکاح کے معاملہ کے ساتھ ہم نے وابستہ کر رکھی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بیٹیاں بروقت نکاح کے حق سے محروم ہیں بلکہ انکی زندگیاں شعلوں کا ایندھن بن رہی ہیں۔لڑکی والے بہت ہی اونچے معیار کے رشتہ کی تلاش میں اور لڑکے والے بھی اونچے معیار اور اونچے جہیز کی حرص میں ایسے نابینا ہوتے ہیں کہ بچیوں کی جلتی ہوئی جوانیاں انہیں دکھائی نہیں دیتیں، مال و دولت کا لالچ، ناک وغیرت کے مسائل، کاروبار ونوکری کے مفادات وغیرہ ایسی چیزیں جمع ہو کر ایسی آڑے آتی ہیں کہ بیٹیاں معاشرے میں جلتی اس آگ میں ستی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے بجا فرمایا کہ ہندو کسی زمانہ میں اپنی لڑکیوں کو بیوہ ہونے کے بعد ستی کرتے (آگ میں جلاتے) تھے اور آج مسلمان اپنی بیٹیوں کی جوانی کو ان کی شادی سے پہلے دولت ومال اور عہدہ ومعیار کی آگ میں ستی کر رہے ہیں۔

حالانکہ یہ مسلمان ہی تھے کہ جنہوں نے عرب سے برصغیر میں آ کر یہاں کی مظلوم حوا زادیوں کو انصاف وآزادی دلا کر انسانیت کے اعلیٰ مقام اور کنبہ کے ایک معزز واہم رکن کی حیثیت دلائی۔ اسلام کی یہی انسانیت نواز صفات ہی تو ہیں جنہوں نے یہاں کے کروڑوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے پر مجبور کیا۔

مسلمانوں نے یہاں آ کر اور سیاسی غلبہ حاصل ہونے کے بعد کسی مذہب والوں کے

اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ تبلیغ تو کی مگر کوئی جبر نہیں کیا، مگر ہندوؤں کی ستی کی رسم کو زبردستی ممنوع قرار دیا کیونکہ یہ سراسر ظلم تھا جس کو اسلام کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا کل ہمارے اجداد نے ہندوؤں کی بیٹیوں کو جس ظلم سے آزادی دلائی آج ہم مسلمان اپنی بیٹیوں پر وہی ظلم ایک دوسرے انداز میں ڈھانے لگے ہیں۔

بیسیوں واقعات ہیں کہ اعلیٰ معیار کی تلاش نے بچیوں کے سر میں چاندی اتار دی اور پھر وہ ہمیشہ کیلئے حسرتوں وارمانوں کی راکھ میں دب گئیں یا پھر کسی ایسی جگہ رشتہ ہوا جہاں اخلاقی قدروں اور رشتوں کی چاہت نہیں تھی دولت کی حرص وہوس تھی تو وہ رشتہ ناکام ہو گیا اور زندگی بھر کا دکھ بیٹی کا مقدر بن گیا۔

ایک صاحب نے اپنی بیٹی کو چار کروڑ کی مالیت کا جہیز دیا، مگر چونکہ وہاں نہ ختم ہونے والی حرص کا سامنا تھا تو ایک سال سے پہلے بیٹی کو طلاق ہو گئی۔

ایک امریکہ پلٹ لاکھ پتی کی بیٹی کا رشتہ اس کے لاکھوں کے جہیز کے لالچ میں لے لیا گیا مگر دو سال بھی نہ ہوئے کہ کروڑوں کی حرص نے لاکھوں کا جہیز لانے والی کا سہاگ اجاڑ دیا اور وہ حسرتوں وعبرتوں کی گٹھری اٹھائے میکے میں آرہی۔

یہ کوئی افسانے نہیں حقیقی واقعات ہیں جو ہمارے معاشرے میں ہوئے۔ ہماری اہل معاشرہ سے درخواست ہے کہ خدارا بچیوں کو اس ظلم سے بچاؤ، سادگی وقناعت اپناؤ، جونہی مناسب رشتہ ملے تو اب مزید کسی لالچ ومفاد کو راہ نہ دو اور اس ضروری فرض کو ادا کر کے اپنے کندھوں کا بوجھ ہلکا کرو اور اگلی نسل کا مستقبل بھی خوش گوار بناؤ، نہ خود اپنی زندگی کو صدمات کا نشانہ بنائے رکھو اور نہ اگلی نسل کو محرومیوں اور ناچاکیوں کی سوغاتیں بانٹو۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بیٹیوں کے حقوق کے بارے میں عام معاشرے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ''ہائے وہ بیٹیاں تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دیدو وہ اُف نہ کئے بغیر تمہاری پگڑیوں اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کیلئے انکے ساتھ ہو لیتی ہیں سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے چھپ چھپ کر رو لیتی ہیں، کبھی دھوئیں کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کر لیا، آٹا گوندھتے ہوئے جو آنسو بہتے ہیں وہ آٹے

میں جذب ہوکر رہ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے آنسو شامل ہیں، غیرت مندو!! ان کی قدر کرو یہ آبگینے بڑے نازک ہیں''۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی کے نقشوں میں آسانیوں اور راحتوں کے رنگ بھرے اور ہر قسم کے صدموں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 54)

اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

40 آداب:۔ جاننا چاہیے کہ اولاد کی پرورش بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہو جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی۔ اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

1..... نیک بخت دیندار عورت کا دودھ پلائیں۔ دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

2..... عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں اور ڈراؤنی چیزوں سے۔ یہ بُری بات ہے اس سے بچہ کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔

3..... اس کے دودھ پلانے کیلئے اور کھانا کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھو تاکہ وہ تندرست رہے۔ 4..... اس کو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔

5..... اس کا بہت سا بناؤ سنگار مت کرو۔ 6..... اگر لڑکا ہو اس کے سر کے بال مت بڑھاؤ۔

7..... اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے۔ زیور مت پہناؤ۔ اس سے ایک تو اس کی جان کا خطرہ ہے۔ دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

8..... بچوں کے ہاتھوں سے غریبوں کو کھانا، کپڑا، پیسہ اور ایسی چیزیں دلوایا کرو اسی طرح کھانے پینے کی چیز انکے بھائی، بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو تاکہ ان کو سخاوت کی عادت ہو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں انکے ہاتھ دلوایا کرو۔ خود جو چیز شروع سے ان ہی کی ہو اس کا دلوانا کسی کو درست نہیں۔

9..... زیادہ کھانے والوں کی بُرائی اس کے سامنے کیا کرو۔ مگر کسی کا نام لے کر نہیں۔ بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں۔ اس کو بیل جانتے ہیں۔

10..... اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور

تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں تم انشاءاللہ مرد ہو۔ ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو۔

11......اگر لڑکی ہو۔ جب بھی زیادہ مانگ، چوٹی، اور بہت تکلف کے کپڑوں کو اس کی عادت مت ڈالو۔

12......اس کی سب ضدیں پوری مت کرو کہ اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے۔

13...... چلا کر بولنے سے روکو خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو۔ ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جائے گی۔

14......جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے و کپڑے کے عادی ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے ان کو بچاؤ۔

15......ان باتوں کی اس کو نفرت دلاتے رہیں، غصہ کرنا، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا، چغلی کھانا۔ اپنی بات کی پچ کرنا، خواہ مخواہ اس کو نباہنا، بے فائدہ اور بہت باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، بھلی بُری بات کا نہ سوچنا اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جائے فوراً اس کو روکو! اس کو تنبیہ کرو۔

16...... اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے یا سب سزا دو تاکہ پھر ایسا نہ کرے۔ ایسی باتوں میں پیار ولاڈ ہمیشہ بچہ کو کھو دیتا ہے۔

17......بہت سویرے مت سونے دو۔ 18......سویرے جاگنے کی عادت ڈالو۔

19......جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

20......جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے اول قرآن مجید پڑھواؤ۔

21...... جہاں تک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ۔

22......مکتب میں جانے میں کبھی رعایت مت کرو۔

23......کسی کسی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو۔

24......ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو۔ جن میں شرع کے خلاف مضمون یا اور بے ہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔

25...... ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں معلوم ہو جائیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آ جائے۔

26...... مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دو تا کہ اس کی طبیعت کند نہ ہو جائے۔ لیکن کھیل ایسا ہو کہ جس میں گناہ نہ ہو اور چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ ہو۔

27...... آتش بازی یا باجا یا فضول چیزیں مول لینے کے لیے پیسے مت دو۔

28...... کھیل تماشا دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔

29...... اولاد کو ضرور کوئی ہنر سکھلا دو۔ جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کر سکے۔

30...... لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھلا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

31...... بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں، اپاہج اور سست نہ ہو جائیں۔ ان کو کہو کہ رات کو بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھائیں۔ صبح کو سویرے اٹھ کر تہہ کر کے احتیاط سے رکھیں کپڑوں کی گٹھڑی اپنے انتظام میں رکھیں اودھڑا اور پھٹا ہوا خود سی لیا کریں۔ کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اجلے ہوں۔ ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے یا چوہے کا اندیشہ نہ ہو۔ دھوبن کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر پڑتال کر کے لیں۔

32...... لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو۔

33...... لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے، کپڑے رنگنے اور چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ کیونکر ہو رہا ہے۔

34...... جب بچہ سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو۔ اس پر خوب شاباش دو، پیار کرو۔ بلکہ اس کو کچھ انعام دو تا کہ اس کا دل بڑھے، اور جب اس کی کوئی بُری بات دیکھو اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو بُری بات ہے دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے؟ اور جس جس کو خبر ہوگی وہ دل میں کیا کہے گا؟ خبردار پھر مت کرنا، نیک بخت لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور اگر پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

35...... ماں کو چاہئے کہ بچہ کو باپ سے ڈراتی رہے۔

36...... بچہ کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو۔ کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی اور شغل ہو، جو کام چھپ کر کرے گا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو بُرا سمجھتا ہے۔ سو اگر وہ بُرا ہے تو اس سے چھڑ واؤ اور اگر اچھا ہے۔ جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پئے۔

37...... کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کر دو جس سے صحت اور ہمت رہے۔ سستی نہ آنے پائے۔ مثلاً لڑکوں کے لیے ڈنڈ پیلنا، ایک آدھا میل چلنا۔ اور لڑکیوں کے۔ لیے چکی یا چرخہ چلانا ضروری ہے اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں گی۔

38...... چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلے۔ نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

39...... اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو، زبان سے، چال سے، برتاؤ سے شیخی نہ بگھارنے پائے۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے، مکان، خاندان، کتاب وقلم اور روات وتختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

40...... کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے دیدیا کرو کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے۔ مگر اس کو یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ۔ اللہ پاک ہم سب کو ان اصول کی روشنی میں اپنی اولاد کی دینی تربیت کرنیکی توفیق سے نوازیں۔ آمین (از افادات: حکیم الامت حضرۃ تھانویؒ) شمارہ نمبر 55)

تربیتِ اولاد کے سنہری اصول

بچپن میں جب ماں اپنے بچوں کی ہمدرد اور غمگسار بنے گی تو بڑی ہو کر یہی بچی ہوگی جو آپ کے دکھ بانٹے گی اور آپ کی خدمت میں پوری زندگی گزار دے گی۔ اسی طرح بچی کے اندر شخصیت کی عظمت کو پیدا کریں اور بچی کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت پیدا کریں۔ جب کھانا ضائع ہو گیا تو یوں تصور کیجئے کہ اللہ کو ایسا منظور تھا۔ اور ساتھ یہ بھی کہیں کہ بیٹی اللہ کے سامنے استغفار کر لو۔ اللہ نے ایک نعمت ہمیں دی تھی مگر ہم سے ضائع ہو گئی۔ آئندہ وہ ہمیں نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔ جب آپ بچی کو بہانے سے اللہ کی نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گی تو بے اختیار اس کے دل میں ایمان مضبوط ہوگا۔ اچھی ماؤں کی تو یہی

بات ہوتی ہے۔ ہر ہر بات میں سے نکتے نکال کر بچوں کا دھیان اللہ کی طرف لے جاتی ہیں، نیکی کی طرف لے جاتی ہیں، دین کی طرف لے کر جاتی ہیں۔ اسی کا نام اچھی تربیت ہوتی ہے۔ جب بچے آپ کے سامنے آئیں تو بچوں کو چھوٹی چھوٹی قرآنی آیات یاد کروائیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائیں۔ چھوٹے بچے بھی یاد کر لیتے ہیں۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ کتنی چھوٹی عمر میں بچے ایسی چیزوں کا یاد کرنا اور Pick Up کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری شاگردہ تھی مریدہ تھی قرآن پاک کی حافظہ، عالمہ اور قاریہ تھی اس کی شادی ہوئی اللہ نے اس کو بیٹا عطا کیا تو اس نے اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کی پھر ایک مرتبہ اس نے اپنے میاں کو بھیجا۔ بیٹا ساتھ تھا کہا کہ جائیں اور اس بچے کو کہا کہ حضرت صاحب کو تم نے سبق سنانا ہے۔ اور شرط لگائی کہ حضرت صاحب کے سامنے تم نے کھڑے ہو کر سبق سنانا ہے اس کا خاوند بیٹے کو لے کر آیا کہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ابھی پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے اس کو کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر وہ تو بے چارا توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ گرنے لگتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ یہ بیٹھ کر سنا دے۔ اس نے کہا کہ نہیں اس کی امی نے کہا تھا کہ حضرت صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر سنانا ہے۔ عجیب بات تھی یہ کیسے کھڑا ہو۔ چنانچہ ہم نے اس کی ترکیب یہ نکالی اس بچے کو دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا اور دونوں طرف تکیے رکھ دیئے۔ بچے نے دونوں ہاتھ تکیے پر رکھے۔ سہارے کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میرا خیال تھا کہ بچہ بسم اللہ پڑھے گا۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا۔ تو ہم حیران رہ گئے۔ اس نے تبارک الذی سے سبق شروع کیا اس نے پوری سورۃ ملک سنا دی۔

جب پوچھا گیا تو ماں نے بتایا کہ میرے دل کی تمنا تھی۔ یہ چھوٹا سا تھا بولنا بھی نہیں جانتا تھا میں اس کے سامنے سورۃ ملک پڑھتی تھی روزانہ رات کو سوتے وقت سورۃ ملک پڑھنا میرا معمول بن گیا۔ اس نے الفاظ Pick Up کرنے شروع کر دیئے اتنی چھوٹی عمر میں اللہ نے اس کو سورۃ ملک کا حافظ بنا دیا تو یہ ماؤں پر منحصر ہے کہ چھوٹی عمر میں ہی بچے کے ساتھ دین کی باتیں کرنے لگ جائیں۔ ماں بننا آسان ہے مگر ماں بن کر تربیت کرنا یہ مشکل کام ہے۔ آج کل کی سب سے بڑی خرابی ہماری یہی ہے کہ بچیاں جوان ہو جاتی ہیں اپنی شادی کے بعد مائیں

بن جاتی ہیں۔ مگر دین کا علم نہیں ہوتا اس لئے ان کو سمجھ نہیں ہوتی۔ ہم نے بچوں کی تربیت کیسے کرنی ہے اس لئے نیک لوگوں کی محفلوں میں آنا انتہائی ضروری ہوتا ہے تاکہ بچیوں کو پتہ چل سکے کہ دینی نقطہ نظر سے ہم نے اپنی اولادوں کی تربیت کیسے کرنی ہے۔ بلکہ ایسی تقاریر ہوں، کتابیں ہوں ان کو تحفے کے طور پر دوسروں کو پیش کرنی چاہئیں۔ تاکہ وہ بھی ان باتوں کو سن کر اپنی زندگی میں لاگو کرسکیں۔ چنانچہ جب بچہ سات سال کا ہو شریعت کا حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھانا شروع کردیں اور جب دس برس کا ہو تو نماز پڑھنے کے اندر سختی کرنے لگ جائیں۔ یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو دین سکھائیں۔ دین کی تعلیم دیں۔ (از تربیتی بیانات شمارہ نمبر 57)

والدین اور اولاد کی ذمہ داریاں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ماں باپ کو اف بھی نہ کہو، اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے تعظیم کے ساتھ ہم کلام ہو ان کے آگے عاجزی کے بازو رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو اور ان کے لئے یوں دعا کرو کہ اے میرے رب میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے!

ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (یعنی چاہے تو ان کی خدمت کرکے ان کو خوش رکھ کر جنت میں چلا جا اور چاہے تو ان کی نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ کی رضا مندی والدین کی رضامندی میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں معاف کردیتے ہیں۔ سوائے والدین کو ستانے کے کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے دے دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیں گے۔ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ اگر کوئی سو مرتبہ روزانہ رحمت کی نظر سے دیکھے تب بھی یہی اجر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کیا شک ہے اللہ بہت بڑا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے۔

ہائے افسوس کتنا کم بخت ہے وہ شخص جس کے والدین اس سے ناراض ہوں جو اپنے والدین کی تکلیف کا سبب بنا ہوا ہو۔ حالانکہ قرآن کریم وحدیث نبوی انسان کو تاکید کے ساتھ والدین کے حقوق بتا رہے ہیں اے نادان جب موت کا نقارہ بجے گا تب تیری آنکھیں کھلیں گی۔ اور کونسا وقت آئے گا تیرے سنبھلنے کا۔ کچھ تو اپنی پیاری جان پر رحم کھا۔ جب تو دنیا کی آگ سے بھاگتا ہے تو جہنم کی آگ ستر گنا زیادہ تیز ہے اس سے اپنے آپ کو کیوں نہیں بچاتا؟ ارے پگلے اٹھ کھڑا ہو والدین کے قدموں میں جا کر اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن۔ اپنی سابقہ غلطیوں سے معافی مانگ کر انہیں راضی کر لے اللہ سے بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے وہ بہت ہی رحیم وکریم ذات ہے۔ وہ تو بندے کو معاف کرنے کے بہانے تراشتا ہے تو بھی تو اپنے دل کے زنگ کو ندامت کے چند قطروں سے صاف کر۔ کچھ مائل بہ کرم تو ہو۔ پھر رحمتوں کی بارش برستی دیکھنا سب غموں کے بادل چھٹ جائیں گے زندگی پرسکون ہو جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فرمایا جنت ماں کے قدموں تلے ہے اور اس کی چابی باپ کی پیشانی پر ہے۔ دوستو اگر تم کسی مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو، تو صدق دل سے بڑی خوش دلی سے ماں باپ کی خدمت کرو۔ دل سے عزت کرو ان کی سختی وترشی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ ان کا کہا مانو۔ اطاعت شعاری و فرمانبرداری کے زیور سے مزین ہو جاؤ۔ نرم لہجے میں گفتگو کرو۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے ہرگز بلند نہ کرو۔ ان کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔ ہاں اگر کوئی کام خلاف شریعت کرنے کو کہیں تو پھر اس وقت اللہ رب العزت کے حکم پر چلو اور ان کی اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ مخلوق کی اطاعت اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے۔ ذرا سوچ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہم والدین کی نافرمانی کر کے ان کی دل آزاری کر کے اپنے اللہ کو ناراض کر لیں۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو جائے تو بندوں کا اللہ کے سوا ہے ہی کون؟ آخر ہم نے بھی تو ایک والدین کا روپ دھارنا ہے۔ اور انسان جو بیج بوتا ہے وہی پھل اٹھاتا ہے۔ اسی لیے فکر اور ہمت کیساتھ انکی خدمت کیلئے خود کو وقف کیجئے اور پھر اپنی زندگی سنورتے دیکھئے۔ (شمارہ نمبر 58)

ماں اور تربیتِ اولاد

بچوں کی نفسیات سمجھنے کے طریقے:۔

ماں کو چاہئے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے۔ مطالعہ کرنے کے تین طریقے ہیں۔ایک Observation رکھے کہ میں بچے کو جب یوں کہتی ہوں۔ وہ کیسے Respond کرتا ہے کس وقت میں کونسی بات مان لیتا ہے۔ کس وقت میں کون سی بات نہیں مانتا تو جب یہ Observation رکھے گی اس کو پتہ ہوگا کہ میں نے کس بچے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے اور دوسرا اگر کوئی بچہ بُری بات کر جائے تو پھر جب پیار کا وقت ہو۔ وہی بچہ جس نے ضد کی جس نے بات نہ مانی اور پھر ماں سے تھپڑ بھی کھالئے تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھاتے وقت امی سے پیار کی باتیں بیٹھا کر رہا ہوگا۔ جب آپ دیکھیں کہ امی سے پیار کی چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا ہے اس وقت آپ اس سے سوالات پوچھیں بیٹے آپ نے ایسا کیوں کیا تھا۔ آپ کے ذہن میں سوچ کیا تھی؟ تو یہ ماں ان سے سوالات پوچھے گی۔ ان سوالات کے پوچھنے سے بچے کی ذہنی کیفیت سامنے آ جائے گی۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ بچے سے مشورہ کر لیا کریں کہ بیٹے ایک بات بتاؤ کہ جب میں تمہیں ایسا کہتی ہوں آپ میری بات مان لیتے ہو دیکھو مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے کئی دفعہ میں کہتی ہوں تم نہیں مانتے وجہ کیا ہوتی ہے؟ تو بچے سے مشورہ پوچھا کریں۔ بچہ بتائے گا کہ یہ وجہ تھی جو میں نے نہ مانی تو تین چیزوں سے بچے کی شخصیت کا پتہ چل جاتا ہے۔ مشاہدے کے ذریعے سے، سوالات کے ذریعے سے اور مشورے کے ذریعے سے۔ ماں کو چاہئے بچے کی شخصیت کی باتیں خود محسوس کرے۔ اپنے میاں کو بتا دے۔ پھر میاں بیوی مشورہ کر لیں کہ اس بچے کو کیسے ہم نے بنانا ہے۔ اور کیسے تربیت کرنی ہے ہمارے مشائخ تو بچوں کی خوب تربیت کیا کرتے تھے۔ یاد رکھنا ہر عظیم انسان کے پیچھے عظیم ماں باپ ہوا کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے بچے بڑے بنتے ہیں۔

عظیم ماں! بچے کو کبھی بددعا نہ دینا

آج بچیوں کو تربیت کا پتہ نہیں ہوتا کئی تو ایسی ہوتی ہیں بیچاری کہ چھوٹے بچے سے اگر غلطی ہوئی یا بچے نے رونا شروع کر دیا تو غصے میں آ کر آپ کوسنا شروع کر دیتی ہیں کہ میں مرجاتی تو اچھا تھا، کبھی بچے کو بددعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں۔

یاد رکھنا کہ بچے کو کبھی بددعائیں نہ دینا کوئی زندگی میں ایسا وقت نہ آئے کہ غصے میں آ کے بددعائیں دینے لگ جانا ایسا کبھی نہ کرنا۔ اللہ کے ہاں ماں کا جو مقام ہوتا ہے۔ ماں کے دل اور زبان سے جو دعا نکلتی ہے وہ سیدھی اوپر جاتی ہے عرش کے دروازے کھل جاتے ہیں تو دعا اللہ کے ہاں پیش کر دی جاتی ہے، اور قبول کر دی جاتی ہے۔ مگر شیطان بڑا مردود ہے وہ ماں کے ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ میں گالی تو دیتی ہوں مگر میرے دل میں نہیں ہوتی۔ یہ شیطان کا بڑا پھندا ہے۔ حقیقت میں تو یہ بددعا کے الفاظ کہلواتا ہے اور ماں کو تسلی دیتا ہے کہ تو نے کہا تو تھا کہ مرجاؤ مگر تمہارے دل میں نہیں تھا۔ کبھی بھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا۔ بچے کو بددعا نہ کرنا۔ کئی مائیں بچوں کو بددعائیں دے کر ان کی عاقبت خراب کر دیتی ہیں۔ اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔

ماں کی بددعا کا ستر سال بعد اثر

ایک صاحب بوڑھے تھے ایک دن گر گئے تو انکی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ فرمانے لگے کہ آج ستر سال کے بعد ماں کی بددعا اپنا کام کر گئی۔ فرمانے لگے کہ بچپن میں چڑیاں پکڑتا تھا تو ماں مجھے منع کرتی تھی اور میں رُکتا نہیں تھا۔ تو ماں نے مجھے ایک دن کہا اللہ کرے تو گرے اور تیری ٹانگ ٹوٹ جائے وہ بات آئی گئی ہوگئی۔ آج ستر سال کے بعد وہ بددعا لگ گئی اور ٹانگ ٹوٹ گئی تو جس طرح ماں باپ کی دعا اثر رکھتی ہے اسی طرح ان کی بددعاء بھی بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس لیے بچوں کو والدین کی نیک دعائیں لینی چاہیے اور والدین بھی کبھی بچوں کو بددعا نہ دیں۔ (شمارہ نمبر 58)

مثالی شوہر

حقوق وفرائض
گھریلو مسائل اور تنازعات کا حل
گھر کی اصلاح کا طریقہ
مثالی شوہر کی صفات وذمہ داریاں
مردوں کے لئے ہمت افزاء مضامین
بعنوان ''آپ بوڑھے نہیں''

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور ادائیگی حقوق

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ مردوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ ہم عورتوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں بس اس سے سارا حق ادا ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ حقوق ہیں عورتوں ہی کے ذمہ ہیں ہمارے ذمہ کچھ نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے کپڑے کے عوض میں تمہاری بیویاں اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما ہرگز نہیں کر سکتی جس کو شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا گھر سے آدمی دوڑا ہوا یہ خبر لایا کہ گھر میں سے چھت کے اوپر سے گر گئیں ہیں میں نے خبر سنتے ہی فوراً نماز توڑ دی۔

یہاں تو سب سمجھدار لوگ ہیں مگر شاید بعض ناواقف لوگ اپنے دل میں یہ کہتے ہوں گے کہ ہائے بیوی کے واسطے نماز توڑ دی۔ بیوی سے اتنا تعلق ہے کہ خدا کی عبادت کو اس کے لئے قطع کر دیا۔ (توڑ دیا) بے شک اس وقت اگر کوئی......دکاندار پیر ہوتا وہ ہرگز نماز نہ توڑتا کیونکہ اس سے جاہل مریدوں کی نظروں میں ہیٹی ہوتی مگر الحمد للہ! مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی کیا کہے گا۔ اگر کسی کی نظر میں اس فعل سے میری ہیٹی ہوتی تو وہ شوق سے کوئی دوسرا شیخ تلاش کر لے۔

جب خدا کا حکم تھا کہ اس وقت نماز توڑ دو تو میں کیا کرتا۔ کیا اس وقت جاہلوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے میں حکم خداوندی کو چھوڑ دیتا؟ ظاہر ہے کہ جب بیوی چھت پر سے گری تو اس کی چوٹ کو شوہر ہی ہلکا کر سکتا ہے۔ اور وہی دریافت کر سکتا ہے کہ چوٹ کہاں لگی کہاں نہیں لگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب گھر کے اندر سوائے ایک ناسمجھ بچی اور ایک معذور بڑھیا کے کوئی امداد کرنے والا بھی نہ تھا۔ اور امداد کرنے والے ہوں بھی تو کوٹھے سے گر جانا بعض دفعہ ہلاکت (اور موت) کا سبب ہو جاتا ہے۔ فوراً ہی کوئی تدبیر ہو جائے تو زندگی کی آس ہوتی ہے اس لئے بھی مجھ کو فوراً جانا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے شرعاً اس وقت نماز کو توڑ دینا اور فوراً جا کر ان کی خبر گیری کرنا ضروری سمجھا۔

ناحق ستانے کا وبال

فرمایا: ناحق ستانے کا بڑا وبال ہے۔ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے اور وہ بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت دوزخ میں گئی تو لڑکے (اور بیوی) تو انسان ہیں۔ قیامت میں بدلہ لیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم دین اور حقوق شناسی اور پھر ادائیگی حقوق کی پوری پوری توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔(شمارہ نمبر 9)

کیا آپ کی زوجہ آپ کی خادمہ ہے؟

اسلامی تعلیمات میں حقوق کی بہت اہمیت ہے۔آج کل ہمارے معاشرے میں اسی کے اندر زیادہ کوتاہی ہورہی ہے۔ان میں سے ایک کوتاہی بیوی کے معاملے میں ظلم کرنا ہے۔''بیویوں کو باندیوں کی طرح اپنا محکوم بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔اسلئے ذرا بھی خلاف طبیعت بات برداشت نہیں کرتے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل واقعات سے آپ اندازہ فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی کس قدر دل جوئی اور ناز برداری فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔اور جب ناراض ہوتی ہو تو بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو **لا ورب محمد** (رب محمد کی قسم) اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو **لا ورب ابراھیم** (رب ابراہیم کی قسم) تو حضرت عائشہؓ نے اس کو تسلیم کیا اور کہنے لگیں کہ اس وقت بھی آپکا نام چھوڑتی ہوں مگر دل میں تو آپ ہی بسے ہوئے ہوتے ہیں۔

واقعہ افک کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ اگر تم سے گناہ ہوگیا ہو تو اقرار کرلو۔اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔اس کے بعد وحی آئی حضرت عائشہؓ کی برات کو کھول کھول کر بیان کردیا اور سورۃ نور کے دو رکوع نازل ہوئے تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کو فرمایا کہ تمہاری برات میں قرآن نازل ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ بہت خوش ہوئیں۔ انکی والدہ نے ان سے فرمایا۔ اٹھو! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا میں تو اپنے خالق و مالک کا شکریہ ادا کرتی ہوں کیونکہ تم سب مجھ پر شک کرنے لگے تھے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ بیوی کبھی شوہر سے ناز میں اگر ناراض ہو جائے تو ایسا جرم نہیں جس کو شوہر بُرا منائے بلکہ اس کی دل جوئی کرنی چاہئے۔

اور ہمارے معاشرے میں جتنے بھی گھریلو ناچاقیوں کے واقعات رونما ہوتے ہیں ان میں سے اکثر صرف میاں بیوی کے ایک دوسرے کے مزاج کی رعایت نہ کرنے سے ہوتے ہیں لہٰذا انسان صحیح معنی میں دیندار مثالی شوہر جبھی بن سکتا ہے۔ جب وہ اپنی رفیقہ حیات کی طرف پیش آنے والے خلاف طبیعت اقوال وافعال سے درگزر کرتا رہے۔ اور بیوی کی دین داری کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ وہ اپنے خاوند کے مزاج کی ہر چیز مثلاً کھانے پینے لباس گفتگو وغیرہ سب میں رعایت رکھے۔ تاکہ صحیح رفیقہ حیات ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل اسلامی تعلیمات اپنانے کی توفیق عطاء فرمائیں اور ہماری ازدواجی زندگیاں خوشگوار بنادے آمین!

دکان بند کرنے کیساتھ دکان کی فکروں کو بھی تالا لگا دیجئے

بسا اوقات بعض خوش قسمت لوگ اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ شام کو دکان، دفتر، اسکول، مطب وغیرہ بند کرنے کیساتھ ان کی فکروں کو بھی بند کر دیتے ہیں کہ وہ جو باقی کام رہ گئے ہیں وہ ان شاء اللہ کل صبح جا کر دیکھ لیں گے، لیکن بعض مرد وہاں کی فکریں ہونے والی ذہنی پریشانی اور وہاں کی فضا کی چیخ چیخ کا بوجھ یا نقصان اور کسی قسم کے کئے گئے معاملے کی پریشانی اور اس کے نتیجے میں ملنے والی رقم رکاوٹ وغیرہ کے سارے بوجھوں کا مزید گھٹا باندھ کر اور چہرہ بنا کر جھنگ پٹک کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ بیوی سارے دن کی تھکی ماری، شوہر صاحب کی پسند کے پکوان تیار کر کے خود کو اور بچوں کو صاف ستھرا کر کے گھر کو سنوار کر اور سب سے بڑھ کر چہرہ پر خوشی کے تاثرات صرف اور صرف آپ کے استقبال کی خاطر سجا کر آپ کی آمد کی منتظر تھی اور آپ نے آتے ہی ہلاکو خان اور چنگیز خان بن کر دکھانا شروع کر دیا

تو ان سب پر کیا گزرے گی۔ وہ آپ کا بگڑا ہوا رویہ دیکھ کر اپنی کوئی معمولی فرمائش کرنا تو درکنار..... آپ ہی سے متعلق کوئی خوشخبری دیتے ہوئے بھی ڈریں گے۔لہٰذا برائے مہربانی دکان بند کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی فکریں بھی بند کر دیجئے۔ مسلمان کی تو شان یہ ہونی چاہئے کہ اللہ پاک کے ہر فیصلے پر راضی ہونا چاہئے کاروبار خوب چل رہا ہو یا کوئی رکاوٹ یا نامناسب حالات سامنے آ رہے ہوں ہر حال میں راضی رہے اور دعائیں مانگتا رہے۔

اگر چہ اس نوع کے حالات کا طبعی اثر ہوتا تو ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا نزلہ ملازموں پر یا بیوی بچوں پر گرے اور وہ آپ کے رویے کی وجہ سے آپ سے دور دور رہیں۔ آپ ہر حال میں اپنے آپ کو مسکرانے کا عادی بنائیں توان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو جو بھی دیکھے گا وہ بھی بشاشت محسوس کرے گا۔اس لئے یہ خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے اس اصول پر خود بھی عمل کیجئے اور کروایئے کہ دکان بند کرنے کے ساتھ ساتھ دکان کی فکروں کو بھی بند کر دیجئے۔

دولہا کو نصیحت

نکاح کی اول ذمہ داری راحت رسانی وفرحت بخش ہونے کی ہے دوسرے حلیم و بردبار رہنے کی ہے چشم پوشی کے ساتھ حکمت آمیز طریق سے بحسن اخلاق خیر کا کلمہ کہنا ہے۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد بمزاج شناسی دینی مستند کتب مطالعہ کیلئے دے دی جائیں۔

تجیل وتفتیش احوال سے اور تنگدل ہونے سے اجتناب ہو۔چہرہ پر ہمیشہ آثار شادمانی ہوں۔

کیا یہ ظلم نہیں ......؟ آج کل عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس شخص کی شادی ہوتی ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے ایک خادمہ اور تنخواہ نہ لینے والی ملازمہ مل گئی ہے اور وہ اپنی اہلیہ سے نوکرانی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی رائے کو مقدم سمجھتا ہے اور بیوی کی پسند کو پس پشت ڈال کر دیتا ہے اپنے جذبات کی بھرپور رعایت کرتا ہے اور اہلیہ کے جذبات کو نظر انداز کرتا ہے۔اپنی راحت کا تو مکمل خیال ہے مگر رفیقہ حیات کی راحت کی پرواہ ہی نہیں جس کے نتیجے میں شوہر کے رویہ سے تنگ آ کر عورت مخالفت پر اتر آتی ہے اور گھر میں تو تکارے شروع ہو جاتے ہیں۔اور پھر بنتے بستے گھر کی بربادی اور پھول جیسے معصوم بچوں کی تباہی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔اور وہ عورتیں جو منکسر المزاج ہوتی ہیں یا انکی پشت مضبوط نہیں ہوتی تو وہ بات

بات پر شوہر کی ڈانٹ ڈپٹ اور قدم قدم پر اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا دیکھ کر دل ہی دل میں صبر کے کڑوے گھونٹ پیتی رہتی ہیں۔اور شوہر کے ستم پر چیں بجبیں ہونے کی بجائے بحیثیت ملازمہ ہونے کے زندگی گزارنے پر رضاء بالقضاء کا ثبوت دیتی ہیں۔اور شوہر کے اشارہ ابرو پر کاربند رہتے ہوئے گھر کا بوجھل سے بوجھل ترین کام سرانجام دیتی ہیں۔گھر کے آٹھ دس افراد کے علاوہ اگر شوہر صاحب کی طرف سے آٹھ دس مہمانوں کا کھانا پکانے کا آرڈر ہوتا ہے تو اس کی تعمیل میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور نہ یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ دوپہر کی سخت گرمی میں آگ پر گھنٹوں بیٹھنا کتنا دشوار ہے۔اگرچہ شوہر صاحب کا مزاج ایسا ہے کہ شادی کے بعد کئی سال ہو گئے ہیں اہلیہ کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہوئے اور بیسیوں مرتبہ اپنی من پسند ڈشیں بھی بنوائی ہوں گی جن کو گھر والی نے نہ جانے کتنی محنت ومشقت سے تیار کیا ہوگا مگر میاں کی زبان سے (ماشاءاللہ کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا) بھی نہیں نکلا ہوگا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی کے ایک مرید نے ان کی دعوت کی اس کی گھر والی بھی حضرت کی مرید تھی کھانے سے فراغت پر وہ عورت پردے کے پیچھے آئی اور سلام کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کے کھانے کی تعریف فرمائی جس پر وہ سسکیاں بھر کر رونے لگی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ چالیس سال شادی کو ہو گئے ہیں مگر شوہر کی زبان سے آج تک یہ جملہ نہیں سنا کہ کھانا لذیذ تھا آج آپ سے سن کر بے اختیار رونا آ گیا۔حقیقت یہ ہے کہ گھر میں مہمانوں کا ہجوم ہوا اور تن تنہا گھر والی نے سارا دن کام کیا ہوا اور شام کو شوہر صرف اتنا کہہ دے کہ آج مہمانوں کیلئے کھانا بہت عمدہ پکا ہوا تھا تو دن بھر کی اس کی تھکن کافور ہو جائے گی اور وہ خوشی سے باغ باغ ہو جائیگی گویا اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں۔اسی طرح شوہر اور بچوں کے کپڑے دھونے کے علاوہ شوہر کے بوڑھے والدین اور کمسن بہن بھائیوں کے کپڑوں کی دھلائی کا حکم ہو تو اس پر لبیک کہتی ہے۔اگرچہ اس پر شرعاً یہ کام ضروری نہیں تاہم شوہر کی رضا حاصل کرنے کیلئے وہ یہ کام کرتی ہے اس پر بھی شاید ہی اس کی تعریف یا حوصلہ افزائی کی جاتی ہوگی؟ الغرض ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ اپنی گھر والی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ کسمپرسی کی زندگی

گزارتی رہتی ہے حالانکہ شریعت مطہرہ نے اہلیہ کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید کی ہے جس کا مختصر خاکہ یہ ہے: قرآن مجید میں ہے: **وعاشروھن بالمعروف** تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ایک حدیث میں فرمایا ''**خیارکم خیارکم نسآء ھم وانا خیارکم لنسائی** '' تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا **استوصوا بالنسآء خیرا**۔ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ ایک اور حدیث میں بھی عورتوں کی بھلائی کا حکم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا **فانما ھن عوان عند کم**۔ کہ عورتیں تمہارے پاس مقید رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کا یہ ایک ایسا وصف بیان کیا کہ اگر مرد اسی پر غور کرلیں تو ان کو ان پر کبھی زیادتی کا خیال بھی نہ آئے۔ خود جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تو تبسم فرماتے اور گھریلو کام میں گھر والوں کا تعاون فرماتے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ نادان لڑکی سے سبق لو کہ اس نے دو بول بولے اور اس کی یہ لاج رکھی کہ تمہارے لئے والدین بہن بھائی رشتہ دار سب کو چھوڑا اور اگر تمہیں یہ سب چھوڑنے کو کہا جاتا تو پتہ چل جاتا۔ اور ہمارے ایک بزرگ کا مقولہ اس بارے میں بہت ہی پسند آیا وہ فرماتے ہیں کہ بیوی کی دو حیثیتیں ہیں ایک خادمہ کی ایک محبوبہ کی، پہلی حیثیت کی بناء پر اس سے خدمت لو اور دوسری حیثیت کی بناء پر کبھی کبھی اس کے ناز بھی برداشت کیا کرو۔ اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مرد پر عورت کے بیشمار احسانات ہیں بلکہ مقولہ مشہور ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اور یہ مقولہ کافی حد تک درست بھی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنا آدھا دین کامل کرلیا۔ بیوی کا شوہر پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے شوہر کا آدھا دین محفوظ ہوگیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان کے لحاظ سے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کیلئے بہترین ہیں۔اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے بیوی کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جنکے پیش نظر بیوی پر زیادتی کرنا کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ بھلا یہ کوئی کم فائدہ ہے کہ تمہیں وقت پر تیار کھانا ملتا ہے دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے ملتے ہیں تمہارے والدین اور کمسن بہن بھائیوں کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے اور تمہارے بچوں کو تیار کر کے مکتب کی طرف تعلیم کیلئے روانہ کیا جاتا ہے۔تمہارے گھر کی صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے اور تمہارے وقت بے وقت آنے والے مہمانوں کا کھانا تیار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب کام عورت پر شرعاً واجب نہیں مگر پھر بھی وہ کرتی ہے اس کے باوجود اس کی حوصلہ افزائی کی جگہ حوصلہ شکنی کا صلہ دیا جاتا ہے۔کیا یہ ظلم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رکھے آمین!

بہترین شوہر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایسے عجیب اخلاق تھے کہ آج کل کے مدعیان تہذیب سنیں تو شاید حیرت کریں گے مگر ہم کو ان کی حیرت کی پرواہ نہیں۔ ہم ان کی اس بے وقوفی پر ہنسیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کو کسی نکتہ چینی کے خوف سے مخفی نہ رکھیں گے۔

حسن خلق بڑی چیز ہے

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے وعظ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو اگر کوئی رات بھر عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے ایک سال تک وہ چیز اس سے بھی افضل ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن خلق، یہ بہت بڑی چیز ہے، پھر فرمایا اس

سے بھی افضل چیز بتادوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے سوچا اس سے افضل کون سی چیز ہوگی۔ پھر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حسن خلق، نرمی کا برتاؤ (اس لئے کہ بیوی کے ساتھ ہر وقت خلاف طبع باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔) اسی طرح اپنے عزیزوں، دوستوں حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی حسن خلق سے پیش آنا چاہئے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو کھانا کپڑا دیدے بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ دیکھئے! فقہا کرام نے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرمایا ہے۔

اس سے اس امر کی کتنی بڑی تاکید ثابت ہوتی ہے اور یہاں سے بیوی کے حق کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا حق معاف کردیا۔

فرمایا اپنی عورتوں کی دلجوئی کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ اگر ہم بھی پردہ نہ کرتے تو دوسری بے پردہ عورتوں کی طرح ہمارے کام بھی آسانی سے پورے ہوتے (اس لئے) خاص خیال کرے۔

فرمایا! اگر بیوی کا جی خوش کرنے کے لئے بلاضرورت بھی کوئی چیز خرید لو تو وہ بھی اسراف (فضول خرچی) نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ (بیوی کا جی خوش کرنا) ابھی مطلوب ہے۔ بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ ہو۔ بیوی کو کچھ کھلا دینا بھی خیرات ہی ہے یعنی اسمیں بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سفارش بیویوں سے حسن سلوک کیلئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **وعاشروهن بالمعروف**. اے دنیا کے انسانو! تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں ہدایت دے رہا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی سفارش کو جو رد کرتا ہے اس سے زیادہ بے حس اور بے عقل کون ہوسکتا ہے۔

حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی سفارش فرمائی ہے۔ اگر ایس پی کی ڈی آئی جی کی کمانڈر

انچیف کی سفارش آ جائے کہ دیکھو تمہاری بیوی جو ہے میری بیٹی کی سہیلی ہے ساتھ پڑھتی تھی۔ اگر تم نے اپنی بیوی کو ستایا تو میں ڈی آئی جی ہوں، کمانڈر انچیف ہوں، کمشنر ہوں تو وہ آدمی کیا کہتا ہے کہ دیکھو بیگم خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ کو۔ دیکھو خدا کے لئے ڈی آئی جی صاحب سے کچھ نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں اپنی بندیوں کے حقوق میں **وعاشروھن بالمعروف**. اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ تمہاری بیوی تو ہے مگر میری بندی بھی ہے ذرا اس کا خیال رکھنا۔ خدا تم سے سفارش کر رہا ہے کہ اے میرے بندو میری بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں، کہ وہ مرد نہایت بے غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رد کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے اتنا تنگ کرتا ہے کہ ان کے کلیجے منہ کو آ جاتے ہیں تو وہ پچھتاتی ہیں خصوصاً جب کہ داڑھی والا، نمازی جس کی اشراق و تہجد قضا نہ ہو جب یہ مارتا ہے ڈانٹتا ہے اور بے جا تکلیف دیتا ہے تب اس کے دل میں یہی آتا ہے کہ اس سے اچھا تو وہ پتلون والا ہے جو اپنی بیوی کو آرام سے رکھتا ہے جب پڑوس میں دیکھتی ہے کہ ایک پتلون والا اپنی بیوی سے نہایت اچھے سلوک سے پیش آتا ہے تو اس کے دل سے آہ نکل جاتی ہے کہ یا اللہ اس سے اچھا تو وہ ہے۔ کاش کہ یہ داڑھی والا مجھے نہ ملا ہوتا۔ اپنے بُرے اخلاق سے ہم اپنی داڑھیوں سے انہیں نفرت دلاتے ہیں۔ داڑھی رکھنے کے بعد، صالحین کی وضع کے بعد روزہ نماز کے بعد، اللہ والوں سے تعلق کے بعد ہماری ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے تاکہ ان کو دین کا شوق بھی پیدا ہو۔ اپنی بیویوں سے اتنے اچھے اخلاق سے پیش آیئے کہ وہ سارے محلّہ میں کہیں کہ ارے کسی اللہ والے سے تم نے شادی کی ہوتی، کسی نمازی اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے سے تم نے نکاح کیا ہوتا۔ ایسے اخلاق سے پیش آیئے کہ وہ آپ کی داڑھی کا ''پرچار'' کرے۔ غرض میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو ستایا وہ ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوئے کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک ہم سب کو حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

پُرسکون ازدواجی زندگی کیسے بن سکتی ہے؟

اس بات پر اگر غور کیا جائے کہ جن حضرات کی ازدواجی زندگیاں ایسی تھیں جو عام لوگوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال تھیں آخر یہ کیسے؟

تو ان حضرات کی سیرت سوانح سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی پوری پوری رعایت کرتے تھے۔ اور ان کو اپنی باندی، نوکرانی نہیں سمجھتے تھے۔ آج ہم بھی اگر اپنی ازدواجی زندگی خوشگوار اور پرسکون بنانا چاہتے ہیں تو درج ذیل واقعات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اپنے خطبات میں درج ذیل واقعات بیان کئے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دو اہلیہ تھیں، ایک بڑی اور ایک چھوٹی، دونوں کو حضرت والا سے بہت تعلق تھا۔ لیکن بڑی پیرانی صاحبہ پرانے وقتوں کی تھیں اور حضرت والا کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں، عید آنے والی تھی۔ حضرت پیرانی صاحبہ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت والا کے لئے کسی عمدہ اور اچھے کپڑے کا اچکن بنایا جائے۔ اس زمانے میں ایک کپڑا چلا کرتا تھا۔ جس کا نام تھا "آنکھ کا نشہ" یہ بڑا شوخ قسم کا کپڑا ہوتا تھا۔ اب حضرت والا سے پوچھے بغیر کپڑا خرید کر اس کا اچکن سینا شروع کر دیا، اور حضرت والا کو اس خیال سے نہیں بتایا کہ اچکن سلنے کے بعد اچانک میں ان کو پیش کروں گی تو اچانک ملنے کی خوشی زیادہ ہوگی، اور سارا رمضان اس کے سینے میں مشغول رہیں، اس لئے کہ اس زمانے میں مشین کا رواج تو تھا نہیں۔ ہاتھ سے سلائی ہوتی تھی، چنانچہ جب وہ سل کر تیار ہو گیا تو عید کی رات کو وہ اچکن حضرت والا کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ کے لئے یہ اچکن تیار کیا ہے، میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ اس کو پہن کر عید گاہ جائیں اور عید کی نماز پڑھیں، اب کہاں حضرت والا کا مزاج اور کہاں وہ شوخ اچکن، وہ تو حضرت والا کے مزاج کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میں پہننے سے انکار کروں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے تو پورا رمضان اس کے سینے میں محنت کی اور محبت سے محنت کی۔

اس لئے آپ نے ان کا دل رکھنے کے لئے فرمایا تم نے تو یہ ماشاء اللہ بڑا اچھا اچکن بنایا ہے، اور پھر آپ نے وہ اچکن پہنا اور عیدگاہ میں پہنچے۔ اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا حضرت! آپ نے یہ جو اچکن پہنا ہے یہ آپ کو زیب نہیں دیتا، اس لئے کہ یہ بہت شوخ قسم کا اچکن ہے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی تم بات تو ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اور یہ کہہ کر پھر آپ نے وہ اچکن اتارا، اور اسی شخص کو دے دیا کہ یہ تمہیں ہدیہ ہے۔ اس کو تم پہن لو۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں یہ اچکن پہن کر عیدگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو کچھ نہ پوچھو کہ اس وقت میرا دل کتنا کٹ رہا تھا، اس لئے کہ ساری عمر اس قسم کا شوخ لباس کبھی نہیں پہنا۔ لیکن دل میں اس وقت یہی نیت تھی کہ جس اللہ کی بندی نے محنت سے اس کو تیار کیا کہ اس کا دل خوش ہو جائے، تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے اپنے اوپر یہ مشقت برداشت کر لی، اور اس کے پہننے پر طعنے بھی سہے، اس لئے کہ لوگوں نے اس کے پہننے پر طعنے بھی دیئے کہ کیسا لباس پہن کر آ گئے، لیکن گھر والوں کا دل خوش کرنے کے لئے یہ کام کر لیا۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس سرہ کبھی کبھی نصیحت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ''آج میرے نکاح کو ۵۵ سال ہو گئے، لیکن الحمد للہ کبھی اس عرصہ میں لہجہ بدل کر بات نہیں کی'' میں کہتا ہوں کہ لوگ پانی پر تیرنے اور ہوا میں اڑنے کو کرامت سمجھتے ہیں ......اصل کرامت تو یہ ہے کہ پچپن سال بیوی کے ساتھ زندگی گزاری اور یہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں یقیناً ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ بات ناممکن ہے کہ ناگواری نہ ہوتی ہو لیکن فرماتے ہیں کہ ''میں نے لہجہ بدل کر بات نہ کی'' اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ ساری عمر مجھ سے یہ نہیں کہا ''مجھے پانی پلا دو'' یعنی اپنی طرف سے کسی کام کا حکم نہیں دیا کہ یہ کام کر دو...... میں خود اپنے شوق اور جذبے سے سعادت سمجھ کر ان کا خیال رکھتی اور ان کا کام کرتی تھی لیکن ساری عمر زبان سے انہوں نے مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔ اللہ پاک ہم سب کو خوشگوار ازدواجی زندگی کی برکات سے مالا مال فرمائیں۔ آمین!

جھگڑے کیوں ہوتے ہیں......؟

آج کل مسلمان ہر طرف سے زوال کا شکار ہیں۔ منجملہ دوسری وجوہات کی ایک وجہ آپس کے جھگڑے اور اختلافات بھی ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ یہ جھگڑے پیدا کیوں ہوتے ہیں۔ غلط فہمیاں کیوں جنم لیتی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر ان امور کو پیش نظر رکھا جائے تو کافی حد تک جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

(۱) فریق ثانی کی بات نہ سننا

جب بھی دو فریقین مثلاً دو شخصوں یا دو خاندانوں کا کسی بات پر اختلاف یا جھگڑا ہوتا ہے تو پہلا فریق جس کسی کے سامنے جیسی گفتگو اور جیسی خبر پہنچاتا ہے اس پر سو فیصد یقین کرلیا جاتا ہے اور اس سے ہمدردی جتانا شروع کردی جاتی ہے اور دوسرے کی بات سنے بغیر اس کی مخالفت شروع کردی جاتی ہے حالانکہ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک فریق ثانی کی بھی گفتگو نہ سن لی جائے۔ اس وقت تک کوئی بھی رائے قائم نہ کی جائے۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ بیٹا جب تیرے پاس کوئی شخص فریاد لے کر آئے کہ فلاں شخص نے میری آنکھ نکال دی ہے اور آنکھ بھی ہاتھ پر رکھے ہوئے ہو تو آپ اسے مظلوم سمجھ کر فوراً اس کے حق میں فیصلہ نہ سنا دینا۔ کیا خبر اس شخص نے دوسرے آدمی کی دونوں آنکھیں نہ نکال دی ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ جب تک دونوں طرف سے گفتگو نہ سن لی جائے کوئی بھی فیصلہ یا رائے قائم کرنا غلط ہے۔ اس اصول کو نظر انداز کرنے سے جھگڑے طول پکڑ لیتے ہیں اور غلط فہمیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

(۲) منشاء پر نظر نہ ہو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد ہے کہ ''لوگوں کی نظر ناشی پر ہوتی ہے اور میری نظر ہمیشہ منشاء پر ہوتی ہے'' اگر اس اصول کو ہر وقت مد نظر رکھا جائے تو کتنے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ مثلاً کسی تقریب میں اگر کسی رشتہ دار کو بلانا بھول گئے تو یا مصروفیت کی وجہ سے یاد نہیں آیا کسی رشتہ دار کے ہاں مبارکباد دینے عیادت کرنے یا

تعزیت کرنے میں تاخیر ہو جائے یا بالکل یاد ہی نہ رہے تو عزیز و اقارب اس کا اتنا سخت نوٹس لیتے ہیں کہ کئی کئی دن اس پر جھگڑے چلتے رہتے ہیں حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ ناشی پر تو نظر ہے کہ ہماری خوشی وغمی کی تقریب میں فلاں نہیں آیا لیکن منشاء پر نظر نہیں ہوتی کہ خدانخواستہ اس رشتہ دار کی آپ سے لڑائی تو نہیں تھی ممکن ہے کہ وہ بھول گئے ہوں کوئی عذر پیش آ گیا ہو۔ یا کسی مصروفیت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو۔ کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ دوسرے کو کم از کم صفائی کا موقع دینا چاہئے۔ منشاء پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے یوں ہی چلتے رہتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے۔

(۳) معذرت قبول نہ کرنا

تاہم انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ اپنی عملی زندگی میں ان غلطیوں اور کوتاہیوں کو فساد کا ذریعہ بنانے کی بجائے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ بالخصوص جبکہ غلطی کرنے والا معذرت بھی کر رہا ہو۔ پھر بھی اپنی بات پر اڑے رہنا حد درجہ ناانصافی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کو کسی غلطی پر ڈانٹ رہے تھے۔ اس نے معافی چاہی حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ کتنی دفعہ تجھے معاف کروں؟ (غالباً خادم بار بار غلطی کرتا ہوگا) ساتھ ہی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ تو شیخ الحدیث صاحب کے کان میں فرمایا کہ جتنی دفعہ ہم اپنے لئے معافی چاہتے ہیں''۔ مقصود یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار خطاؤں کے باوجود معاف فرما دیتے ہیں تو ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ اس کے بندوں کی غلطیوں کو معاف کر دیں۔ ان شاء اللہ اس طرز عمل سے جھگڑے طول نہیں پکڑیں گے۔

(۴) قصد عدم ایذاء کا نہ ہونا

حدیث میں مومن مسلمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ مسلمان تو وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ جب سے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑا ہے ہر ایک دوسرے کے لئے ایذا اور تکلیف کا سبب بنا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آئے دن

جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری نیت تو تکلیف دینے کی نہیں تھی۔ اس سلسلے میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ عدم قصد ایذا کافی نہیں بلکہ قصد عدم ایذا ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محض یہ کہنا کافی نہیں کہ ہماری نیت تکلیف دینے کی نہیں تھی بلکہ اس بات کی نیت اور اہتمام ہو کہ میری ذات سے کسی کو ایذا یا تکلیف نہ پہنچے۔ اس ارشاد پر اہتمام سے عمل کرنے سے ہم سب دوسروں کے لئے راحت کا باعث ہوں گے پھر جھگڑے بھی نہیں ہوں گے۔ مذکورہ بالا ظاہری اسباب کے علاوہ ایک سبب باطنی بھی ہے اور وہ ہے اللہ کی نافرمانی۔

(۵) گناہوں کا نہ چھوڑنا

جب انسان اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا تو اس کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ اللہ کی طرف سے اختلاف کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات معمولی بات بھی قوی ہوتی ہے۔ کوئی جھگڑے کی نہیں ہوتی۔ لیکن وہ بڑھتے بڑھتے فساد بن جاتی ہے۔ انسان اس پر حیران ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ حالانکہ یہ اسی گناہوں کے وبال کا اثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جھگڑے فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل معمولی معمولی باتوں پر والدین اولاد سے میاں بیوی سے استاد شاگرد سے، افسر ماتحت سے، بہن بھائی سے، ساس بہوں سے دست و گریباں ہیں۔ ایک دوسرے سے بدگماں، غلط فہمیوں کا شکار اور پیار و محبت سے محروم ہیں۔ نتیجتاً پورا معاشرہ عجیب گھٹن اور افسردگی کا شکار ہے۔

اگر ہم آج بھی اس بات کا تہیہ کر لیں کہ مذکورہ بالا اسباب چاہے ظاہری ہیں یا باطنی ان سب سے حتی الامکان بچیں گے۔ تو یقین جانئے کہ پورے معاشرے میں سکون و اطمینان اور راحت کی فضا پیدا ہوگی۔ اور ہر شخص اپنے دل میں فرحت اور خوشی محسوس کریگا اور نفرتیں پھر محبت میں تبدیل ہو جائیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپس میں پیار و محبت اور دلوں کا جوڑ نصیب فرمائے اور تمام جھگڑوں اور اختلافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

جھگڑے اِس طرح ختم ہوں گے......!

قوت برداشت پیدا کیجئے: انسان کی زندگی مختلف حالات سے عبارت ہے۔ گرم سرد حالات سب کو پیش آتے ہیں۔ بعض لوگ معمولی سی بات کو بھی برداشت نہیں کرتے اور اسے وجہ نزاع بنا لیتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے اندر قوت برداشت پیدا کر کے حالات کو برداشت کرنے کی کوشش کرے۔ بعض اوقات چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے۔

ایک بہت بڑے بزرگ کو ایک شخص نے بھرے مجمع میں حرامی کہہ دیا۔ انہوں نے قوت برداشت سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے والد کے نکاح کے گواہ ابھی تک موجود ہیں۔ ایسے موقعوں پر قوت برداشت کا مظاہرہ کرنے سے جھگڑا ہوتے ہی نہیں پاتا۔

البتہ یہ بات مدنظر رہے کہ یہ ساری نرمی صرف اپنی ذات کی حد تک ہوتی ہے ورنہ شرعی امور میں غیرت وقوت قلب کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔

مزاج کی رعایت کیجئے: اللہ تعالیٰ نے ہر مزاج کے لوگ پیدا کئے ہیں کوئی نرم دل اور ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے۔ بعضوں کا فطری طور پر مزاج گرم ہوتا ہے۔ جلدی غصہ میں آ جاتے ہیں اگر دوسرے کے مزاج کو مدنظر رکھ کر تھوڑا سا حوصلہ پیدا کر لیں تو ان شاء اللہ بات آگے نہیں بڑھے گی۔ بلکہ ایک کے خاموش ہونے سے دوسرے کو خود ہی احساس ندامت پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک عورت کا شوہر گرم مزاج تھا:۔ جب وہ کسی بات پر غصہ ہوتا تو بیوی بھی سامنے سے بولنے لگتی۔ جس سے جھگڑا بڑھ جاتا۔ اس حالت میں پریشان ہو کر وہ عورت کسی بزرگ کے پاس گئی۔ اور صورتحال بتائی۔ وہ بزرگ حقیقت سمجھ گئے انہوں نے کہا کہ پانی لے آؤ میں دم کر دیتا ہوں۔ جوں ہی تمہارے خاوند کو غصہ آئے تو ایک گھونٹ منہ میں لیکر بیٹھ جانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس تدبیر سے جھگڑا جلد ہی ختم ہو جاتا۔ کیونکہ عورت منہ میں پانی ہونے کی وجہ سے بولتی نہیں تھی۔ تو خاوند خود ہی خاموش ہو جاتا۔ یہ اس بزرگ کی تدبیر تھی۔ مقصد یہ ہے کہ دوسرے کے غصہ ہونے پر انسان اپنے اندر تھوڑا سا حوصلہ پیدا کرے اور جذبات قابو میں رکھے تو جھگڑا جلد ہی ختم ہو جائے گا۔

نقطہ نظر کا احترام کیجئے: جھگڑوں کو ختم کرنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ انسان دوسرے کے نقطہ نظر کا احترام کرے۔ بعض لوگوں کو اپنی رائے پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ وہ اسی کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہر آدمی کا ایک نقطہ نظر ہوتا ہے۔ اور اس کا نقطہ نظر بھی مختلف تجربات کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اپنی رائے پر اصرار کے تحت طویل اور لمبی بحث شروع کر دی جاتی ہے۔ جس سے اکثر نوبت جھگڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنے استاد گرامی سے بعض امور میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ ایک موقع پر کسی نے استاد محترم سے عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے گفتگو فرمالیں۔ تو فرمایا میری بھی ایک رائے ہے۔ اس کی بھی ایک رائے ہے۔ مجھ پر (خدانخواستہ) وحی تو نازل نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ اس کی رائے درست ہو۔ آدمی جب وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے کی رائے کا بھی احترام کرے گا تو جھگڑا ہونے ہی نہیں پائے گا۔

حقیقت حال کی تحقیق کیجئے: انسان کو زندگی میں گھریلو، نجی اور اجتماعی سطح پر کونسے مسائل درپیش ہوتے ہیں تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے حقیقت حال جاننے کی کوشش کرنا چاہئے اکثر اوقات محض سنی سنائی باتوں پر رائے قائم کر لی جاتی ہے۔ جبکہ حقیقت حال کچھ اور ہوتی ہے۔ ایک صاحب کسی بزرگ سے ملنے گئے۔ وہ کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں نے ان صاحب کو کھانے کیلئے پوچھا تک نہیں۔ یہ صاحب اس بات پر خفا ہو گئے۔ کہ یہ کیسے بزرگ ہیں۔ اسے کسی نے کہا کہ حقیقت حال جانے بغیر خفگی مناسب نہیں۔ ان بزرگ سے اس کی حقیقت معلوم کی گئی تو فرمایا کہ کئی روز کے فاقوں کی وجہ سے میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ جو کھانا میں کھا رہا تھا وہ حلال کا نہیں تھا۔ جان کی حفاظت کیلئے اس کے کھانے میں میرے لئے شرعاً گنجائش تھی۔ جبکہ اس حرام کھانے کی ان صاحب کو دعوت دینا حلال نہیں تھا۔ تب اس شخص کی تسلی ہوئی۔ اس اصول کو مدنظر رکھا جائے تو جھگڑے پیدا ہی نہ ہوں۔

حسن ظن رکھیئے: یعنی اچھا گمان رکھنے سے بھی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اکثر بدگمانی کی وجہ سے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ

بجائے حجر اسود کے رکن یمانی کو بوسہ دے رہے تھے۔ تو یہ شخص ان بزرگ سے بدگمان ہو گئے کہ انہیں اس مسئلے کا بھی علم نہیں۔ جب ان بزرگ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میں نے غلطی سے رکن یمانی کو حجر اسود سمجھ کر بوسہ دے دیا ہے (کیونکہ رکن یمانی کو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے بوسہ نہیں ہوتا) گویا اس شخص کی بدگمانی غلط ثابت ہوئی۔

اگر ہم لوگ متذکرہ بالا امور کو مدنظر رکھیں تو جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے اور دلوں میں پیار و محبت پیدا ہو جائے گا۔ ورنہ انہی امور کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ دلوں میں نفرتوں کے بیج اگے ہوئے ہیں۔ ہم سب بظاہر اکٹھے ہونے کے باوجود جدا جدا ہیں۔ بقول شخصے

آدمی آدمی سے ملتا ہے دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جھگڑے سے بچیئے!

معاشرہ میں جھگڑے کی وجہ سے جس طرح شرور کا دروازہ کھل جاتا ہے وہاں سے بھلائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ پاک نے حج جیسی عظیم الشان اور اہم عبادت میں جن دو چیزوں سے بچنے کا حکم فرمایا ان میں سے ایک حکم جدال (جھگڑے) سے بچنے کا ہے۔ اس سے بزرگان دین نے جدال و خصومت سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دین میں جھگڑا کرنے سے بچو اس لئے کہ وہ دل کو کام کی باتوں سے باز رکھتا ہے اور نفاق پیدا کرتا ہے۔ جس طرح ہم سانپ بچھو سے بچتے ہیں اس طرح جدال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے وہ بہترین دعا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور تمام مسلمانوں کو مانگنی چاہئے۔ **اللهم الف بين قلوبنا و اصلح ذات بيننا**۔ یعنی اے اللہ تو ہمارے دلوں میں باہم محبت پیدا کر دے اور ہماری آپس کی رنجشوں کی اصلاح فرما دے۔ لیکن دعا کے ساتھ شریعت نے جھگڑوں کے اسباب سے بچنے کی بھی تاکید عطاء فرمائی ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا ساری عمر یہ معمول رہا کہ کوئی شخص کسی چیز کے بارہ میں جھگڑا شروع کرتا تو حضرت اگرچہ حق پر بھی ہوتے لیکن فرماتے ارے بھائی جھگڑا چھوڑو اور یہ چیز لے جاؤ اپنا حق چھوڑ دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کرتے تھے۔

"فرمایا کہ میں اس شخص کو جنت کے اطراف میں گھر دلانے کا ذمہ دار ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے"۔اس عظیم الشان فضیلت کے حصول میں حضرت مفتی صاحبؒ کا ساری عمر کا معمول ہمارے سامنے ہے اس لئے ہمیں ہر قسم کے جھگڑوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بدگمانی سے بچیں کسی کے متعلق بھی بدگمانی نہ کریں۔کسی بزرگ کا قول ہے کہ ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عیب دیکھنے کیلئے دی ہے دوسری آنکھ دوسروں کی خوبیاں دیکھنے کے لئے دی ہے۔اگر کسی کے متعلق کوئی عیب نظر بھی آئے تو پہلے یہ سوچیں کہ اس کے ناقص ہونے سے میرا کامل ہونا کہاں ثابت ہوا۔ دوسرا یہ کہ میرے سامنے تو اس کا عیب آیا ہے لیکن اس کی بہت ساری خوبیاں میرے سامنے نہیں اور ہوسکتا ہے میری آنکھوں نے صحیح نہ دیکھا ہو میرے کانوں نے صحیح نہ سنا ہو اس لئے کہ آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا واقعہ بھی غلط ہوسکتا ہے۔نیز بزرگ فرماتے ہیں: کہ بلا دلیل نیک گمان رکھنا باعث اجر ہے اور دلیل کے ساتھ بھی برا گمان رکھنا باعث زجر ہے۔

جھگڑوں سے بچنے کے سلسلہ میں دوسرا کام غیبت سے بچیں۔جس مجلس میں غیبت ہو رہی ہو اگر روکنے کی ہمت ہو تو روکیں ورنہ کم از کم ایسی مجلس سے کنارہ کش ہو جائیں۔علماء نے غیبت کی دو قسمیں بتائی ہیں۔غیبت لسانی۔غیبت قلبی۔دل ہی دل میں کسی کے بارہ میں برا سوچنا یا کسی کے عمل کی بری توجیہ یقینی طور پر دل میں جما لینا اپنے رب سے تنہائی میں بات کرنا کہ فلاں کو دیکھو فلاں کو دیکھو وغیرہ۔یہ سب دل سے غیبت کرنا ہے جو حرام ہے۔یہ غیبت بڑے بڑے اداروں اور مدارس کیلئے ایسی زہر قاتل ہے جو دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کر کے بغیر روح کے مردہ جسم بنا دیتی ہے۔اس غیبت کا برا اثر اس ادارہ کے بچوں پر بھی پڑتا ہے ان میں بھی آپس میں ایک دوسرے کے بارہ میں نفرت کے جذبات بڑھتے ہیں۔

محترم قارئین آپ کے سامنے جھگڑے کی نحوست اور اس سے بچاؤ کے اسباب میں سے دو سبب (بدگمانی اور غیبت سے بچنا) آگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کے بعد معاشرہ میں امن وسکون کی فضا قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین!

گھریلو جھگڑے اور ان کا حل

روزی کی تنگی: گھریلو ناچاقی کا ایک بڑا سبب روزی کی تنگی ہے، بیوی کو شکایت ہوتی ہے کہ اس گھر میں فلاں سہولت نہیں ہے، فلاں چیز نہیں ملی، بچوں کیلئے اب نئے کپڑے بنوانا ضروری ہیں مگر خاوند کو پرواہ نہیں ہے، اگر ساس ساتھ رہتی ہے تو ہر وقت اسے کوسنے دیئے جا رہے ہیں مجھے کون سا عیش کرا رہے ہو میں تو اس گھر میں آ کر بس ہلاک ہی ہو رہی ہوں، اسی وجہ سے دلہن کا موڈ ہر وقت خراب رہتا ہے۔ خاوند شام کو تھکا ہارا گھر آ پہنچتا ہے کہ سارے دن کی جھک جھک سے فراغت ہوئی اور اب گھر میں راحت و آرام ملے گا، مگر گھر پہنچتے ہی بیگم صاحبہ کا ناریل چیخ پڑتا ہے کہ فلاں چیز لینی تھی آپ پیسے دیکر نہیں گئے، اور نہ خود لے کر آئے یہیں سے جھگڑا شروع اور گھر جو کہ راحت وسکون کا سرچشمہ ہونا چاہئے وہ ذہنی اذیتوں کا مرکز بن جاتا ہے، ماں جو بڑے ارمانوں سے بہو کو گھر لائی ہوتی ہے اس کے ارمان ٹوٹنے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ پھر آگے کئی خرابیوں کو جنم دیتا ہے، اعتماد کی جگہ بے اعتمادی پھیلتی ہے، غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر جوش وجذبات کی کرشمہ سازی نامعلوم کیا کیا گل کھلاتی ہے، مایوسی پھیلتی ہے اور ایک کنبہ اپنی زندگی کو ترقی دینے کی بجائے پیچھے کو چلنے لگتا ہے۔ پھر اس میں لڑکی کے میکے والے مداخلت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنی بیٹی کی حمایت میں جذباتی ہو کر لڑکے والوں کے شکوہ شکایات پر مبنی کہانیاں بناتے اور عزیز واقارب کو سنانے لگتے ہیں اس طرح جو دو خاندان انس ومحبت کی تلاش میں ایک دوسرے سے ملے تھے اب وہاں سے نفرت کے دھوئیں اٹھتے ہیں، بدگمانی اتنی پھیلتی ہے کہ ایک دوسرے کی اچھی اور نیک نیتی کی بات بھی بُری لگتی ہے اور اس میں بھی کوئی نہ کوئی برائی نکالی جاتی ہے۔

پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا کہ تھانہ سیتل ماڑی کے ہیڈ کانسٹیبل نے معاشی تنگی کی وجہ سے خودکشی کر لی، اس طرح کی اور بھی کئی خبریں پڑھی ہیں کہ کسی مزدور خوانچہ فروش نے غریبی سے تنگ آ کر خودکشی کر لی، یا دوسرا رخ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دیدی، یا لڑکی والوں نے بیٹی کو اپنے گھر بٹھا لیا، یا ایک اور پہلو یہ ہے کہ لڑکا اپنے والدین سے نالاں ہوتا ہے کہ سارا قصور

ان کا ہے اگر یہ گھر میں نہ ہوں تو میرا گھر خوشحالی سے چل سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں پہاڑ کی چوٹی پر پڑا پتھر جب ایک دفعہ اپنی جگہ سے کھسکتا ہے تو پھر وہ نیچے کی طرف لڑھکتا ہی رہتا ہے اسی طرح یہ خاندانی حالات ہیں کہ جب صحیح روش کو چھوڑ کر غلط رویہ اپنایا جاتا ہے تو پھر اس خاندان میں بگاڑ شروع ہوتا ہے اور بڑھتا ہی جاتا ہے ہوش اس وقت آتا ہے جب تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔ پہلے سے ہی والدین اور سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی قرآن وسنت کی راہنمائی میں پرورش اور ذہن سازی کریں تاکہ زندگی کی گاڑی صحیح رفتار کے ساتھ باحفاظت سفر طے کرے۔

والدین کو چاہیئے کہ وہ بچوں کو صبر،قناعت،شکرگذاری سکھائیں۔اللہ تعالیٰ سے مانگنا سکھائیں۔

اگر خدانخواستہ خاتون خانہ یہ محسوس کرتی ہے کہ خاوند کی آمدنی کم ہے تو وہ سلیقہ کے ساتھ اس مسئلہ سے نمٹنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ وہ فتنہ وفساد برپا کرے اور ایک مسئلہ کو بڑھا کر اس سے آگے اور کئی مسائل پیدا کردے۔

اپنے اخراجات کی منصوبہ بندی ایسی کرے کہ خرچ اور آمدنی میں فاصلہ کم سے کم رہ جائے،شکر کرے کہ جو کچھ میسر ہے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔نماز وتلاوت کی پابندی کرے،اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگے،خاوند کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ اس کے حوصلے بلند ہوں،رزق کے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ جسے جتنا چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اس کی طرف اپنے دل کو متوجہ رکھے۔

ہمارے برادر محترم ڈاکٹر محمد ظفر صاحب نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا جب بھی کوئی تکلیف یا ضرورت پیش آئے تو جیسے بچہ بھوک کے وقت بے ساختہ ماں کی طرف لپکتا ہے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اسی سے مدد مانگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔لہٰذا ہمارے لئے بھی راحت ونجات اسی میں ہے کہ ہم اپنی پریشانی میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوں۔

میاں بیوی کا اختلاف

میاں بیوی اگر چہ آپس میں انتہائی قرب کا تعلق رکھتے ہیں قرآن کریم نے اسی قرب تعلق کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بتلایا ہے کہ جیسے آدمی کا لباس آدمی کے انتہائی قریب ہوتا ہے جسم کے ساتھ جسم سے خارجی چیزوں سے سب سے زیادہ قریبی تعلق لباس کا ہی ہے اسی طرح قریب ترین اس کی بیوی ہے اور عورت کے قریب ترین اس کا خاوند ہے لیکن بہرحال اس قدر شدید قرب کے باوجود بھی یہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ میاں اور بیوی دو الگ الگ وجود ہیں دونوں کی نفسیات وطبعی رجحانات مختلف ہیں بہت زیادہ یگانگت کے باوجود بھی کہیں نہ کہیں اختلاف ضرور ظاہر ہوگا، لہٰذا اگر کسی موقع پر اختلاف رائے ظاہر ہو تو یہ کوئی انہونی بات نہیں اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات ہے جب کبھی اختلاف رونما ہو تو اس کو بڑھا کر جھگڑا اولڑائی بنانے کی بجائے اسے سمیٹنے کی راہ اپنائی جائے تو وہی اختلاف اور زیادہ محبت کا سبب بن جائے گا۔

دیکھئے! انسانی طبیعت کے تقاضے سے کبھی کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج میں بھی طبعی گرانی ہو جاتی مگر خدانخواستہ یہ بات کبھی ناخوش گواری کا سبب نہیں بنی بلکہ یہ سب کچھ محبت والفت کے ناز وادا کی صورت ڈھل کر ماحول میں اور خوش گواری پیدا کر دیتا ہے۔ سنئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرماتے تھے: اے عائشہ! جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے ''ورب محمد'' (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم) اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو ''ورب ابراھیم'' کہتی ہو (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں فقط آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں ورنہ آپ کی محبت تو میرے دل میں موجود ہوتی ہے محبت جدا نہیں ہوتی۔

غور فرمایئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں کتنی محبت تھی؟ مگر پھر بھی طبعی گرانی کبھی آ ہی جاتی تھی اس سے معلوم ہوا میاں بیوی میں یہ صورت حال کوئی انہونی اور بڑی بات نہیں ہے دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا گفتگو آپس میں کس قدر محبت وحکمت واضح ہو رہی ہے۔

ایک ضروری وضاحت یہ بھی ذہن میں رکھ لیں اس طرح کا یہ معاملہ فقط ایک طبعی چیز تھی اس کو کسی نامناسب معنی نہ پہنائے جائیں۔لہٰذا میاں بیوی میں طبیعت کے اختلاف کے ضروری ہے۔

اظہار کے موقعہ پر ان تقاضوں کی اس طرح تسکین کریں کہ یہ چیزیں آپس میں محبت کے اضافہ کا سبب بن جائیں یہ طرز عمل اپنائیں پھر دیکھیں کہ گھر کے ماحول میں کس قدر خوش گواری آتی ہے اور کتنا دلی اعتماد اور سکون ملتا ہے؟

اس سلسلہ میں زیادہ اور بڑی ذمہ داری مرد کی ہے وہ اپنے رویے لچکدار وحکیمانہ رکھے تندروئی وسخت مزاجی نہ دکھائے،عورت صنف نازک ہے اس پر بے جا سختی اور دباؤ سے فائدہ نہیں ہوگا الٹا نقصان بڑھے گا لیکن حکمت،تدبیر،حوصلہ وصبر کے ساتھ کام لینے سے بہتر نتائج ملیں گے۔

بعض دفعہ آدمی سختی پر اتر آتا ہے اور عورت کے رویے جو اس کی طبیعت کا حصہ ہیں ان کو ختم کرنا چاہتا ہے یہ غلط سوچ ہے اس کی مثال تو پھر بالکل ایسی ہوگی کہ ایک بادشاہ کا باز اڑ کر کسی بھولی بڑھیا کے گھر جا بیٹھا بڑی بی نے دیکھا تو کہنے لگی کیسا خوبصورت پرندہ ہے لیکن پتہ نہیں کس بے قدرے کے پاس رہا ہے،جس نے اس کا خیال نہیں کیا کہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہوگئی ہے یہ بیچارا کھاتا کیسے ہوگا؟ اس کے ناخن بڑے بڑے ہوگئے ہیں اس غریب کو چلنے میں تکلیف ہوتی ہوگی بوڑھی اماں کو بہت ترس آیا اور اس نے قینچی اٹھا کر اس کی چونچ بھی کاٹ دی اور ناخن بھی کاٹ دیئے بادشاہ کے نوکر تلاش کرتے کرتے پہنچے تو باز کو دیکھا تو حیرت سے پوچھنے لگے اماں یہ کس نے کیا ہے؟ اماں نے بڑے فخریہ انداز میں بتلایا کہ میں نے کیا ہے تم نے تو اس کے ساتھ ظلم کر رکھا تھا شاہی نوکروں نے سر پیٹ کر کہا اماں! یہی ٹیڑھی چونچ اور لمبے ناخن ہی تو اس کا حسن وکمال تھے جو تو نے کاٹ ڈالے اب یہ بیکار ہوگیا ہے۔

تو میرے بھائی عورت کی نزاکت وحساسیت ہی اس کا امتیاز وکمال ہے اس لئے اس کو دبانے وکچلنے کی بجائے دانائی کے ساتھ اس سے کام لیں تو خوشیاں ملیں گی۔اور اگر خاوند سمجھتا ہے کہ بیوی نے غلطی کی ہے تو بھی حتی الامکان معاف کردے برداشت سے کام لے کسی اور مناسب موقع پر اچھے انداز سے سمجھا دے اللہ پاک،ہم سب کی ازدواجی زندگی خوشگوار بنائے۔آمین!

خاندانی ماحول اور رشتہ داریوں کے تعلقات آج کل بہت ہی زیادہ پیچیدگیوں کا شکار ہیں، خاندان والے اور رشتہ دار ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہیں ہر جگہ سے خاندانی جھگڑوں اور گھریلو چپقلش کی آوازیں سنائی دیتی ہیں حالانکہ اسلام نے رشتہ داری کو بڑی اہمیت دی ہے اور رشتہ داروں کی آپس میں محبت کیلئے کئی اصول بھی بتائے ہیں تا کہ ہر قبیلہ اور برادری کے افراد ایک دوسرے کیلئے سکھ اور راحت کا ذریعہ بنیں ایک دوسرے کے دکھ میں شریک ہوں ایک دوسرے کی طاقت بنیں اور ان کی یہ مجموعی طاقت اور بھلائی بالترتیب اپنے سب متعلقین کیلئے نفع مند ثابت ہو اور یوں ہر خاندان و برادری پورے معاشرے کیلئے خیر و بھلائی کا سرچشمہ ثابت ہو مگر افسوس کہ آج کسی برادری و خاندان کے اندرونی حالات اور ایک دوسرے کے جذبات پر اگر نظر پڑے تو یقیناً نفرت، چپقلش اور ناچاقی ہی نظر آئے گی۔

اس مہلک معاشرتی بیماری کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے "ماہنامہ محاسن اسلام" "گھریلو جھگڑے اور ان کا حل" کے عنوان سے سلسلہ وار تحریر کا آغاز کر رہا ہے جس میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر کے عام فہم انداز میں قارئین کو باشعور کیا جائے گا۔ اگلا قدم عمل کا ہے جس کے بارے میں ہر آدمی اپنی ذات میں بااختیار ہے چاہے جیسا عمل کرے اس کی مرضی ہے اچھا عمل ہوگا تو اچھے نتائج ملیں گے دنیا میں بھی سکون اور آخرت کا بھی اجر، برا عمل ہوگا تو دنیا میں بھی بے چینی اور آخرت میں بھی تکلیف کا سامنا ہوگا۔

ہم قارئین کی خدمت میں ایک خصوصی گذارش کرتے ہیں کہ وہ مضامین کا پوری دلچسپی اور توجہ سے مطالعہ فرمائیں پھر اس پر غور و فکر کر کے اپنے احباب دوست اور گھر والوں سے اس موضع پر باقاعدہ گفتگو کریں اپنے مطالعہ سے انہیں بھی مستفید کریں اور اس موضوع کے متعلق عملی کوششوں کا بھی آغاز کریں کہ اب ہمیں اس معاملہ میں شریعت کی تعلیمات پہنچ گئی ہیں اب ضرور ہمیں ان کے مطابق عمل کرنا ہے علم بغیر عمل کے ایسے ہیں جیسے کوئی آدمی بھوک سے تو مر رہا ہے مگر اپنے پاس رکھے ہوئے نوٹوں کو استعمال نہیں کرتا، ہمارا حال بھی کہیں یہی نہ ہو کہ ہم اپنے معاشرتی مسائل میں جل رہے ہیں اور ان کا شرعی حل بھی ہمارے علم میں ہے پھر بھی ہم اس پر عمل نہ کر کے اپنے آپ کو مزید اپنے ہاتھوں پریشانیوں کے جہنم میں جلائے رکھیں۔

باہمی جھگڑے ہمارے دور کا بہت بڑا مسئلہ ہیں اور یہ بہت خطرناک مرض ہے اس سے بہت نقصان ہوتے ہیں آدمی کے گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ ایسا ہو جائے گا۔

ایک عبرت آموز واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب اوران کی اہلیہ میں جھگڑا رہتا تھا ایک دن وہ میڈیکل سٹور سے اپنے استعمال کیلئے سیرپ لائے اور گھر میں آ کے رکھ دیا اہلیہ صاحبہ نے اس سیرپ میں زہر ملا دیا جب ڈاکٹر صاحب نے دوسرے وقت سیرپ کی خوراک لینا چاہی تو انہیں شک سا پڑ گیا کہ اس سے تو اور طرح کی بو آ رہی ہے اور وہ اسی طرح اس سیرپ کو اٹھا کر میڈیکل سٹور پر پہنچے اور شکایت کی بھئی یہ تو خراب لگتا ہے سٹور والے نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کمال کرتے ہیں یہ کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کو وہم ہو پڑ ہی گیا تو لاؤ میں آپ کو ابھی پی کر دکھاتا ہوں اس سے کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ اس نے اسی وقت اس سیرپ کی ایک خوراک لی اور وہیں ڈھیر ہو گیا بعد میں تحقیقات ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ میاں بیوی کی آپس کی ناچاقی کا کرشمہ ہے جس نے اس میڈیکل سٹور والے کی جان لے لی۔ یہ ہے گھریلو جھگڑے کی نحوست اور بھی آئے روز خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ آج فلاں جگہ ایک آدمی نے گھریلو جھگڑے سے تنگ آ کر خود کشی کر لی آج گھریلو جھگڑے کی وجہ سے یہ ہو گیا فلاں جگہ اتنے آدمی مارے گئے، فلاں جگہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز بیماری سے نجات عطاء فرمائیں اور ہمارے گھروں اور خاندانوں میں محبت و عافیت نصیب کریں۔ آمین!

صلح کی اہمیت اور فضیلت

قرآن کریم جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں ہر اس موضوع کے متعلق اصولی راہنمائی موجود ہے جو ہماری نجات و ترقی کیلئے ضروری ہے، قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا ہمارے لئے فرض ہے اس کا انکار کرنا کفر اور اس کے حکم پر عمل میں کوتاہی کرنا گناہ اور جرم ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ایک حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ **انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم** (مسلمان آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح

کرادو) (سورۃ الحجرات آیت نمبر۱۰) اس قرآنی حکم سے معلوم ہوا کہ آپس میں صلح کرانا بہت ضروری ہے اسی میں ہماری بھلائی اور کامیابی ہے چنانچہ سورۂ نساء میں یہ فرمایا گیا ہے کہ والصلح خیر (اور صلح بھلائی ہے) یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم　　اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم کرو۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا "میں تمہیں بتاؤں کہ (نفلی) روزے اور خیرات نور نماز سے بھی افضل کیا چیز ہے؟ وہ ہے آپس میں صلح کرانا، اور لوگوں کے باہمی تعلقات میں فساد ڈالنا مونڈنے والا ہے" یعنی جھگڑا آدمی کی دینداری کو ختم کر کے گناہوں کی طرف سے جاتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر خدانخواستہ جھگڑا ہو جائے تو پھر تمام تر دیگر مصروفیات پر اس جھگڑے کو ختم کرانا اور فریقین میں صلح کرانا سب پر اولیت رکھتا ہے کیونکہ جھگڑا ایسی چیز ہے جو بے دینی اور گناہ کی جڑ ہے اگر جھگڑا بڑھتا گیا تو یہ دین کو اور نیکیوں کو مونڈ دے گا اس لئے جھگڑے کو ختم کرانے میں بھرپور کوشش کرنی ضروری ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ آپ سے دو قبیلوں کے جھگڑے کو ختم کرانے اور صلح کرانے کیلئے مسجد نبوی کی نماز چھوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہی ایک موقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں موجود ہوتے ہوئے مسجد نبوی میں نماز ادا نہ فرما سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مسجد نبوی میں جماعت کروائی۔

دوسروں کو صلح کرانے کی ترغیب اور حکم کے ساتھ ساتھ خود ہر مسلمان کو بھی ترغیب اور تلقین ہے کہ وہ جھگڑے سے بچے صلح جویانہ رویے اپنائے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "میں اس شخص کیلئے جنت میں گھر دلوانے کی ضمانت لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔"

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے لوگوں میں جھگڑے پیدا ہوں اسی لئے اسلام نے غیبت، چغلی وغیرہ سے منع کر دیا کیوں کہ اس سے آپس میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔

لڑائی جھگڑا اور وہ بھی خصوصاً گھر کے افراد میں یہ تو شیطان کا پسندیدہ کام ہے اور جو آدمی اس طرح کے کام کرتا ہے جس سے لڑائیاں ہوں تو وہ شیطان کا دوست ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان بعض دفعہ سمندر پر اپنا دربار قائم کرتا ہے اور اپنے چیلوں سے رپورٹ طلب کرتا ہے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو نماز سے روک دیا ابلیس اس کو شاباش دیتا ہے دوسرا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو روزے سے روک دیا اس کو شاباش دیتا ہے کہ تم نے اچھا کام کیا اس کے بعد تیسرا شیطان آتا ہے اور بتاتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو صدقہ سے روک دیا ہے شیطان اس کو بھی شاباش دیتا ہے کہ تو نے بھی اچھا کام کیا ہے، آخر میں ایک کارندہ آ کر کہتا ہے کہ دو میاں بیوی بڑی محبت سے زندگی گذار رہے تھے میں نے جا کر ان کے درمیان ایسا مسئلہ کھڑا کر دیا کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنا ناگوار ہو گئی یہاں تک کہ ان میں لڑائی ہو گئی شیطان یہ سن کر تخت سے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس چیلے کو گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے تو میرا صحیح جانشین ہے تو نے صحیح کام کیا۔

اس سے معلوم ہوا جھگڑا کرانا شیطان کا پسندیدہ کام ہے ہر مسلمان کو چاہئے اس سے بچے اور خدانخواستہ جھگڑا ہو جائے تو صلح کی کوشش کرے اس سے شیطان ناکام ہوگا۔

دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صلح کی اتنی اہمیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایک مسلمان بھائی کے دل میں دوسرے کی محبت پیدا کرنے کیلئے اور نفرت دور کرنے کیلئے کوئی ایسی بات کہہ دے جو خلاف واقعہ ہو تو وہ جھوٹ بولنے والوں میں شمار نہ ہوگا۔

اسلام کا کارنامہ

اسلام جس خطے میں گیا اور جس قوم میں پہنچا تو وہاں کے معاشرے میں ایک مثبت اور سنجیدہ تبدیلی پیدا کی۔ وہاں کی معاشرتی وسماجی ریتوں اور رسموں کی اصلاح کر کے انہیں عدل و انصاف اور انسانی اقدار کے احترام کے اصول پر مبنی ایک ضابطہ حیات سے ہم آہنگ کر دیا۔ اور اگر کوئی رسم ایسی ہے کہ جو اس ضابطہ حیات سے قطعاً میل کھانے کے قابل نہیں تو پھر اسے

منسوخ وممنوع قرار دیدیا۔ جیسا کہ مصریوں کے ہاں دریائے نیل میں ہر سال ایک خوبرو دوشیزہ کوڈالنے کی رسم کوختم کیا اور برصغیر میں ہندوؤں کے ہاں جوستی کی رسم تھی اس کا خاتمہ کیا۔

خاندانی رشتوں میں ظلم کا خاتمہ

قوموں کے خاندانی نظاموں میں بھی اسلام کی کارفرمائی اپنے اسی اصول کے تحت ہی رہی جہاں بیٹیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ انہیں زندہ دفن کردیا جاتا تھا تو وہاں اسلام نے بیٹیوں کے مقام اور تقدس کو اجاگر کیا جہاں بیویوں پر ظلم اور ان سے ناانصافی ہوتی تھی وہاں اس کی اصلاح کر کے بیویوں کے حقوق کو بحال کیا۔ اسی طرح ماں کا مقام اور اس کے حقوق اور بہن کا مقام اور حقوق کو اجاگر کیا۔ اپنی اپنی جگہ سب کا مقام اور سب کے حقوق متعین کردیئے تا کہ کسی کیساتھ ظلم اور ناانصافی نہ ہو۔

ہمارے معاشرے کی ناانصافیاں

آج بھی ہمارے معاشرے میں ہندوانہ خاندانی نظام کی باقیات عورتوں کے اسی طرح کے رقیبانہ رویوں کی شکل میں ہمیں نظر آتی ہے کہ نند ہمیشہ بھاوج سے ناراض رہتی ہے۔ بھائی کے ذریعہ اسے دبا کر رکھنے کی تمنا رکھتی ہے اور اگر بھائی نے کہانہ مانا تو بھائی کو سنے دیتی ہے کہ تو زن مرید ہے۔ پھر خاندان میں کچھ اور بھی نند کی حمایت کرنے والی بڑی بوڑھیاں آواز اٹھاتی ہے کہ ہائے ہائے یہ تو اسی گھر کی بیٹی ہے آج دوسری عورت آ کر مالک بن بیٹھی ہے بھائی کا بھی خون سفید ہوگیا ہے۔ اسے بہن کی قدر نہیں وہ بھی اپنی بیوی کے کہنے پر لگ گیا ہے اور اسی طرح ساس تو بہو کے لئے گویا ایک قانونی حکمران بن کر رہنا چاہتی ہے کہ جب چاہے وہ بہو کو ذلیل کرادے، جب چاہے بیٹے کے ہاتھوں اس کی پٹائی کرادے اور جب چاہے اسے سب گھر والوں کی نظروں سے گرادے۔

ہر ایک کو اپنی زندگی جینے دو

میری ماؤ، بہنو، بیٹیو! یہ سب غیر اسلامی اور غیر اخلاقی رویے ہیں اسلام اس طرح کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ ماں اپنی جگہ، بہن اپنی جگہ اور بیوی اپنی جگہ ہر ایک کے حقوق اور ذمہ

داریوں کا ایک الگ دائرہ ہے کسی کو کسی کے دائرہ میں دخل اندازی کا حق نہیں ہر ایک کو اپنی زندگی جینا چاہئے۔ اگر ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہے تو وہ ہمدردی، خیر خواہی اور باہمی تعاون کا ہے ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ہاتھ بٹائیں۔ ایک دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کریں۔ اور مرد کے لئے بھی گھریلو اور خاندانی ماحول کو خوشگوار رکھیں تا کہ وہ ماں، بہن، بیوی سب کے حقوق خندہ روئی کے ساتھ آسانی سے ادا کرے نہ یہ کہ ماں راضی ہو رہی ہے تو بیوی پریشان، بیوی راضی ہو تو بہن روٹھ رہی ہے۔

ہم اپنے ان رویوں سے خود اپنے ہاتھوں اپنے خاندانی ماحول کو جہنم بنا لیتے ہیں۔

اہل جنت کی تین عادتیں:

(۱)۔ برائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرنا۔

(۲) ظلم کرنے والے کو معاف کرنا۔

(۳) کچھ نہ دینے والے پر بھی خرچ کرنا۔ (روضۃ الصالحین)

سربراہ خانہ کی ذمہ داری

ایک گھرانے کا ذمہ دار فرد مسلسل ایک امتحان میں ہے۔ مختلف قسم کی رشتہ داریوں پر مشتمل ایک ادارہ کو چلانا ذرا مشکل سا کام ہے۔ اگر سربراہ کنبہ اس ادارہ کو چلانے میں حکمت وتدبر سے کام لے تو گھرانے کی گاڑی راحت وسکون اور خوش گواری کے ساتھ چلتی رہے گی۔

گھر میں جھگڑے اور ناچاقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ گھر کا سربراہ اصول وقانون کی پیروی کی بجائے رشتوں کی عظمتوں اور نزاکتوں کے بارے میں جذباتی ہو کر فیصلے کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ گھر کسی فرد واحد کا نام نہیں ہے گھر تو مختلف رشتہ داریوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں ماں بھی ہے باپ بھی بیوی بھی، بیٹا بھی اور بیٹی بھی، اسی میں بہن بھی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ دادا، دادی، نانا، نانی میں سے بھی کوئی ساتھ میں ہو۔ اب ذرا غور کیجئے ان میں سے کون سا رشتہ اور کونسا فرد ایسا ہے جس کی رشتہ داری کا تعلق منسوخ کیا جا سکتا ہو؟ ہر ایک کا تعلق، ہر ایک کا حق اور ہر ایک کی حجت اپنی اپنی جگہ موجود ہے۔

بیوی کہتی ہے میرے خاوند کا گھر ہے، ماں باپ کہتے ہیں ہمارے بیٹے کا گھر ہے، بیٹی، بیٹا کہتے ہیں ہمارے باپ کا گھر ہے، بہن کہتی ہے میرے بھائی کا گھر ہے اور سب اپنی اپنی جگہ پر سچے ہیں۔ اب بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ کسی نہ کسی کو اپنے جذبات کی تسکین کے بارے میں اور اپنی رشتہ داریت کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں شکایت ہوگی۔ ایک کو شکایت ہوگی کہ دوسرا میرے دائرہ میں مداخلت کر رہا ہے اور ہر ایک کے شکوؤں اور شکایتوں کا مرکز وہی ہوگا جو سربراہ ہے۔ ماں باپ اپنا دکھ بیٹے کو سنائیں گے، بیوی خاوند کو، بیٹی، بیٹا باپ کو، بہن بھائی کو اور دادی پوتے کو شکایت کرے گی۔ سربراہ ایک آدمی ہے اور وہی ہر ایک طرف سے شکوؤں شکایتوں کا نشانہ ہے۔ ذرا اس منظر کو سامنے لائیں اور پھر غور کریں گھر کا سربراہ کس قدر نازک ذمہ داری کے منصب پر فائز ہے۔

اس منصب اور حیثیت کے تقاضوں کو خوش اسلوبی سے نبھانا گویا جہاد ہے۔

اب اگر بیوی نے شکایت کی ہے تو صرف سن کر ہی جذباتی نہ ہو جائے بلکہ تحقیق کرے ماں نے بہو کی شکایت کی ہے تو بھی صرف سننے سے ہی فیصلہ نہ کر دے بلکہ تحقیق کرے۔ تحقیق کے بعد بھی اگر کسی کی کوئی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو رشتوں کے تقدس ونزاکت کو ملحوظ رکھ کر مناسب رویہ سے انہیں احساس دلائے۔ گھر کا سربراہ گھر کے افراد پر کوئی جج یا کوتوال تو ہے نہیں کہ قید وکوڑوں کی کوئی سزا سنا دے گا۔ بس حکمت اور بصیرت کیساتھ فرمائش ہی کر سکتا ہے۔

بس اس کیلئے یہی راستہ ہے کہ جذباتیت نہ اپنائے اور ایک ہی رشتہ کو خواہ مخواہ سب پر سوار نہ کرے، مثلاً ماں نے شکایت کی کہ تیری بیوی نے یہ کہا ہے تو وہ اس لئے کہ ماں کی بات ہے لہٰذا ضرور سچی ہے بیوی کو الزام دے یہ غلط ہے بلکہ تحقیق کرے اور غور وفکر کرے اور اس کی وجوہات کو بھی دیکھے اس کے بعد ردعمل کا اظہار کرے۔ عموماً بیوی کے علاوہ گھر کے باقی تمام افراد اسی گھرانے کی ماضی کا تسلسل ہوتے ہیں بیوی باہر سے آیا ہوا ایک عنصر ہوتا ہے۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ ہوتا ہے کہ بیوی ہی بیچاری جو رشتہ داریوں کے اس اکھاڑے میں نو وارد ہوتی ہے سب کی رقابت وحسد کا نزلہ اسی پر گرتا ہے اور قصور نہ ہوتے ہوئے بھی زیر عتاب وہی رہتی ہے یہ سراسر ظلم ہے۔ بیوی کے خاوند پر حقوق ہیں اور

شریعت نے اس کے حقوق متعین کیے ہیں اب خاوند اپنی ماں، بہن، باپ وغیرہ کے ساتھ اپنی رشتہ داری کی بھینٹ بیوی کو نہ چڑھائے میانہ روی اختیار کرے۔

اس مقصد کیلئے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا مضمون ''تعدیل حقوق والدین'' کا مطالعہ اکسیر ہے۔ بہشتی زیور کے اخیر میں یہ مضمون موجود ہے وہاں سے پڑھا جاسکتا ہے اور کوئی بات سمجھ نہ آئے تو علماء سے سمجھ لیں۔

مذکورہ بالا موضوع (یعنی گھریلو جھگڑے اور انکا حل) سے متعلق ایک اہم چیز کی طرف آپ کو متوجہ کرتے ہیں جو کہ مسنون بھی ہے اور مستحب بھی۔

وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں آپس میں خوب مشورہ کر کے کسی شخصیت کو اپنا مخلص و خیر خواہ سرپرست منتخب کریں خواہ وہ خاندان کا کوئی بڑا بزرگ ہو یا کوئی عالم دین بزرگ ہو یا کوئی اللہ والوں کی صحبت ومجلس میں تربیت حاصل کیا ہوا اللہ والا۔ خوب دیکھ بھال کر کسی کو اپنا بڑا بنالیں۔

یا یوں سمجھئے کہ اصلاح وتربیت کیلئے کسی اللہ والے عالم کے دونوں میاں بیوی مرید ہو جائیں۔ بلکہ مرید ہونا بھی لازمی نہیں اصلاحی تعلق قائم کرلیں کہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو اپنے بزرگ سے مشورہ کریں (خط یا فون کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے) جو بھی ادھر سے حکم ملے اس پر دل وجان سے عمل کریں۔ ان شاء اللہ یہ دنیا کی زندگی بھی جنت بن جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ تھا کہ اگر میاں بیوی سے یا بیوی کو میاں سے کوئی شکایت ہوئی تو اس نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا حال عرض کردیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرماتے تھے وہ اس پر عمل کر کے اسی طرح ان کی زندگیاں کامیاب زندگیاں بن گئیں۔ اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی میں چل کر اپنی جان، مال اور اولاد میں بڑی برکتیں پائیں۔

ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے:۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں ان کا بیٹا ابوعمیر کئی دنوں سے بیمار رہ کر ایک شام اللہ کو پیارا ہوگیا خاوند گھر پر نہیں تھے۔ حضرت اُم سلیم نے بچہ کو نہلایا دھلایا، کفن پہنایا اور معمول کے مطابق سنوار اور خاوند کے لئے تیار ہوگئیں جب خاوند گھر آئے تو وہ روزہ سے تھے۔ ان کے

لئے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے بچہ کا حال پوچھا تو تسلی دیدی کہ اب آرام میں ہے اور بہتر ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افطار کیا کھانا کھایا۔ رات کو میاں بیوی حسب معمول لیٹے مباشرت بھی ہوئی۔ صبح کو حضرت ام سلیم نے ایک مناسب تمہید کے ساتھ بچہ کی وفات کی اطلاع دی۔ خاوند سے پوچھا اگر ہمارے پاس کسی کی امانت رکھی ہوئی ہو اور پھر اس کا مالک اس امانت کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا وہ امانت اپنے مالک کو ہنسی خوشی لوٹا دینی چاہئے یا نہیں؟ انہوں نے کہا لوٹا دینی چاہئے۔ فرمایا ہمارا بچہ ابوعمیر ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا، اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے واپس لے لیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ کو اس بات پر رنج ہوا کہ تم نے مجھے رات کو ہی خبر کیوں نہ دی؟ تو آپ نے اپنی شکایت جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اور پورا واقعہ سنایا کہ اس اس طرح ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور دعاء دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات میں برکت دے اور میاں کی بیوی سے رنجش کا معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔

ایک انصاری کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی برکت دیکھی کہ ان کے ہاں اسی رات کو بچہ کی امید ہوئی اس امید سے عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے جن کے پھر آگے نو بچے ہوئے اور سب کے سب قاری قرآن ہوئے۔

تو یہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ جو بھی دشواری اور الجھن آئی جا کر اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور حکم کے مطابق عمل کیا۔ بعد کے زمانوں میں بھی معاملہ اسی طرح رہا کہ گھرانے ہمیشہ کسی بزرگ، صالح اور عالم دین سے وابستہ ہوتے تھے تو پریشانیوں کا سدباب ہوتا رہتا تھا۔

میانہ روی......کامیاب نسخہ

عموماً گھروں میں جھگڑوں کا سبب گھریلو اخراجات کی ترجیحات کے بارے میں ہوتا ہے۔ آمدنی کو خرچ کرنے کے بارے میں ماں بیوی کی ذہنی اہمیتوں میں اختلاف ہوتا ہے خاوند کہتا ہے فلاں چیز زیادہ اہم ہے۔ بیوی کہتی ہے نہیں فلاں چیز اہم ہے اس کی خریداری پہلے ضروری ہے۔ یہ اختلاف ایک دوسرے سے رنجش و ناراضگی پیدا کرتا ہے جس سے گھر

کے ماحول میں خوشگواری نہیں رہتی آمدنی اتنی وافرو بےشمار ہے نہیں کہ بغیر کسی نظم وروک کے ہرطرف بےمحابا خرچ کیا جائے۔

اس صورتحال کا علاج اور حل یہ ہے کہ گھر کے ماحول میں میانہ روی کی ذہنیت پیدا کی جائے خاونداور بیوی دونوں میں معتدل ہوکرایک درمیانی راہ کا تعین کر کے اس پر چلیں کوئی ایک فریق کسی ایک پہلو پر اتنا زور نہ دے کہ دوسری سمت بالکل فراموش ہوجائے اپنی اپنی ترجیحات پر اڑے رہنے کی بجائے ایک دوسرے کی ترجیحات پر غور کریں اور دوسرے کی بات کو بالکل بےوقعت بنانے کی بجائے اسے بھی اس کا صحیح وزن دیں اوراپنی آمدنی کے پیش نظر گھر کے بجٹ میں اس کا بھی متوازن حصہ ضرور رکھیں۔

شدت اورانتہاپسندی نہ کریں اعتدال اورافہام وتفہیم کے ساتھ اپنے اخراجات میں میانہ روی کا نظام ترتیب دیکر گھر کو چلائیں۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی روزی ہے۔خرچ میں میانہ روی اور کفایت شعاری سے آدھا بوجھ اتر جاتا ہے۔

ایک چیز یہ بھی ضرور ملحوظ رکھیں کہ آمدوخرچ میں سے خرچ ہمارے اختیار میں ہے اور آمدنی ہمارے اختیار میں نہیں ہے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز ہمارے اختیار میں ہے ہم پہلے اسے کنٹرول کریں اپنے اخراجات میں کفایت وتوسط کو ملحوظ رکھیں۔یوں نہیں کہ خرچ بےتحاشا ہے اورآمدنی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں آمدنی بےتحاشا تو نہیں بڑھتی پھر خود پریشانی اٹھاتے ہیں اور گھر میں بھی ناخوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ ہر چیز خریدنے سے پہلے سوچ لیں کیا یہ ہماری ضرورت ہے یا نہیں ہے۔اور ضرورت ہونے کا کلیہ یہ ہے کہ آپ سوچیں کہ اگر یہ چیز ہم نہ خریدیں تو گذارا چل سکتا ہے یا نہیں اگر اس کے بغیر گذارہ آسانی سے چل سکتا ہے تو یہ آپ کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ دنیوی زندگی میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھیں۔ دینداری میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں۔ اوراس اصول پر عمل سے آپ کے گھر کا ماحول بہتری وخوشگواری اور دینداری کی طرف جائے گا۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہی اصول سمجھایا تھا جس پر عمل کی وجہ سے ان

کی زندگیاں نمونہ بنیں۔ یہ مضمون خواتین غور سے پڑھیں اور اس موضوع پر مزید غور وفکر کر کے اپنے گھر کے نظام کو میانہ روی کے ساتھ ترتیب دیں۔

مال کی قدر کیجئے:۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج کل مال مؤمن کی ڈھال ہے۔ اگر یہ دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ بادشاہ اور حکام ہم کو اپنے رومال بنا ڈالتے یعنی ذلیل وخوار بنا دیتے۔

نیز فرمایا کہ جس شخص کے پاس کچھ مال ہو اس کو چاہئے کہ مال کی اصلاح کرے (یعنی اس کو بڑھانے کی تدبیریں کرے اور ضائع ہونے سے بچائے) اس لئے کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر اس میں کوئی محتاج ہوگا تو وہی سب سے پہلا شخص ہوگا۔ جو اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کردے گا۔ نیز فرمایا کہ حلال مال فضول خرچی میں ضائع نہیں ہوتا۔

گھر کی اصلاح کا طریقہ!

(۱) اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں کو مختلف عبادتوں کا عادی وشائق بنائیں اور انہیں ٹی وی کے پروگراموں اور گانوں اور فلموں سے بچائیں اور یاد رکھیں کہ جب ان کے اوقات نماز و روزہ، حج وزکوٰۃ، صدقات وخیرات اور تلاوت واذکار وغیرہ فرائض ونوافل میں مشغول رہنے لگیں گے تو پھر فلموں اور ٹیلی ویژنوں کے سامنے بیٹھ کر عمریں ضائع کرنے اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کرنے کا موقع ہی نہیں پائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء وصلحاء کو وقت کی تنگ دامانیوں کا شکوہ کرتے سنا جاتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو نماز سے فارغ ہوکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جگاتے اور فرماتے تھے، اٹھ کر نماز پڑھو اے عائشہ!'' (مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اللہ رحم کرے اس شخص پر جو رات میں بیدار ہوکر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو نماز کیلئے جگائے اور اگر وہ انکار کرے تو اسکے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(۲) گھر والوں کو علم وہنر کا خوگر بنائیں اور اس کیلئے ہر ممکن وسائل وذرائع کو بروئے کار لائیں، گھر میں ایسی کتابوں اور رسالوں کا انتظام کریں جو تعمیری اور مفید بھی ہوں اور گھر والوں کے لئے اپنے مشتملات اور اسالیب کے اعتبار سے مناسب حال اور پرکشش بھی، اسی طرح تلاوت وتراجم اور خطبات وتقاریر کی عمدہ اور نئی کیسٹوں کا انتظام بھی کارآمد رہے گا

اور بہتر تو یہ ہے کہ ہر ایک کمرہ میں رہنے والوں کے معیار و حالات کے مطابق کیسٹیں اور کتابیں موجود رہیں اور انہیں ان سے استفادہ کیلئے مہمیز کیا جاتا رہے۔

(۳) بچوں کے ذوق مطالعہ کو فروغ دینے اور ان کی قوت فہم کو جلا بخشنے کے لئے ان کے درمیان بھی تحریری مقابلہ کرائیں، مثلاً کسی مناسب کتاب کو منتخب کر کے اس کے سوالات تیار کرلیں اور ان کے جواب نویسی پر انہیں مناسب انعامات سے نوازیں۔ کتابت وخطاطی و نقل واملا کی تمرین ومشاقی بھی چھوٹے بچوں کے لئے مفید رہے گی۔

(۴) گھر والوں کو مختلف واقع کی دعائیں اور اذکار یاد کرائیں اور انہیں حسب موقع پڑھنے کی تلقین کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ ان کے کیا فوائد ہیں۔ مثلاً انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ سونے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کا انتظام۔ (مسلم)

(۵) گھر میں قرآن کریم کی تلاوت وقرأت اور حفظ وتکرار کا ماحول بنائیں اور انہیں اس کے فضائل وفوائد سے آگاہ فرمائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں تین رات پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے آس پاس نہیں جاتا۔

اگر ہم اپنے گھروں میں یہ ماحول بنانے میں کامیاب ہوگئے تو امید ہے کہ گانے باجے، غیبت وچغلی اور رقص وموسیقی وغیرہ کی محبت اور شیطانی عادتیں گھر والوں سے از خود ہی رفع ہوجائیں گی، ان شاء اللہ۔

(۶) گھر والوں کے لئے کم از کم ہفتہ واری درس کا انتظام کریں شروع شروع میں اس میں انہیں تاریخ، سیرت اور تراجم صالحین وغیرہ کی دلچسپ کتابوں کا درس دیں اور اس کی روشنی میں ان کی کردار سازی کی بھی کوشش کریں اور پھر ان دروس میں کبھی کبھی علماء ومشائخ اور طالبان علوم سنت کو بھی مدعو کریں، ان کی گفتگو، مشورے اور مناقشہ کے گھر والوں پر یقیناً اثرات پڑیں گے۔ ان شاء اللہ۔

(۷) بچوں کو دینی اور علمی پروگراموں میں اپنے ساتھ شریک کریں اور کبھی کبھی انہیں علماء وصالحین کے پاس لے جایا کریں، اس سے ان کے دلوں میں دین اور علماء دین کی محبت پیدا ہوگی اور ان کی زندگی پر ان کے دین واخلاق اور سیرت وکردار کی چھاپ بھی پڑے گی۔

(۸) بچوں کو زبان وادب کی طرف بھی راغب کریں، انہیں مفید اشعار وقصائد کو یاد کرنے کی ترغیب دیں، اسی سے بڑے ہوکر علمی ومعاشرتی کاموں اور مضمون نویسی، طرز تکلم اور خطابت وغیرہ میں بڑی مدد ملے گی۔

(۹) بچوں سے ہر روز مدرسہ کی رپورٹ اور روداد پوچھیں۔ ہر روز ان کے اسباق کو روزانہ یاد کرنے اور ہوم ورک پورا کر کے اسکول جانے کی نصیحت کریں، ان کی پریشانیوں کو سمجھنے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰) بچوں کو کھیل کود اور ورزش وریاضت وغیرہ کا بھی موقع دیں، جوڈو کراٹے، فٹ بال وغیرہ بہترین کھیل ہیں اس سے قوائے جسمانی کو تقویت ملے گی، بہتر ہوگا کہ کھیل کود اور ریاضت کے بعض ساز وسامان کا گھر کے اندر انتظام کیا جائے تاکہ بچے زیادہ تر گھر میں ہی رہیں، باہر جاکر برے ساتھیوں کے اثرات نہ قبول کریں۔

(۱۱) بچوں اور بچیوں کے احوال کی خفیہ نگرانی کریں کہ وہ کن کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، وہ باہر سے اپنے بیگوں اور بستوں میں کیا لاتے ہیں؟ وہ دن بھر کیا کرتے اور کہاں رہتے ہیں؟ اور پھر ان کو مناسب نصیحت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ یہی بچے قیامت کے دن ہمارا گریبان پکڑ کر ہم سے سوال کریں کہ ابا جان! آپ نے مجھے معصیت پر کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے میری خیر خواہی اور خبر گیری کیوں نہیں کی۔

(۱۲) گھر والوں کو گھر سے متعلق شرعی احکام کی تعلیم دیں۔ مثلاً انہیں یہ بتائیں کہ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، مردوں کے لئے بھی نفل نمازیں مسجد کی بجائے گھر میں بہتر ہیں، کسی کی مخصوص نشست پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھنا درست نہیں، اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں، دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک ممنوع ہے۔

(۱۳) گھر والوں کے ساتھ نرمی ومحبت، خوش طبعی وخندہ پیشانی اور ملاطفت کے ساتھ

رہیں، رعب ودبدبہ، سختی ودرشتی اور ہیبت وتخویف کا ماحول گھر کی سعادت کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو ان کے اندر نرمی پیدا کر دیتا ہے۔ بیویوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بچوں کے اوپر رحمت وشفقت اور لطف وپیار کا مظاہرہ گھر کی سعادت کی علامت ہے۔

(۱۴) بچوں کی بری عادتیں چھڑانے اور گھر والوں کو اچھے اخلاق وآداب اور عبادات اور طاعات کا عادی بنانے کے لئے اگر شریعت نے گھر میں لوٹا لٹکانے اور مارنے کی اجازت دے دی ہے مگر اس سے پہلے دوسرے مسائل وذرائع کو آزمالینا ضروری ہے، خیر خواہانہ نصیحت، دل سوز وگداز کا اظہار، قطع تعلق، عدم تخاطب، اعتراض وبائیکاٹ وغیرہ سے اہل وعیال کی بہت سی بری عادتیں چھڑائی جاسکتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جب کسی کی کذب بیانی پر مطلع ہوتے تو اس سے لاتعلقی ظاہر کرتے یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لیتا۔

(۱۵) گھر کے بڑے اور اہم امور میں بڑے بچوں سے مشورے لیں، اس سے انہیں قلبی سکون ملے گا، گھریلو مسائل کے حل اور گھر کی تعمیر وترقی کیلئے ان کے اندر فکرمندی پیدا ہوگی، باہمی اعتماد تعاون اور دلوں کی قربت کا ماحول پروان چڑھے گا اور مستقبل میں گھر چلانے کیلئے ان کی ذہنی تربیت ہوگی۔

(۱۶) آج امت مسلمہ جن آلام ومصائب سے دوچار ہے، گھر میں بسا اوقات اس کا تذکرہ کریں تاکہ امت کا یہ غم ان کے رگ وریشے میں بھی سرایت کرے اور مفاد پرستی وخود غرضی کی زندگی گزارنے کی بجائے امت کی فلاح وبہبود اور دشمنوں کی مقاومت ومدافعت کی صالح فکر بھی ان کے دل ودماغ میں انگڑائیاں لے۔

(۱۷) بچیوں کو پڑھائی لکھائی کے ساتھ سلائی کڑھائی، صفائی ستھرائی، کھانا پکانے، بچوں کو کھلانے اور گھر کے انتظامات درست رکھنے کی تربیت دیں اور انہیں امور خانہ داری میں مصروف ومشغول رکھیں، کتنے ہی گھروں کی بنیادیں محض اس وجہ سے ہل گئیں کہ بہوؤں کی موجودگی میں بیٹیوں سے کام نہیں کرائے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ گھر کی ہوسکیں اور نہ ہی سسرال کی۔

(۱۸) بچے اور بچیاں جب بالغ ہو جائیں تو دین دار رشتہ تلاش کر کے جلد از جلد ان کی شادیاں کر دیں، بلا وجہ اس میں دیر نہ کریں، آج ہمارے معاشرے کے کتنے ہی فتنے اسی ٹال مٹول، حیلے حوالے اور تاخیر کا نتیجہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کرو ورنہ زمین فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن جائے گی۔''

(۱۹) بے فائدہ کاموں، غیر ضروری ملاقاتوں اور کھیل تماشوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنے کی بجائے لحات فرصت کو زیادہ سے زیادہ گھر میں بال بچوں کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہو سکے، گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد کریں۔ اس سے خود آپ کی حفاظت بھی ہوگی گھر والوں کی نگرانی بھی ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی بجا آوری بھی ہوگی اور گھر والوں کے دلوں میں آپ کی خاکساری ومساعدہ کی وجہ سے آپ کی عزت ومحبت بھی بڑھے گی اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی افادیت بھی سمجھ میں آئے گی کہ ''بشارت ہے اس کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اپنے گھر میں زیادہ بیٹھے اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہائے۔

نیز فرمایا ''آدمی کی فتنوں سے سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے گھر کو لازم پکڑے۔''

(۲۰) بدچلن وبدکردار اور غیر معتمد مردوں اور عورتوں کو اپنے گھروں میں ہرگز نہ آنے دیں چاہے وہ رشتہ دار اور پڑوسی ہی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ان کی مثال بھٹی پھونکنے والوں جیسی ہے جو یا تو تمہیں اور تمہارے کپڑوں کو جلائیں گے یا بھٹی کی خبیث بدبو تمہاری ناک میں پہنچائیں گے۔ کتنے ہی گھر ان کے ذریعہ جل کر خاکستر ہو گئے۔ (بشکریہ صورت الاسلام)

☆ اپنے بچوں کو ٹی وی سے بچانے کیلئے انہیں مختلف عبادات اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف رکھیں۔

☆ بچوں کی صحت کی نگرانی رکھیں اور دیکھتے رہیں کہ وہ اپنے بیگوں یا بستوں میں کیا لاتے ہیں۔

☆ ہر وقت رعب ودبدبہ اور دہشت کا ماحول گھر کی سعادت کے خلاف ہے۔

☆ بچوں کے سامنے امت کے مسائل اور ان کے حل پر ضرور گفتگو کریں تاکہ وہ محض اپنے ذاتی مستقبل کی فکر نہ کریں۔

مثالی شوہر

بعض لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ بیوی بدمزاج ہے کہنا نہیں مانتی بے ادب ہے خدمتگار نہیں ہے وغیرہ وغیرہ اور پھران باتوں کی وجہ سے وہ شوہر بھی بیوی سے بدسلوکی کرنے لگتا ہے یا مارنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں گھر گویا جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے مگر اس طرح مسئلہ حل نہیں بلکہ بگڑتا چلا جاتا ہے لہٰذا ذیل میں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا مضمون ''دل کی دنیا'' سے نقل کیا جاتا ہے اس پر عمل کرنے سے نہ یہ کہ صرف گھر میں امن ہوگا بلکہ آپ ایک مثالی شوہر بھی کہلائیں گے۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے شکایت کہ مجھ کو اپنی بیوی سے بہت نفرت ہے جبکہ میرے اندر صبر کا مادہ کم ہے تو میں شکایت اور گفتگو میں زبان کی لغزشوں اور ایسے جملوں سے احتیاط نہیں کر پاتا ہوں، جن سے اس کو میری نفرت کا پتہ چل جائے۔

میں نے کہا کہ یہ طرز ٹھیک نہیں ہے۔ ''گھر میں دروازے سے آنا چاہئے''۔ بیٹھ کر سوچو کہ وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تم پر مسلط کی گئی ہے لہٰذا خوب توبہ اور معذرت کرو۔ چیخنے چلانے اور تکلیف پہنچانے سے کیا فائدہ ملے گا؟ جیسا کہ حضرت حسن بن الحجاج نے فرمایا ہے ''بری بیوی اللہ تعالیٰ کی سزا ہے، لہٰذا اس کا مقابلہ تلوار سے کرنے کے بجائے توبہ و استغفار سے کرو۔'' اور یہ سمجھو کہ تم آزمائش میں ڈالے گئے ہو، لہٰذا صبر کرنے پر اجر پاؤ گے۔

وعسی ان تکرھو اشیئا وھو خیر لکم

ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، جبکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے فیصلہ پر صبر کا معاملہ کرو اور کشادگی کا سوال کرتے رہو۔ اگر تم نے گناہوں سے توبہ و استغفار، تقدیر پر صبر اور کشادگی کی دعاء کو جمع کرلیا تو تم کو تین طرح کی عبادت کی توفیق حاصل ہوگئی۔ جن میں سے ہر ایک پر ثواب پاؤ گے۔ اور تمہارا وقت غیر مفید کام میں ضائع نہ ہوگا۔ خبردار! اس گمان پر کہ تقدیر کا فیصلہ ٹال سکو گے، کوئی چال مت چلو۔

" وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو"

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان پہنچادیں تو خود اسی کے سوا کوئی بھی اس کا ازالہ نہیں کر سکتا ہے۔ رہا اپنی بیوی کو ستانا اور تکلیف پہنچانا، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تم پر مسلط کی گئی ہے۔ لہٰذا ایسے وقت میں تم کو کچھ اور طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اس شخص نے کہا کہ میری بیوی مجھ سے محبت بھی کرتی ہے اور میری خدمت بھی بہت کرتی ہے، مگر میری طبیعت میں اس کی نفرت بھری ہوئی ہے۔ میں نے کہا تم اللہ تعالیٰ کے لئے اس پر صبر کئے رہو، یقیناً تم کو ثواب ملے گا۔ حضرت ابوعثمان نیشاپوریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے کس عمل سے سب سے زیادہ امید ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''شروع جوانی میں میرے گھر کے لوگ بہت کوشش کرتے رہے کہ میں نکاح کرلوں، مگر میں انکار کردیتا تھا، پھر میرے سامنے ایک رشتہ آیا اور مجھ سے نکاح کرنے کو کہا گیا چنانچہ میں نے نکاح کرلیا اس کے بعد جب (رات ہوئی اور) وہ عورت میرے پاس آئی تو میں نے دیکھا کہ کافی لنگڑی اور بدصورت تھی، پھر مزید امتحان یہ تھا کہ اپنی محبت کی وجہ سے مجھ کو باہر نکلنے سے بھی منع کرتی تھی۔ تو میں اس کے لحاظ میں بیٹھ جاتا تھا کبھی بھی اس سے نفرت کا اظہار نہ ہونے دیا۔ حالانکہ نفرت کی وجہ سے میرا یہ حال تھا گویا میں جھاؤ کے انگارے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اسی حالت میں پندرہ سال گذر گئے آخر کار وہ مرگئی۔ میرے گمان میں اس کی دلداری سے زیادہ قابل ثواب کوئی عمل میرے پاس نہیں ہے۔'' میں نے اس شخص سے کہا کہ دیکھو یہ ہے مردوں کا طریقہ! بھلا چیخ، پکار اور اظہار نفرت سے کیا ہوسکتا ہے؟ بس اس کے لئے وہی طریقہ ہے جس کو میں ذکر کر چکا ہوں کہ توبہ واستغفار، صبر اور دعاء کا دامن تھاما جائے اور ان گناہوں کو سوچا جائے، جن کی یہ سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور ہر پریشانی سے محفوظ فرمائیں۔ آمین!

☆ اگر دنیا میں شوہر اپنی بیوی کا حق دبائے ظلم وزیادتی کرے اور ستائے تو یہاں خیر! اس کو قدرت نے پاور اور طاقت دی ہے۔ وہ دبا سکتا ہے مگر اس سے سارے ظلم وستم کا قیامت میں بدلہ لیا جائے گا۔ اور خدا کے دربار میں بیوی حاضر ہوگی تو زبان حال سے کہے گی۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری۔

فان کرھتمو ھن شیئا فعسٰی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیه خیراً کثیراً (القرآن)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائیں رکھدیں''۔ ظاہر ہے کہ ناپسند ہونا کسی وجہ سے ہی ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کیلئے باعث اذیت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر کا سبب بنا دیں گے اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اس سے اولاد ہی ہو جائے گی جو قیامت میں دستگیری کرے گی، کیونکہ قیامت میں ایسا بھی ہوگا کہ کسی شخص کے گناہوں کی وجہ سے اس کے دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ ہوگا مگر اس کا کوئی بچہ چھوٹی عمر میں مر گیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ جب تک میرا باپ جنت میں نہ جائے گا میں نہیں جاؤں گا چنانچہ اس کی خاطر سے باپ کو بھی جنت مل جائے گی تو یہ جنت ملنے میں بیوی ہی سبب بن رہی ہے اگرچہ وہ بداخلاق ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح سے بعض عورتیں زبان دراز ہوتی ہیں جس کی وجہ سے شوہر کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اس صورت میں بھی شوہر کو تھوڑا سا صبر سے کام لینا چاہئے اور صبر پر جنت کا وعدہ ہے جو خیر کثیر ہے۔ بہرحال دنیا میں بیوی کی طرف سے شوہر کو جو تکلیف پہنچی وہ تھوڑی تھی اور چند روزہ تھی اس کے عوض آخرت میں جو جنت مل رہی ہے وہ یقیناً زیادہ بھی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھی ہے۔ پس اس سے عورتوں کا خیر کثیر کا سبب ہونا ظاہر ہو گیا لہٰذا جو مثالی شوہر بننا پسند کرے اور خیر کثیر یعنی جنت کو پسند کرے تو اس کی بیوی کی بداخلاقی اور زبان درازی برداشت کرنی چاہئے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیوی پر روک ٹوک بھی نہ کرے۔ اصلاح تو ضرور کرے مگر نرمی کا دامن نہ چھوٹنے پائے اور کبھی کبھی دھمکانا بھی بُرا نہیں تاہم ستانا اور تکلیف پہنچانا، اور حد سے زیادہ سختی کرنا مثالی شوہر کیلئے ہرگز زیبا نہیں اور بیوی کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آنا اور ان کی دلجوئی کرنا یہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے ہے جیسا کہ واقعہ مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دو مرتبہ دوڑ بھی لگائی ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ گئیں اور دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی مرتبہ کا بدلہ ہو گیا۔ ازواج مطہرات میں سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب سے کم عمر تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلجوئی ان کی عمر کے مطابق فرماتے تھے اس واقعہ کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آج کل کے مدعیان تہذیب ایسی باتوں پر شاید حیرت کریں مگر ہمیں ان کی حیرت کی پرواہ نہیں ہم تو ان کی بیوقوفی پر ہنسیں گے ہم کسی کی نکتہ چینی کے خوف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو ہرگز مخفی نہ رکھیں گے کیونکہ دنیا میں سب لوگ بیوقوف نہیں بستے بہت سے اہل عقل بھی دنیا میں موجود ہیں جو ان باتوں کی قدر کریں گے۔ (خطبات حکیم الامت جلد نمبر ۲۰)

عہد شکنی کا وبال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں عہد شکنی کی عادت پھیل جاتی ہے اس میں خونریزی بڑھ جاتی ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اس میں موتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ (ابوداؤد، حاکم، نسائی)

شوہر کی ذمہ داریاں

جہاں خود رہے وہیں بیوی کو رکھے: ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ کی طرف سے مجھے مکان ملا ہے لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے چلے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا۔ اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی وپریشانی بھی ہے ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے۔ شریعت کا یہی حکم ہے شریعت کے حکم کے آگے سب کو جھک جانا چاہئے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر دوسری جگہ لیٹے نہیں اسکے پاس ہی لیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اس کے پاس ضرور جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا یہ اس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے حالانکہ اس کی بہت اہمیت ہے۔ ان باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

ایک صاحب تھے جو ہر وقت جماعت ہی میں رہتے تھے۔ ہر وقت ان کا چلہ ہی ہوا کرتا تھا۔ جب دیکھو باہر سفر میں ہیں۔ بیوی کے حقوق کی کچھ پرواہ نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بیوی کے دوسرے سے ناجائز تعلقات ہو گئے اور وہ ہوا جو نہ ہونا چاہئے۔

شادی شوہر سے ہوتی ہے نہ کہ ساس سسر سے:

حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوتی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے۔ عورت شوہر کی خدمت کے لئے آئی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لئے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اسی واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہیے۔ ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔

صاحب بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

بیوی کو علیحدہ رکھ کر ماں باپ کی خدمت کرے

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا۔ آئے دن اختلافات اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر ان صاحب نے تعویذ چاہا حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا لیکن آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہیے کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کریئے ان شاء اللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے لکھنو میں ایک بزرگ تھے ان کی بیوی نہایت بری اور بدمزاج تھی ایک دن انہوں نے جھلا کر کہا تو بڑی کم بخت ہے کہ باوجود ایسے سامان اصلاح کے تیری اصلاح نہ ہوئی، اس نے کہا میں نہیں کم بخت تم ہو گے کہ تم کو ایسی بی بی ملی، میں تو بڑی خوش نصیب ہوں کہ مجھے ایسا خاوند ملا۔

اسی طرح ایک ایسے ہی میاں بی بی تھے کہ میاں خوبصورت تھے اور بی بی بدصورت تھی میاں ظریف بھی تھے۔ایک دن بولے کہ ہم دونوں جنتی ہیں کیونکہ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں صبر کرتا ہوں۔اور تم مجھے دیکھتی ہو تو شکر کرتی ہو اور صابر اور شاکر دونوں جنتی ہوتے ہیں۔

تو اصل حکایت یہ تھی کہ ان بزرگ کی بیوی بہت تیز مزاج تھی اکثر اوقات بے چارے تنگ ہوا کرتے ایک دفعہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس کو طلاق دیدیجئے؟ فرمایا، بھائی دل میں تو بہت دفعہ آیا لیکن یہ سوچا کہ میں نے اس کو طلاق دے دی تو شاید یہ کسی سے نکاح کرے وہ دوسرا اس بلا میں پھنسے گا بجائے اس کے کہ دوسرے کو تکلیف ہو مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہی اس تکلیف میں مبتلا رہوں اور دوسروں کے لئے سپر دبنوں۔قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ: **وعاشروھن بالمعروف** (سورۃ النساء۱۹) ''اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہوں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں سے حسن سلوک اور ان کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہن سہن کرنا قرآن وسنت کی رو سے ہم پر لازم ہے۔خالص عقلی اور سماجی نکتہ نظر سے دیکھیں تو بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سکون وراحت کی زندگی وہی ہوسکتی ہے جس میں میاں بیوی کا معاملہ باہم حسن سلوک کا ہو، ذیل میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے میاں بیوی کی حسن معاشرت کے متعلق ملفوظات کا انتخاب پیش کر رہے ہیں امید ہے اس سے قارئین کو فائدہ ہوگا۔اوران پر عمل کرنے سے گھر کی زندگی ان شاءاللہ جنت کا نمونہ بن جائے گی۔

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے افضل ہونگی

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے افضل واجمل ہوں گی اور اجمل کی طلب نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل ہے، اس لئے اپنی بیویوں کے ملنے کے لئے دعاء کرنا نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔

زوجین کی خوش اخلاقی کا اثر

عورت کو مطیع بنانے کی یہی تدبیر کام کی ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی شوہر کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔ عورتیں قابل تعریف وترحم ہیں ان میں دو صفات تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہیں، خدمت گاری اور عفت، عفت تو اس درجہ کی ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں، لیکن وسوسوں سے کوئی بھی خالی نہیں اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جائے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ المحصنات الغافلات۔ عورت کا مہر ادا کرنا غیرت کی دلیل ہے:

گو عورت مہر معاف کر دے لیکن پھر بھی ادا کر دے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے کہ بلا ضرورت عورت کا احسان لے۔

اپنے گھروں میں بھی آواز دے کر جانا چاہئے:

بعض لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں، بڑی گندی بات ہے، نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی غیر محرم عورت محلہ کی گھر میں ہو اجازت لے جب بلایا جائے تو گھر میں داخل ہونا چاہئے۔ (تاثر حکیم الامت)

عورت کے مقابلے میں مرد کا مقام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے یعنی بڑی فوقیت بڑی اونچائی حاصل ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ہے تو مرد کو چاہئے کہ اس کے خلاف طبیعت ہونے پر متحمل ہو، برداشت کرے، خلاف پیش آنے پر صبر کرے۔

ایک طالب تربیت نے حضرت تھانویؒ کو لکھا کہ میری بیوی بڑی زبان دراز ہے ایسا ویسا کہتی سنتی رہتی ہے میں کیا کروں، حضرت والاؒ نے لکھا کہ تمہاری طرف سے اس کے ساتھ عدل اور اس کی بے عدلی پر صبر ہونا چاہئے۔

اب کوئی پوچھے کب تک ایسا کروں تو زندگی بھر تک، تاحیات یہی عمل ہو، اگر تم نے بھی اس جیسا ہی معاملہ کیا تو پھر درجہ کا کیا سوال! تم بھی عورت وہ بھی عورت، جب تمہارا

وجہ اونچا ہے تو اس کے ساتھ تمہاری طرف سے تو عدل ہی ہے اور اس کی بے عدلی پر صبر ہے۔ (ماخوذ مجالس مسیح الامت)

گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے

فرمایا کہ فتویٰ تو نہیں دیتا لیکن مشورہ ضرور دوں گا کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں رکھنا چاہئے یا خود اپنے ہاتھ میں، اوروں کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہئے چاہے وہ بھائی ہو، بہن ہو ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اس سے بیوی کی بڑی دل شکنی ہوتی ہے یا تو خاوند اپنے ہاتھ میں رکھے ورنہ اور رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مستحق وہی ہے، بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو صرف کھانا کپڑا دے بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے، دیکھئے فقہاء نے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا کہ اس کی دلجوئی کیلئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرمادیا، اس سے کتنی بڑی تاکید اس امر کی ثابت ہوتی ہے یہاں سے بیوی کے حقوق کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا ایک حق معاف کردیا۔ (حسن العزیز، اشرف الاحکام)

جیب خرچ بھی بیوی کا حق ہے

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی (مرضی کے مطابق) خرچ کرسکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں، اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہوسکتی ہے، مثلاً روپیہ دو روپیہ، پچاس روپے جیسی گنجائش ہو، یہ رقم خرچ سے علیحدہ دو لیکن صاف کہہ دو کہ وہ رقم صرف گھر کے خرچ کی ہے اور یہ رقم تمہارا جیب خرچ ہے یہ تمہاری مِلک ہے اس کو جہاں چاہو خرچ کرو۔

جب تم خرچ الگ دوگے تو تمہارا یہ کہنے کو منہ ہوگا کہ یہ رقم جو گھر کے خرچ کیلئے دی ہے امانت ہے کیونکہ آدمی کے پیچھے بہت سے خرچ ایسے بھی لگے ہوئے ہیں جو اپنی ذات خاص کے ساتھ خاص ہیں اگر بیوی کو کوئی رقم ذات خاص کے خرچ کیلئے نہ دی گئی جس کو جیب خرچ کہتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرنے پر مجبور ہوگی اس صورت میں اس پر تشدد کرنا ایک گونہ ظلم اور بے تمیزی ہے۔

عورتوں سے مکمل اصلاح کی آس نہ لگاؤ

مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہئے کہ عورت کی ذرا ذرا سی بدتمیزی پر غصہ کیا کرے بیوی پر اتنا رُعب نہ ہونا چاہئے کہ میاں بالکل ہی ہوا ہو جائیں کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بیوی کا دم فنا ہوا، ہوش وحواس بھی جاتے رہے، بے چاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی۔

اس (بے چاری نے) تمہارے واسطے اپنی ماں کو چھوڑا، باپ کو چھوڑا، اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے جو کچھ ہے اس کے لئے شوہر کا دم ہے، اگر خاوند بھی عورت کا نہ ہوگا تو اس بے چاری کا کون ہوگا، بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور جو کچھ ان سے بدتمیزی یا بے ادبی ہو جائے اس کو ناز سمجھا جائے کیونکہ ان کو عقل کم ہے، تمیز نہیں ہے، ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، اس لئے گفتگو میں انداز ایسا ہو جاتا ہے جس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے مگر اس کی حقیقت ناز ہے آخر وہ تمہارے سوا کس پر ناز کرنے جائیں، دنیا میں تمہیں ایک ان کے خریدار ہو۔

اگر عورتوں کی جہالت و بدتمیزی سے دل دکھتا ہے، کلفت بہت ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی تو ممکن ہے ان کو دین کی کتابیں پڑھاؤ اس سے ان میں سلیقہ اور تمیز بھی بقدر ضرورت آجاتی ہے کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں، خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے، شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔

اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اس سے درگذر کرنا چاہئے، اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں، مزاج پر تحمل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تحمل سے دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔

لاپرواہ شوہر کو مطیع کرنے کی تدبیر اور عمل

خدمت واطاعت وخوشامد، دوسری تدبیر: دعا کرنا۔ عمل: بعد نماز عشاء گیارہ سو مرتبہ یا لطیف یا ودود اول وآخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دعا کریں (از افادات: حضرت تھانویؒ)

گھر کا ماحول.....خوشگوار کیسے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے تھے حالانکہ ان کو امت کا کتنا غم تھا۔

نئے آنے والے وفود کا استقبال کرنا انکو اسلام کی دعوت دینا، مسلمانوں کے آپس کے معاملات طے کرانا، ایک جہاد ختم ہوا، ابھی تلوار بھی رکھنے نہ پائے تھے کہ دوسرے جہاد کا حکم ہو گیا لیکن اسکے باوجود آپ گھر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے چہرے کیساتھ داخل ہوتے۔ (وعظ حقوق النساء ۳۶)

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے پاس مسکراتے ہوئے آنا، یہ سنت آج چھوٹی ہوئی ہے جو بے دین ہیں وہ فرعون بن کر آتے ہیں بڑی بڑی مونچھیں تان کر کے، آنکھیں لال کر کے تاکہ ذرا رعب رہے ایسا نہ ہو کہ مجھ سے بیوی کچھ کہہ دے اس لئے اس پر رعب جمانے کے لئے نمرود و فرعون بن کر آتے ہیں۔

اور جو دین دار ہیں وہ گویا بایزید بسطامی اور خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید الدین عطار بن کر آتے ہیں۔ مراقبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے گویا عرش پر رہتے ہیں، زمین کی بات تو جانتے ہی نہیں۔ بیوی کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھیں گے ہی نہیں، بات بات پر جھڑک دینا وہ بے چاری بات کرنا چاہتی ہے یہ تسبیح لئے بیٹھے ہیں دن بھر وہ بے چاری آپ کی منتظر ہے کہ اب میرا شوہر آئے گا تو اس سے دل بہلاؤں گی اور آپ گھر آتے ہی تسبیح لے کر بیٹھ گئے یا آتے ہی ٹیلی فون پر دوستوں سے باتوں میں یا کاروبار کی فکر میں لگ گئے یا سوالات کا انبار لگا دیا کہ یہ کام کر لیا میں نے کہا تھا۔ یہ ہو گیا؟ اس کا کیا ہوا؟ کیوں نہیں ہوا؟ کیا کرتی رہی اتنی دیر سے؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ دونوں طرز خلاف سنت ہیں، گھر میں اپنی بیوی کے پاس جائیں تو مسکراتے ہوئے جایئے اس سے باتیں کریں (خیر خیریت دریافت کریں) اس کے کاموں میں ہاتھ بٹا کر سنت زندہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کیجئے۔

تسبیحات اور نوافل سے زیادہ ثواب اس وقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیجئے۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا وہ ہے جس کے اخلاق بیوی کے ساتھ اچھے ہوں"۔

حدیث: "مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں بہترین ہو اور اپنے گھر والوں کے حق میں نرم ترین ہو۔" (مشکوٰۃ)

ہم دوستوں میں تو خوب ہنسیں، خوب لطیفے سنیں سنائیں اور بیوی کے پاس جا کر سنجیدہ بزرگ بن جائیں منہ سکیڑے ہوئے جیسا ہنسنا جانتے ہی نہیں۔

یہ مسکرانا، ہنسنا، بولنا اور بیوی کی کوتاہیوں پر صبر کرنا غلطیوں کو معاف کرنا، غصہ کو برداشت کرنا، اس کی تکلیف وراحت کی باتیں سننا، دلجوئی کی باتوں سے اس کو خوش کرنا، اس کو شرعی پردہ کے ساتھ کسی پاکیزہ تفریح کے لئے لے کر جانا، اس کو جیب خرچ اپنی وسعت کے اعتبار سے دے کر اس کا حساب نہ لینا کہ جہاں چاہے وہ خرچ کردے وہ اس کی ملکیت ہے تو زوجہ کے ساتھ اس روش سے پیش آنا بھی عبادت میں داخل ہے۔ رات بھر نفلیں پڑھنا اور اور بیوی سے بات نہ کرنا اور اپنا بستر الگ کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت کے خلاف ہے۔

اپنے ہاتھ سے اسے کھلانے اور اس کو خوش کرنے کی خاطر کوئی چیز خریدنے میں بھی ثواب ملتا ہے لہٰذا یہ طریقے زندہ کیجئے۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ کی کرامت

فرمایا کرتے تھے کہ میرے نکاح کو پچپن سال ہوگئے لیکن الحمدللہ کبھی اس عرصہ میں لہجہ بدل کر (اپنے گھر والوں سے) بات نہیں کی۔ مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ لوگ پانی پر تیرنے اور ہوا میں اڑنے کو کرامت سمجھتے ہیں اصل کرامت تو ہے کہ پچپن سال بیوی کے ساتھ زندگی گذاری کہ جس میں یقیناً ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں یہ بات ممکن نہیں کہ ناگواری نہ ہوتی ہو لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "میں نے لہجہ بدل کر بات نہیں کی" اور اس سے بڑھ کر ان کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ ساری عمر مجھ سے یہ نہیں کہا "مجھے پانی پلا دو" یعنی اپنی طرف سے کسی کام کا حکم نہیں دیا کہ یہ کام کردو" میں خود اپنے شوق اور جذبے سے ان کے ہر کام کا خیال کرتی تھی"۔ (ارشادات اکابر)

بیوی سے حُسنِ سلوک کا اِنعام

بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سفارش:

یہ بیویاں اللہ کی بندیاں بھی ہیں ان کی اللہ تعالیٰ نے سفارش نازل کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وعاشروھن بالمعروف "اے ایمان والو! تم ان بیویوں کو خالی بیویاں مت سمجھو یہ میری بندیاں بھی ہیں"۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اگر کسی کی بیٹی کو کوئی ستا رہا ہے تو آپ بتایئے اس بیٹی کا باپ اس کو دوست بنائے گا؟ تو اگر ہم اپنی بیویوں کو ستائیں گے تو بیوی کا ابا تو غمگین ہوگا ہی ربا (یعنی حق تعالیٰ) بھی غضبناک ہوگا کہ یہ میری بندی کو ستا رہا ہے۔ پھر کیا ہوگا اس کا؟ آج جس کو دیکھو بیوی کی پٹائی کر رہا ہے ذرا ذرا سی بات پر لڑ رہا ہے ان کی آہ سے ڈریئے۔

میں اپنا تجربہ بتا رہا ہوں کہ جتنے لوگوں نے اپنی بیویوں کو ستایا اور رلایا اور ٹھنڈی آہ کھنچوائی، میں نے ان کو دیکھا کہ کسی کو فالج گرا، کسی کو کینسر ہوا۔ آنکھوں سے دیکھا ہوا حال بتا رہا ہوں۔ اور جس نے اللہ کی ان بندیوں پر رحم کیا وہ اتنا جلد ولی بنا ہے جس کی حد نہیں۔

حضرت شاہ مظہر جان جاناں رحمہ اللہ اتنے نازک طبع تھے کہ اگر بازار سے گذرتے ہوئے کسی کی چارپائی ٹیڑھی پڑھی ہوئی دیکھ لی تو سر میں درد، بادشاہ نے پانی پیا، پیالہ صراحی پر ترچھا رکھ دیا تو سر میں درد ہوگیا۔ اتنے حساس اتنے نازک طبع کو حکم ہو رہا ہے۔ آسمان سے الہام ہو رہا ہے کہ اے مظہر جان جاناں اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو درجہ اعلیٰ ملے تو ایک بیوہ عورت ہے زبان کی کڑوی ہے مگر دل کی اچھی ہے اس سے شادی کر لو۔ تلاوت، نماز وغیرہ کی پابند ہے مگر زبان کی کڑوی ہے۔ اب یہ صبح و شام اسکی کڑوی باتیں سن رہے ہیں۔

فرمایا: اسی بندی کی کڑوی باتوں سے مظہر جان جاناں کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطا فرمایا کہ: سارے عالم میں میرا ڈنکا بج رہا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص کی بیوی سے کھانے میں نمک سخت تیز ہوگیا کہ کھایا نہیں گیا فاقہ سے سوگیا اور آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا کہ اے اللہ یہ میری بیوی تیری بندی ہے آج اس سے نمک تیز ہوگیا ہے اس

نے ہمیشہ خدمت کی ہے میں آپ کیلئے اس کو معاف کرتا ہوں۔ قیامت کے دن مجھے بھی معاف کر دینا۔ جب انتقال ہوا تو ایک ولی اللہ نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ بھائی تیرا کیا معاملہ ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حساب کیا اور فرمایا کہ تمہارے بہت سے گناہ بھی ہیں میں تم کو دوزخ میں قانون کی رو سے ڈال سکتا ہوں لیکن تم نے ہماری بندی پر رحم کیا تھا اور اس کی خطا کو معاف کیا تھا میں اسکی برکت سے تمہاری زندگی بھر کی خطائیں معاف کرتا ہوں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو جہاں بندوں سے تعلق ہے وہیں پر بندیوں سے بھی ہے۔ مگر ان کی خطاؤں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ بیویاں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ اگر ان سے فائدہ اٹھانا ہے تو ان کی ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اٹھالو۔

بتاؤ: ہماری یا تمہاری پسلی سیدھی ہے یا ٹیڑھی؟

ٹیڑھی ہے تو کیا آپ کسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہوتے ہیں اس کو ٹھیک اور درست کرانے کیلئے؟ ڈاکٹر سے کبھی درخواست کی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نبوت دیکھا کیا شان نبوت ہے کس انداز سے سمجھا رہے ہیں کہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہو رہے ہو اگر بیوی بھی ایسی مل جائے تو اسے برداشت کرلو۔ اور اگر سیدھی کروگے تو توڑ دوگے یعنی طلاق کی نوبت آجائے۔ دو خاندان تباہ ہوجائیں گے خاندان میں آگ لگ جائیگی۔ چھوٹے چھوٹے بچے روئیں گے کہ میرے ابو کو کیا ہوگیا کہ میری اماں کو طلاق دے دی اور اگر تم نے گذار دیا تو گذر جائے گی اور اس میں سے جو اولاد پیدا ہوگی ان میں اگر کوئی عالم، حافظ قاری ہوگیا تو قیامت کے دن ان شاء اللہ جنت بھی پاؤ گے۔ دنیا تو مزے دار گذرے گی ہی جنت بھی پاجاؤ گے۔ (از افادات: حضرۃ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ)

خوش اخلاقی پر جنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو بہشت میں داخل کرنے کا سبب ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر پرہیز گاری اور خوش اخلاقی۔ حضرت عامر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک شخص مرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے برے اعمال کا علم ہوتا ہے مگر لوگ اسکے حق میں اچھا

کہتے ہیں تو خداوند کریم اپنے فرشتوں کو کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کے متعلق دوسرے بندوں کی شہادتوں کو قبول کرتا ہوں اور اسکے وہ گناہ جو میرے علم میں ہیں بخش دیتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ لوگ اسی کو اچھا کہیں گے جو لوگوں سے اچھا سلوک کرے گا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ صحابہ ایک جنازے سے گزرے اور اسکی تعریف کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی۔ پھر ایک اور جنازے سے گزرے تو اسکی بدی کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول! کیا چیز واجب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی تم نے تعریف کی اس پر بہشت واجب ہوئی اور جس کی مذمت کی اس پر دوزخ، کیونکہ تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

فائدہ:۔ از روئے پہلی حدیث حصول جنت کے لئے ہمیں پرہیزگاری اور خوش اخلاقی اختیار کرنی چاہئے اور دوسری حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے ممکن ہے ہماری تعریف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں اور یہی سبق تیسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ مرنے والے کی تعریف ہی کرنی چاہئے۔ آج ہم دوسروں کو اچھے لفظوں سے یاد کرینگے اور تعریفی کلمات کہیں گے تو کل آئندہ ہمیں بھی اسی طرح اچھے کلمات سے یاد کیا جائے گا آج اگر ہماری تعریف کسی کی مغفرت کا ذریعہ بن گئی تو کل ان شاءاللہ دوسروں کی تعریف ہماری بخشش کا سبب بن جائیگی تو دوسروں کی تعریف کرنا درحقیقت اپنی مغفرت کا سامان کرنا ہے۔

جھگڑا چھوڑنے پر جنت میں محل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جھگڑے کو ترک کیا حالانکہ وہ باطل پر تھا تو اسکے لئے جنت کے ایک گوشے میں محل بنا دیا جائے گا اور جس شخص نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ حق بجانب تھا اس کے لئے جنت کے درمیان میں محل بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق کو اچھا بنایا اس کے لئے جنت کے اعلیٰ طبقہ میں محل بنایا جائے گا۔

فائدہ:۔ جھگڑا چھوڑنے پر کتنی بڑی بشارت ہے جنت میں محل کی۔
آج کتنے لوگ ہیں جو معمولی معمولی باتوں پر جھگڑتے رہتے ہیں زیادہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو حق بجانب بھی نہیں ہوتے مگر پھر بھی جھگڑتے ہیں یہ حدیث ان کو مدنظر رکھنی چاہیے۔

گھریلو جھگڑے اس طرح ختم ہو سکتے ہیں

گھروں میں ساس بہو کے جھگڑوں کی بنیاد جہاں اور چیزیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ لڑکے کے والدین جہیز اور سامان وغیرہ کے نام پر جو غیر ضروری مطالبات کرتے ہیں اس سے سب سے پہلا نقصان یہی ہوتا ہے کہ لڑکی اور اسکے گھر والوں کے دل میں لڑکے والوں کیلئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ نفرت کا پہلا بیج ہے جو ہم اپنے ہاتھوں بوتے ہیں۔ جب نکاح کے بعد لڑکی سسرال جاتی ہے تو اس وقت لڑکے کو پوری صورت حال کا پتہ چلتا ہے تو اسکے دل میں والدین سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

جب ماں دیکھتی ہے کہ بیٹا بیوی کی طرف مائل ہو رہا ہے تو وہ پہلے حملے کے طور پر بیوی کی شکایات بیٹے کو کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اور اس کھیل میں بیٹیاں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور یوں گھر ایک تماشہ بن جاتا ہے۔ اب وہی بچہ جس کو والدین نے بڑی محبت و پیار سے پالا تھا انہی کی ناعاقبت اندیشیوں سے ان کا دشمن بن جاتا ہے۔ جب گھر کا سکون اس طرح تباہ ہو جاتا ہے تو پھر شریعت کی سیدھی تعلیمات پر عمل کر کے گھر کو جنت کا نمونہ بنانے کی بجائے عاملوں کے پاس پناہ ڈھونڈھی جاتی ہے اور اپنی جمع پونجی برباد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کو بھی خطرے میں جھونک دیا جاتا ہے۔

رشتہ کرتے وقت کیا نیت ہو؟

درج بالا سطور میں جن حالات کی نشاندھی کی گئی ہے آج تقریباً پورا معاشرہ انہی حالات سے گزر رہا ہے اور ہر گھر میں ساس بہو کا جھگڑا کسی نہ کسی صورت گھر کے سکون کو ختم کیے ہوئے ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر آنیوالی بہو مکمل ادب واحترام کے ساتھ بقدر ہمت آپکی خدمت بھی کرے تو آپ سب سے پہلے اپنے دل سے جہیز وسامان وغیرہ

کی غیر شرعی خواہش بالکل نکال دیں۔ دل میں صرف اور صرف یہی نیت ہو کہ ہم اپنے گھر میں ایک بیٹی کو لا رہے ہیں۔ اور ہمارے بیٹے کی جو ذمہ داری ہمارے اوپر تھی اسے پوری کر رہے ہیں یہی سنت کی ادائیگی ہے۔ اگر یہ نیت نہیں تو پھر یہ تجارت ہے جو سنت کے نام پر کی جارہی ہے۔ جس کے بارے میں یقیناً ہم سے پوچھ ہوگی۔ تجربہ ہی کرنے کیلئے ایک بچے کی شادی بے غرضانہ طریقہ پر کر کے دیکھ لیں بقسم کہتا ہوں کہ پھر دیکھیں گھر کیسے جنت بنتا ہے۔ کس طرح بہو آپ سے محبت کرتی ہے اور کس طرح بیٹا آپکی پیشانی چومتا ہے۔ دلوں میں محبت ڈالنا اللہ رب العزت کا کام ہے اس سے بغاوت کے بعد یہ امید رکھنا کہ چند اور وظائف رٹنے سے یا بدعمل عاملوں کے منتروں سے محبت پیدا ہو جائے گی تو یہ نری جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ محبت کے دو میٹھے بول بہو سے بول لیں اور بہو محبت کے دو میٹھے بول ساس سے بول لے تو یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔

اس سلسلہ میں گھر کے ذمہ دار اپنا کردار پورا ادا کرتے ہوئے وقت سے پہلے اپنے گھر میں ایسا ماحول بنائیں کہ شادی سے پہلے ہی گھر والوں کے ذہن بنے ہوئے ہوں ساس کو بھی یہ معلوم ہو کہ آنے والی بہو ہماری خادمہ نہیں وہ ہمارے بیٹے کی بیوی ہے اس کے ذمہ شرعاً ہماری خدمت واجب نہیں اس طرح بہو کی تھوڑی سی خدمت سے بھی ماحول خوشگوار رہے گا۔

اس لیے گھر کو جنت کا نمونہ بنانے کیلئے ادھر ادھر کے عاملوں کے چکروں میں آنے کی بجائے اسلام کی سیدھی سادی تعلیمات کو اپنایئے جس میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں عاملوں کے چکروں میں جو لوگ پھنستے ہیں اس کے دینی و دنیاوی، جانی و مالی نقصانات پر اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات گواہ ہیں۔

مثالی نوجوان

قیامت کے روز پانچ سوالات

روز محشر ہر انسان کو اللہ کے سامنے پانچ سوالات کا جواب دینا ہوگا۔ ان میں ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ جوانی کس مشغلہ میں گزاری؟ عربی کا مقولہ ہے الشباب شعبة من الجنون۔ یعنی جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ میرا کیا منصب اور کیا ذمہ داریاں

ہیں۔اس مضمون میں معاشرے میں پائے جانے والے تین قسم کے نوجوانوں کا ذکر ہے۔

پہلی قسم: پہلی قسم کے نوجوان وہ ہیں جو نہ اپنے اوقات کی خبر گیری رکھتے ہیں نہ اپنے وقت کو قیمتی بناتے ہیں۔ لایعنی مشغلوں اور اوقات کو ضائع کرنا ہی ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔اس قسم کے جوانوں سے درخواست ہے کہ وہ وقت کو ضائع نہ کریں۔چاہے دنیاوی مشاغل ہی کیوں نہ ہوں اپنے اوقات کو مصروف رکھیں ورنہ بیکار آدمی پر شیطان کا بہت حملہ ہوتا ہے۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی قیمتی ہے

دوسری قسم: دوسری قسم نوجوانوں کی وہ ہے جو اگرچہ بیکار وقت تو ضائع نہیں کرتے لیکن روزگار اور معاش کے سلسلے میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔اور مالی مشکلات کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں لیکن اللہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ اس قسم کے نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلیں۔حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک جوان کو توبہ ہزار بوڑھوں کی توبہ سے زیادہ عزیز ہے۔اور یہی وعدہ حدیث نبوی میں کثرت استغفار پر بھی ہے کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔اور دوسری حدیث کے مطابق نماز کا اہتمام کرنے والے سے رزق کی تنگی دور کردی جاتی ہے۔کیا ایسے نوجوان رزق کے حصول کی خاطر استغفار کرنا، گناہوں سے بچنا اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں۔جن پر اللہ کی طرف سے غیبی رزق کے وعدے ہیں۔ ہمارے ایسے نوجوان ایک بار ان اسباب کو بھی اختیار کر کے دیکھ لیں۔ پھر دیکھیں کیسے حالات بدلتے ہیں اور رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔

تیسری قسم: یہ وہ نوجوان ہیں جو بیکار تو نہیں رہتے ہیں اور نہ ہی رزق کے معاملے میں پریشان ہیں لیکن وہ زندگی ایسی گزار رہے ہیں جو خدا بیزار زندگی ہوتی ہے۔ مال کمانا چاہے حلال ہو حرام ہو، کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ مال کمانے کے چکر میں اپنے پیدا کرنے والے کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ہر وقت اچھی خوراک اور اچھی پوشاک کی فکر میں رہتے ہیں۔ مال کو اللہ کی نافرمانی میں ضائع کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احسانات کا تصور ہی نہیں ہوتا۔شرعی حکموں کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔مادر پدر آزاد زندگی گزارتے ہیں۔

انہیں بھول کر بھی یاد نہیں آتا کہ ہم دن بدن موت کے نزدیک ہو رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے ''تم میں بہتر وہ جوان ہے جو بوڑھوں کے مثل ہو اور بدتر بوڑھا ہے جو جوانوں کی مانند ہو'' یعنی جوان میں یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو بوڑھا یعنی موت کے قریب جانے۔

زندگی بہرحال گزر جانے والی ہے۔ جوانی کے نشے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی حد درجہ خسارے اور آخرت میں ناکامی کا باعث ہوگی۔ آج بھی اگر ہم سچے دل سے گناہوں کی معافی مانگ کر رب تعالیٰ کو راضی کر لیں تو زندگی بھی پرسکون ہو جائے گی اور آسمان کے فرشتے بھی ایسے جوانوں پر رشک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ بوڑھے نہیں

میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری صحت جواب دے چکی ہے۔ اب تو میں کسی کام کا نہیں رہا بمشکل مسجد تک جاتا ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ وغیرہ۔ اس طرح کے جملے شب و روز بڑی عمر کے حضرات سے سننے میں آتے ہیں۔ اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب چالیس پچاس سال کے تنومند جوانوں سے بھی اس قسم کی باتیں شنید ہوتی ہیں۔

جوانی کی طرح بڑھاپا بھی ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں لیکن قبل از وقت خود کو بوڑھا تصور کر کے اپنی ہمت وقوت کو نفسیاتی طور پر ختم کر لینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ حالانکہ فطرت کا سبق تو یہ ہے کہ انسان میں صحیح عقل و شعور چالیس برس کے بعد اجاگر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو چالیس برس کے عمر کے بعد خلعت نبوت سے نوازا گیا۔ اس لئے چالیس پچاس سال کی عمر میں خود کو بوڑھا سمجھنا ایسی مہلک غلط فہمی ہے جو انسان کو وقعتہً بوڑھا بنا دیتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح کہ اسلام میں بوڑھوں، ضعیف و ناتواں لوگوں کے حقوق اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے کا سبق دیا گیا ہے لیکن شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ کمزور مسلمان کے مقابلہ میں قوی کو پسند کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اس لئے شروع سے ہی اپنی صحت کی حفاظت کی جائے کہ اس عظیم نعمت کے بارہ میں روز قیامت سوال ہوگا۔

ہمارے بزرگوں میں سے اکثر حضرات کا یہ حال تھا کہ پیرانہ سالی، امراض اور ضعف کے باوجود کسی پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے تمام کام خود سرانجام دیتے اور سابقہ معمولات میں بھی ذرا فرق نہ آتا۔ یہ سب دین کی برکت تھی کہ کبرسنی کے باوجود آنکھوں کی بصارت صحیح، زبان کا تکلم صحیح، دانت پورے، کمر سیدھی، چلنے میں وہی وقار، کھانے پینے میں معمولی پرہیز، یقیناً دین کی برکت سے اللہ پاک اپنے بندگان خاص کو ایسی عظیم نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ ورنہ آج ذرا عمر میں زیادتی ہوئی معالجین کی طرف قدم قدم پر پابندی لگ جاتی ہے اور دنیا کی فراوانی کے باوجود انسان خود کو قیدی محسوس کرتا ہے۔ اس لئے ہم سے کام لیجئے کہ ہمت مرداں، مدد خدا روزانہ معمولی ورزش اور دوسری حفاظتی تدابیر اختیار کیجئے اور اپنے دل و دماغ سے اس تصور کو کھرچ ڈالئے کہ میں اب بوڑھا ہو کر کسی کام کا نہیں رہا۔ اللہ پاک سے صحت وعافیت کا سوال کیجئے کہ اللہ پاک زیادہ سے زیادہ ہمت وقوت عطا کریں اور میں اس نعمت کو دین اسلام کی خدمت میں صرف کروں۔ جو اللہ قادر مطلق ابراہیم علیہ السلام کو زیادتی عمر کے باوجود اولاد نرینہ سے نواز سکتا ہے۔ بڑھاپے میں زکریا علیہ السلام کو یحیٰی علیہ السلام کی بشارت دے سکتا ہے وہی اللہ آج بھی قادر ہے کہ خدمت اسلام کیلئے کمزور اعصاب کو قوی کر دے جھکی کمر کو سیدھا کر دے۔ خدمت دین کے واسطہ سے دعا کرتے ہی ہر شخص روحانی طور پر صاف محسوس کر سکتا ہے کہ گویا کسی نے طاقت کا انجکشن لگا دیا ہو۔

عمر کے کسی بھی حصے میں انسان اصول فطرت سے انحراف کر کے خوش گوار زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس لئے جس کی زندگی جس قدر فطرت کے قریب تر ہوگی اتنی ہی خوشگوار اور پرسکون ہوگی۔ خاوند بیوی کا تعلق ایسا فطری ہے کہ اس سے ہٹ کر گزاری جانیوالی زندگی معاشرتی، نفسیاتی اور جسمانی گوناگوں امراض و پریشانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کتنے ہی ایسے حضرات دیکھنے میں آتے ہیں کہ بالکل صحیح تندرست ہیں۔ مالی حالات بھی مستحکم ہیں ان سب کے باوجود حال پوچھنے پر بتاتے ہیں جی اب تو زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں مزید کریدنے پر معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اولاد جوان ہے۔ معاشرے کی تنگ نظری کے پیش نظر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ نکاح ثانی کر کے اپنی زندگی کو فطرت کے

قریب کیا جائے یہ بھی مشاہدہ ہے کہ آخری عمر میں جو خدمت بیوی کر سکتی ہے وہ اولاد نہیں کر سکتی۔ کتنے ہی لوگوں کے مشورے سے ان حالات میں عقد ثانی پر اللہ پاک نے اولاد نرینہ سے نوازا۔ نیک بیوی کی برکت سے روزی کی تنگی بھی دور فرمادی گئی۔ فطرت کے اس اصول کی برکت سے انسان معاشی طور پر بھی پریشانیوں سے بچ جاتا ہے اور وہ خود کو معاشرہ کا قابل فرد تصور کرتا ہے جس سے ہمت جواں، دل شادماں اور نظر شادماں رہتی ہے۔

کہتے ہیں اللہ والے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد حفظ قرآن شروع کیا تو حافظ بن گئے، علم دین حاصل کرنا شروع کیا تو عالم بنے، کسی اللہ والے سے تعلق قائم کیا تو صاحب نسبت بزرگ بن گئے اس لئے یہ سمجھنا کہ چالیس پچاس برس کی عمر کے بعد اب میں کسی کام کا نہیں رہا محض ایک غلط فہمی ہے۔ زندگی وقت گزاری کا نام نہیں کہ عمر کا یہ انمول حصہ قصہ گوئی میں فضول کاموں پر مجلس آرائی میں یا بیکار گھروں میں پڑے رہنے میں گزار دی جائے۔

اب تک آپ نے خوب دنیا دیکھی اب آخرت کی کمائی کرنے میں لگئے اور آخرت کی کرنسی یعنی نیکیاں جمع کیجئے اور پھر سے اس حال میں جایئے کہ آپ کے اچھے تذکرے ہوں اس کے ساتھ ساتھ اپنے آرام اور غذا کا بھی خاص خیال رکھیں۔ اولاد کیلئے چھوڑی جانیوالی سب سے انمول جاگیر جوان کی زندگیوں کی خوشیوں سے بھر دے وہ ان کی صحیح دینی تربیت ہے۔ اس جاگیر کے ہوتے ہوئے باقی دنیاوی چیزیں ہیچ ہیں اگر دینی تربیت نہیں تو کتنے لوگ اپنے بعد لاکھوں کی جائیدادیں، بینک بیلنس چھوڑ کے مرے لیکن ان چیزوں نے ان کو کچھ دینی نفع نہ دیا۔ اس لئے اپنے آرام وراحت کو موخر کر کے اولاد کیلئے جمع پونجی سنبھال رکھنے سے بہتر ہے کہ خود اپنے اوپر اعتدال کے ساتھ خرچ کی جائے اور بچوں کیلئے دینی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

اس سب کے ساتھ ساتھ جملہ گناہوں سے بچئے اپنے دل کی حفاظت کیجئے کہ دل بادشاہ ہے۔ اس کو برے خیالات، مایوسی اور وساوس سے محفوظ رکھئے۔ اور نیک حضرات کی مجالس میں بیٹھئے کہ بزرگوں کی صحبت دین ودنیا کے لئے اکسیر ہے۔ اسلئے اپنی سوچ بدلئے۔ اپنے حالات بدلئے۔ حفاظتی تدابیر کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے سہارا لیتے ہوئے ہمیشہ خوشگوار زندگی گزاریئے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ قوی ایمان والا شخص کبھی بوڑھا نہیں ہوتا بلکہ بوڑھا وہ ہے جس کا ایمان

کمزور ہے اگر چہ بظاہر وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔اس لئے اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس کا طریقہ اعمال صالح کی بجا آوری ہے۔اللہ پاک ہم سب کو اپنی حفاظت میں لیتے ہوئے عافیت دارین کا معاملہ فرمائیں۔آمین!

جدید ریسرچ نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ انسانی زندگی میں نفسیات کا بڑا عمل دخل ہے۔اگر ایک صحت مند نوجوان خود کو ضعیف ونا کارہ سمجھ کر اس خیال کو خود پر مسلط کر لے وہ یقیناً خود کو بے کار کر بیٹھے گا۔اسی طرح اگر کوئی بڑی عمر کا شخص اپنے عزم کو جواں اور ہمت کو بلند کر لے تو وہ ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتا ہے جو جوانوں کیلئے بھی قابل رشک ہوں۔

اللہ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کی تابناک تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ہر دور میں ایسے خوش نصیب حضرات بکثرت موجود رہے جنہوں نے جوانی میں تو دین اسلام کی خدمت کی ہے لیکن عمر کے اس حصہ میں بھی (جبکہ انسان خود کو بوڑھا سمجھ کر صاحب فراش ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی کو مجموعۃ الامراض بنالیتا ہے) ایسی ایسی عظیم خدمات سرانجام دیں جو تا قیامت ہمارے لیے مشعل راہ ہیں

ماضی قریب کی ایسی خوش نصیب شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی رحمہ اللہ کی ہے آپکی پیدائش ۱۸۸۲ء میں الہ آباد کے شہر میں ہوئی 1902ء میں آپ بی اے کر رہے تھے کہ مجدد وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ الہ آباد تشریف لائے۔آپ کو غائبانہ عقیدت تو پہلے سے تھی اب زیارت، ملاقات اور وعظ میں شرکت کی تو دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور فکر آخرت کا غلبہ ہوا۔اور فیصلہ کرلیا کہ یہ انگریزی تعلیم کا آخری سال ہے۔اپنے نفس کو تنبیہ و یاددہانی کیلئے چند پرچوں پر یہ لکھ کر کہ ''اے نفس مجھے ایک بڑے امتحان (حشر) کی بھی تیاری کرنی ہے اس لیے اس چھوٹے امتحان (بی اے) کی تیاری جو کچھ کر سکے اسی سال کر لے اس کے بعد موقعہ نہ دیا جائیگا'' اپنے کمروں کی دیواروں پر کئی جگہ چسپاں کرلیا تا کہ ہر وقت ذہن و نظر کے سامنے رہے۔اس طرح انگریزی تعلیم ترک کر کے دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے غالباً ۱۹۱۲ء میں خلافت سے نوازے گئے۔

۴۵ برس کی عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چونکہ تلاوت سے پہلے ہی کافی مناسبت تھی اس لیے اتنی عمر میں بھی بہت جلد حفظ کرلیا اور کئی سال تک تراویح میں بھی سناتے رہے۔حضرت

مولانا عیسیٰ الہ آبادی کے حالات جوانوں کے علاوہ بڑی عمر کے حضرات کیلئے بھی درس عمل ہیں کہ اس عمر میں حفظ قرآن کیا اور اس سے پہلے عربی علوم سیکھے۔ مجدد وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے ہوئے اور کئی گراں قدر تصانیف لکھ کر اونچے درجے پر فائز ہوئے۔

یقیناً یہ سب اللہ والوں کی صحبت کی برکت تھی ورنہ معاشرہ میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو عمر کے اس قیمتی حصہ کو غیر ضروری مصروفیات میں صرف کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چالیس برس کی عمر میں اب ہم کسی محنت ومشقت کے اہل نہیں رہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے جو انسان کو کسی عمر میں لاحق ہو جائے تو انسان دین ودنیا کے ضروری کاموں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اپنے اندر ہمت پیدا کرنے کیلئے دعا کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کی صحبت بھی اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ ایسے اللہ والوں کی صحبت سے جہاں انسان اعمال صالحہ میں چست ہو جاتا ہے وہاں ان اعمال کی برکت سے دنیاوی امور بھی خود بخود سدھرنے لگتے ہیں۔

عورتوں کی اصلاح کے طریقے

عورتوں کی اصلاح کی اہمیت:۔ عورتوں کی تمام خرابیوں کی اصل (جڑ اور بنیاد) ایک ہی امر ہے اگر اسکی اصلاح ہو جائے تو سب باتوں کی اصلاح ہو جائے، وہ یہ کہ آج کل بے فکری ہو گئی ہے اگر ہر امر میں دین کا خیال رکھا جائے کہ یہ کام جو ہم کرتے ہیں دین کے موافق ہے یا نہیں تو ان شاء اللہ چند روز میں اصلاح ہو جائے گی۔

اصلاح کا طریقہ غور سے سننا اور سمجھنا چاہئے، اصلاح کا طریقہ علم وعمل سے مرکب ہے، اور علم یہی نہیں ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ لیا یا تفسیر پڑھ لی یا نور نامہ یا وفات نامہ پڑھ لیا، بلکہ کتاب وہ پڑھو جس میں تمام امراض کا بیان ہو۔

زبان کا تحفظ:۔ اور عمل (دو ہیں) ایک تو یہ کہ زبان روک لو، تمہاری زبان بہت چلتی ہے تم کو کوئی برا کہے یا بھلا کہے تو ہرگز مت بولو، اس طرح کرنے سے حسد وغیرہ سب جاتے رہیں گے اور جب زبان روک لی جائے گی تو امراض کے مبانی ومناشی (اسباب) بھی جاتے رہیں گے۔ ضعیف اور مضمحل ہو جائیں گے۔

موت کا تصور:۔ دوسرا کام یہ ہے کہ وقت مقرر کر کے یہ سوچا کرو کہ دنیا کیا چیز ہے اور یہ دنیا چھوٹ جانے والی ہے اور موت کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں جیسے قبر اور منکر نکیر کا سوال اور اس کے بعد قبر سے اٹھنا اور حساب و کتاب اور پل صراط کا چلنا سب کو تفصیل کے ساتھ روزانہ سوچا کرو اس سے حب جاہ، حب مال اور تکبر، حرص، غیبت، حسد وغیرہ سب امراض جاتے رہیں گے۔

اصلاح میں آسانی کا طریقہ:۔ اور اس میں آسانی پیدا کرنے کے لئے یہ طریقہ ہے کہ اگر کوئی کامل مرد اپنے محارم میں مل جائے (جن سے پردہ نہیں) تو اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اس سے اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کا طریقہ پوچھ کر دل کی اصلاح کریں۔

اور اگر کوئی مرد ایسا نہ ملے تو کسی کاملہ (عورت) کی صحبت میں رہیں۔

اور اگر کوئی کاملہ بھی نہ ملے تو اپنے گھر کے مردوں کی اطلاع اور اجازت سے کسی دوسرے بزرگ سے بذریعہ خط و کتابت اپنی اصلاح کا تعلق رکھیں اور اس کو اپنے حالات کی خبر دیتی رہیں جو کچھ وہ لکھے اس پر عمل کریں اور اپنے گھر ہی میں رہیں، اور اس کے پاس جانے کی زحمت نہ اٹھائیں۔ ہاں اپنے گھر پر بزرگوں کے قصے اور ان کے حالات اور ملفوظات اور ان کی تصانیف کا مطالعہ جاری رکھیں اس سے بھی وہی نفع ہوگا جو پاس رہنے سے ہوا کرتا ہے اور اگر مردوں میں سے کسی کو بزرگوں کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو وہ بھی اس طریقہ پر عمل کریں، ان شاء اللہ اس طرح ان کا بھی دین کامل ہو جائے گا۔

یہ صورت تو عورتوں کے اصلاح کی آج کل نہیں ہوسکتی کہ وہ آپس میں ہم جنس (عورت سے) فیض حاصل کیا کریں اب تو دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جن عورتوں کے محارم (قریبی رشتہ داروں) میں سے کوئی کامل ہو وہ اس سے فیض حاصل کرے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ شوہر تو بعض جگہ غلام ہوتا ہے ورنہ برابر کا دوست تو ہے ہی۔ شوہر کی تعظیم وتکریم عورتیں اس درجہ نہیں کرتیں جتنی مربی (پیر) کی تعظیم ہونی چاہئے اور اس کے بغیر فائدہ نہیں ہوسکتا۔

دوسرے بیوی کو شوہر سے ویسا اعتقاد بھی نہیں ہوتا جیسا دوسروں پر اعتقاد ہوتا ہے گو اپنا شوہر کتنا ہی بڑا کامل ہو۔

بزرگوں کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ:۔ ایسی صورت میں اگر عورتیں اپنے شوہر سے بھی فیض حاصل نہ کرسکیں اور اپنے محارم (قریبی رشتہ دار جن سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہوتا ہے) ان میں بھی کوئی کامل نہ ہوتو اب دوسری صورت یہ ہے کہ بزرگوں کی کتابیں اور انکے ملفوظات ومواعظ کا مطالعہ کیا جائے۔

بزرگوں کی تصانیف اور انکے ملفوظات میں بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے جب پھولوں کا موسم چلا جائے تو اب اس کی خوشبو گلاب سے حاصل کرنی چاہئے گلاب میں بھی پھول کی خوشبو مل سکتی ہے اسی طرح آفتاب چھپ جائے تو اب چراغ سے روشنی حاصل کرنی چاہئے اہل اللہ کے کلام میں نور رہوتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے۔

بس اب عورتوں کیلئے بھی میں نے کمال دین حاصل کرنے کا آسان طریقہ بتا دیا آگے ان کی ہمت ہے عمل کریں یا نہ کریں۔ (از افادات: حضرت تھانوی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 39)

نصیحت سے بھرپور ایک حدیث

آج کے اس نفس پرستی کے دور میں بے پردگی، بے محابا مردوں اور عورتوں کا جو اختلاط ہورہا ہے، الامان والحفیظ، اس طوفان کو روکنے کیلئے خدا ترس، برگزیدہ اکابرین نے ہر دور میں اپنی طاقت وہمت کے مطابق بہت زیادہ کوششیں کیں اور اب تک اپنی تحریروں، تقریروں میں اسکے سدباب کیلئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں مگر...... آج بھی شہروں کے بازار اور چوک، سیرگاہیں وتفریح گاہیں بے پردہ مسلمان خواتین سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس میں ذرا بھی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

ہمارے خیال میں اس کوتاہی کے زیادہ ذمہ داری مرد حضرات ہیں اسلئے کہ ان کو گھر کا ذمہ دار مقرر کیا گیا ہے اور ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اہل خانہ کے دینی معاملات میں چشم پوشی ہرگز نہ کریں، تاہم خواتین پر بھی فرض ہے کہ وہ خود بھی دینی امور میں کوتاہی نہ کریں اگرچہ انکے مرد حضرات انکو نہ ٹوکتے ہوں، ذیل میں خواتین کی نصیحت وعبرت کیلئے ایک حدیث مبارکہ کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے جس میں خواتین کو چند گناہوں کے عذاب سے

خبردار کیا گیا ہے جن میں سے اہم گناہ بے پردگی ہے۔

چنانچہ حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے گئے۔ چنانچہ جب یہ دونوں حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہے اور آپ زاروقطار رو رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں اتنا رو رہے ہیں؟

آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو قسم وقسم کے ہولناک اور خوفناک عذابوں میں مبتلا دیکھا تھا آج ان عذابوں کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔

اسکے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انکو کس کس طرح کا عذاب ہو رہا تھا؟ چنانچہ آپ نے فرمایا

کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے اور اسکا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جہنم میں ہونا ہی کوئی کم عذاب نہیں مگر وہ اسکے ساتھ ساتھ بالوں کے بل لٹکی ہوئی بھی تھی تو یہ کس قدر تکلیف دہ صورت ہوگی۔

دوسری عورت کو دیکھا کہ وہ زبان کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی تھی۔ یہ عذاب کی صورت تو پہلی صورت سے بھی خطرناک ہے۔ اسلئے کہ زبان تو بہت نازک ٹکڑا ہے۔

تیسری عورت کو دیکھا کہ وہ چھاتیوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

چوتھی عورت کو دیکھا کہ اسکے دونوں پاؤں سینے کیساتھ بندھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ پیشانی کیساتھ بندھے ہوئے ہیں اور جہنم میں جل رہی ہے۔

پانچویں عورت کو دیکھا کہ اسکا چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے مگر

حقیقت میں وہ عورت ہے اور اسکو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں اور اسکو مسلسل ڈس رہے ہیں۔

چھٹی عورت کو دیکھا کہ اسکی شکل کتے جیسی ہے اور اسکے منہ میں آگ کی لپٹیں داخل ہوتی ہیں اور پیچھے سے نکلتی ہیں۔

حضرۃ فاطمۃ الزھرآء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے ابا جان ان عورتوں کو مذکورہ عذاب کن گناہوں کی وجہ سے ہورہا تھا؟ تو آپ نے اسکی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ

(۱) جو عورت بالوں کے بل لٹکی ہوئی تھی یہ وہ تھی جو ننگے سر بے پردہ غیر محرم مردوں کے سامنے آیا کرتی تھی (چنانچہ آجکل ننگے سر گھومنے کا فیشن عام ہوگیا ہے) اور باریک دوپٹہ استعمال کرنا کہ جسمیں سے بالوں کی رنگت ظاہر ہو وہ بھی ننگے سر کے حکم میں ہے۔

(۲) دوسری عورت جو زبان کے بل لٹکی ہوئی تھی یہ وہ تھی جو زبان دراز تھی شوہر کے ساتھ بدتمیزی اور بدزبانی کا معاملہ کرتی تھی۔

(۳) تیسری عورت جو چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی تھی یہ وہ تھی جو شادی شدہ ہوکر بھی غیر مردوں سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی۔

(۴) چوتھی عورت جسکے پاؤں سینے سے اور ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے تھے یہ دین کا مذاق اڑاتی تھی اور جنابت وحیض وغیرہ سے طہارت کا اہتمام نہیں کرتی تھی۔

(۵) پانچویں عورت جسکی شکل خنزیر جیسی اور جسم گدھے کی طرح تھا وہ چغلی کھاتی تھی۔ ادھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لگا کر لڑائی کرا دیتی۔

(۶) چھٹی عورت جو کتے کی شکل میں تھی وہ احسان کرکے پھر جتلایا کرتی تھی۔ (شمارہ نمبر 47)

مثالی بیوی

مثالی بیوی کے حقوق وفرائض
نیک بیوی کی صفات
خواتین کیلئے گھریلو ذمہ داریوں
پراجروثواب کی خوشخبریاں
اولاد کی تربیت کیلئے دلچسپ واقعات
زریں اُصول وہدایات
میکے سے سسرال تک.....شوہر کی اطاعت
خواتین اورنماز.....چندمثالی برگزیدہ خواتین

ماضی قریب کی چند نیک خواتین

آج کل کے آزاد ماحول میں جب کسی کو دین پر عمل کرنے کا مشورہ دیا جائے تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ دین پر عمل کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے ہمارے بس کی بات نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ محض نفس کا بہانہ ہے ورنہ دین پر عمل کرنا تو نہایت سہل ہے بشرطیکہ انسان کچھ ہمت کرے اور عمل کرنے کا ارادہ بھی ہو۔

جب اپنا ہی دل نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں ورنہ کام ایک اور طریقے ہزار ہیں

ذیل میں ماضی قریب کی چند خواتین کے واقعات نقل کیے جاتے ہیں تاکہ ان کی ہمت کو دیکھ کر کسی اور کو بھی دین پر عمل کرنے کی ہمت ہو جائے۔

واقعہ نمبرا:۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں حضرت کی جلالت شان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ حضرت قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں اور آج برصغیر دینی مدارس کا پھیلا ہوا مبارک جال آپ کی محنت کا ثمرہ ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ انتہائی درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے اور دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی خود کو بالکل مٹایا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ آپ کوئی بڑے عالم یا بزرگ ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ راہ چلتے ہوئے کسی شخص نے آپ کو جولاہا سمجھ کر سوال کیا کہ آج کل سوت کا کیا بھاؤ ہے مگر حضرت نے اس کو برا نہیں منایا بس اتنا فرمایا کہ بھائی آج کل بازار جانا نہیں ہوا اور بھی آپ کے اس قسم کے واقعات ہیں جن سے آپ کی فنائیت ظاہر ہوتی ہے اور جب حضرت قدس سرہ کی شادی ہوئی تو آپ کی اہلیہ دیوبند کے ایک متمول زمیندار کی بیٹی تھی جس کو والد کی طرف سے خوب زیور ملا تھا چونکہ حضرت قدس سرہ کو دنیا کی کوئی رغبت اور محبت نہ تھی اس لئے چاہتے تھے کہ گھر والی کو بھی سونے چاندی اور دولت کی چمک دمک اور محبت سے دور رکھیں اس لئے پہلی شب میں ہی

اہلیہ سے فرمایا کہ تم کون ہو اور میں کون؟ میری سنو گی یا اپنی منواؤ گی اہلیہ نے بلا تکلف عرض کیا کہ میں تو آپ کی کنیز ہوں اپنی منوانے کا کیا سوال؟

تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سارا زیور ہمیں دیدو چنانچہ بلا تامل اہلیہ نے زیور اتار کر دیدیا جو کہ دارالعلوم دیوبند کے سرمایہ میں داخل کر دیا گیا والد نے بیٹی کو دوبارہ زیور لاکر دیا تو دوبارہ بھی یہی معاملہ ہوا ماشاء اللہ کیسی دیندار عورت تھی کہ جان ومال سب کچھ شوہر پر نچھاور کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ سونا چاندی عورت کی کمزوری ہے مگر حضرت قدس سرہ چاہتے تھے کہ اہلیہ دنیا کی محبت میں پھنس کر کہیں اصلی ٹھکانہ جنت کا نقصان نہ کر بیٹھے اس لئے آتے ہی اس کو نقصان سے بچانے کے لئے سونے چاندی سے آزاد کر دیا۔

واقعہ نمبر۲:۔ اسی طرح اکابرین دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی شخصیت بھی ہے حضرت گنگوہی قدس سرہ بھی تقویٰ اور دینداری میں اپنی مثال آپ تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ میں خوب ملکہ عطا فرمایا تھا آپ نے سنت و بدعت کی خوب وضاحت فرمائی اور امت کو بتلایا کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟ آپ کو ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گنگوہی کو منبر پر کھڑا کر کے سو مسائل پوچھے جن نے آپ نے بالکل صحیح جواب دیا تو اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت عطا فرمائی۔

جب حضرت اتنی بڑی شخصیت تھی تو اس کا اثر اولاد پر ہوتا تو اسکا لازمی نتیجہ ہے چنانچہ آپ کی صاحبزادی کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کا نکاح ہوا تو ان کے شوہر بالائی آمدنی سے احتیاط نہیں کرتے تھے حضرت کی صاحبزادی نے پہلے ہی دن شوہر سے کہا کہ جب تک آپ رشوت سے توبہ نہ کرو گے میں آپ کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گی چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی سبحان اللہ اس کو کہتے ہیں تقویٰ اور دینداری حالانکہ ایسے وقت میں عورت کو روپیہ وغیرہ کا لالچ ہوتا ہے بالخصوص وہ عورت جس کو والدین کی طرف سے بھی کچھ رئیسانہ زیور اور سامان دیا گیا ہو مگر پھر بھی انکو دین کا خیال دنیا پر غالب رہا اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ آپکی تربیت ہی ابتداء سے ایسی کی گئی تھی کہ جس سے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی، کم ہو مگر حلال ہو۔

واقعہ نمبر۳:۔ اور ہمارے حضرات دیوبند سے ایک حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ بھی گزرے ہیں حضرت تھانویؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم وعمل سے خوب نوازا تھا اور علماء نے آپ کو مجدد وقت قرار دیا ہے اور ہمارے علماء دیوبند میں سے سب سے زیادہ مواعظ وملفوظات حضرت تھانوی کے محفوظ ہیں اور شائع ہوئے ہیں یہ آپ کی اتنی بڑی کرامت ہے جو لاکھوں میں بھی کسی کی ممکن نہیں اور حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح میں بھی بہت زیادہ ملکہ عطاء فرمایا تھا کبھی بھی کوئی روحانی مریض آپ سے لاعلاج نہیں لوٹا دو باتوں کا آپ کو بہت ہی زیادہ اہتمام رہتا تھا ایک معاملات کی صفائی دوسرے یہ کہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور متعلقین کو بھی ان دونوں باتوں کو تاکید فرماتے تھے حضرت کی دو شادیاں تھیں جو بڑی اہلیہ تھیں ذیل میں ان کے کچھ حالات عرض کئے جاتے ہیں حضرت تھانویؒ پیرانی صاحبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام تمہارے کرنے کا ہے وعظ کہاں تک اثر کرے گا اس رسم کو توڑ دو اور عورتوں کو سمجھاؤ کہ میت کے گھر جا کر کھانا پینا بہت برا ہے ایک تو ان پر موت کا صدمہ ہوا اور دوسرا صدمہ ان پر یہ ڈالا جائے کہ آنے والیوں کے کھانے پینے اور پان چھالیہ کا انتظام کریں بہت شرم کی بات ہے میرے گھر میں اس سے پہلے کہیں شادی، غمی میں نہیں جاتی تھیں کیونکہ اکثر جگہ منکرات ہوتے ہیں مگر میں نے اس غرض سے ان کو غمی میں جانے کی اجازت دیدی اور یہ کہا کہ دین کا کام ہے تمہیں بھی شرکت کرنی چاہئے چنانچہ انہوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور میت کے گھر جا کر کھانے پینے سے منع کیا اول اول تو کچھ لوگوں نے ناک منہ چڑھایا کہ ہم ایسے گرے پڑے مفلس ہیں کیا جو آنے والیوں کے لئے پان چھالیہ کا بھی انتظام نہ کر سکیں؟ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں سب مستورات نے اس پر عمل شروع کر دیا اور اب میت کے گھر کچھ نہیں کھاتیں۔

حضرت تھانویؒ کی اہلیہ کے حالات سے چند باتیں خواتین کیلئے قابل عمل ظاہر ہوتی ہیں۔

ا۔ شادی وغمی کی تقریبات میں نہیں جاتی تھیں عورتوں کی دین ودنیا کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ گھروں میں رہیں ادھر ادھر جانا تقریبات میں یا گھومنا پھرنا اس میں بہت سے نقصانات ہیں مثلاً نمازوں کا فوت ہونا، بے پردگی وغیرہ۔

۲۔ ذراسی ہمت سے کتنی بری رسم کا خاتمہ ہوگیا اس لئے رسومات کوختم کرنے میں خواتین کوبھی کوشش کرنی چاہئے اور آپس میں دین کی بات چلاتے رہنا چاہئے۔

۳۔ انسان جب خود عمل کرتا ہے تو اسکی تبلیغ کا زیادہ اثر ہوتا ہے اسلئے زیادہ توجہ اپنے عمل کی طرف ہونی چاہئے ایسا نہ ہو کہ خود تو عمل کرے نہیں اور دوسروں کو تبلیغ کرنے لگیں اس کا زیادہ اثر نہ ہوگا۔ (شمارہ نمبر 23)

سب سے زیادہ راحت پہنچانے والی بیوی

خدا تعالیٰ نے میاں بیوی کا تعلق ہی ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان راحت نہیں دے سکتا بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز الگ ہوکر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں مگر بیوی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے وہ شوہر کو بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے۔

غریبی میں بھی بے مثال دوست

بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہوسکتا، تجربہ ہے کہ افلاس ومصیبت کے زمانہ میں سب احباب (دوست) الگ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ ماں باپ انسان کو چھوڑ دیتے ہیں مگر بیوی ہر حال میں مرد کا ساتھ دیتی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں۔

جاں نثاری:۔ بیوی کیسی بھی ہو پھوہڑ ہو یا بدتمیز اس نے تمہارے واسطے اپنی ماں کو چھوڑا، اپنے باپ کو چھوڑا، سارے کنبے کو چھوڑا، اب اس کی نظر صرف تمہارے اوپر ہے جو کچھ ہے اس کے لئے ایک شوہر کا دم ہے بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ کی خاطر اس نے سب تعلقات چھوڑ دیئے چنانچہ اگر اس کے ماں باپ یا کسی عزیز کے ساتھ شوہر کی اَن بن ہوجائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی مگر اس پر بھی بعض مرد ان سے بہت زیادتی کرتے ہیں لیکن بیوی اس کے باوجود ان پر فدا رہتی ہے انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔

گھر کے انتظام میں بیوی کی اہمیت

بیوی کے بغیر گھر کا انتظام درست نہیں ہوسکتا، بس مرد کا کام تو اتنا ہے کہ یہ مادہ (سامان) جمع کر دیتا ہے پھر ہیئت (صورت وترتیب) عورتوں ہی سے بنتی ہے میں نے بعض رؤسا (مالداروں) کو دیکھا ہے کہ مال ودولت ان کے پاس بہت ہے مگر بیوی نہ تھی تو ان کے گھر کا کچھ بھی ڈھنگ نہ تھا۔ لاکھ باورچی رکھو، نوکر رکھو وہ راحت کہاں جو بیوی سے ہوتی ہے، باورچی تو تنخواہ کا ملازم ہے ذرا ایک دن تم نے کوئی سخت بات کہہ دی تو وہ ہاتھ جھاڑ کر چلا جائیگا پھر مصیبت کا سامنا ہے، روٹی اپنے ہاتھ سے پکاؤ، چولہا جھونکو، برتن دھوؤ اور بیوی سے یہ کہاں ہوسکتا ہے کہ مرد کو اپنے ہاتھ سے پکانے دے۔

بیوی کے بغیر گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو، بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی نوکروں کے ہاتھوں میں خرچ تھا جس کی وجہ سے ان کا گھر کا خرچ بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں نکاح ہی کے بعد پورا انتظام ہوا، اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی بہت بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں اور منتظم (انتظام کرنے والے) کی بڑی عزت وقدر کی جاتی ہے دیکھئے وائسرائے (گورنر) ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیونکہ اس کے ماتحت اتنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے ہے پس بیویوں کا بھی کام اتنا بڑا ہے جس کا عوض نان نفقہ (روٹی کپڑا) نہیں ہوسکتا مگر ہم تو (ان) شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں کہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما کبھی بیوی کی برابری نہیں کرسکتی۔

خدمت گذاری

عورتوں کی خدمت کا میرے اوپر خاص اثر ہے ہر وقت کام کرتی پھرتی ہیں ان کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا (یعنی مردوں کا محتاج ہونا) معلوم نہیں

ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آ جاتی تمہارے کھانے کپڑے کے عوض میں بیویاں تمہاری اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا مامائیں ہرگز نہیں کرسکتیں جس کو شک ہے وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' مجھ کو تین چیزیں محبوب ہیں: عورت، خوشبو اور مسواک، ان کے حرکات وسکنات وملکات (صلاحیتیں) قابل توجہ ہیں (اس لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پسند کیا اس کی وجہ شہوت نہیں۔

بیوی کے حقوق

ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس و بے بس ہے دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہے اور دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے۔

بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک ہوتی ہے اس لئے وہ بڑی محسن ہے جو لوگ دین دار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں، بیوی دین ودنیا دونوں کی معین (مددگار) ہے اس لئے اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے کیونکہ اس میں چندور چند خصوصیات (بہت زیادہ فوائد وصلاحیتیں) ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے بہت سے حقوق ہیں۔

شوہر سے محبت

برصغیر پاک وہند کی عورتیں حوریں ہیں حسن وجمال میں نہیں بلکہ اخلاق میں، چنانچہ مردوں پر فدا ہیں اور مردوں کی ایذاء کو ہر طرح سہتی ہیں اور صبر کرتی ہیں بعض مقامات میں روزانہ خلع طلاق ہوا کرتی ہے برصغیر میں حالت یہ ہے کہ اول تو کوئی عورت خلع وطلاق کو گوارا نہیں کرتی اور جو سخت مصیبت میں خلع کی درخواست کرتی بھی ہے تو یہ حال ہوتا ہے کہ کانپور میں ایک قاضی صاحب کے کہنے پر مرد خلع پر راضی ہوگیا پھر جب اس نے عورت کو طلاق دے دی تو طلاق ملتے ہی وہ عورت دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ ہائے میں برباد ہوگئی، میں تباہ ہوگئی حالانکہ خود اس کی درخواست پر مرد نے طلاق دی تھی۔

میں تجربے سے بہ قسم کہتا ہوں کہ یہاں عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوئی ہے۔

پاک دامنی

برصغیر کی عورتیں پاکدامنی کی صفت میں تمام ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مرد بدصورت ہوتے ہیں مگران کی بیویاں سوائے شوہر کے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں، واقعی برصغیر پاک و ہند کی عورتیں تو اس صفت میں حوریں ہیں گھروں میں بیٹھنے والیاں تو ہیں ہی یہاں کی باہر جانے والیاں بھی اکثر پاک وصاف ہیں جب گھر سے نکلتی ہیں تو نگاہیں نیچے کیے ہوئے گھونگھٹ نکالے ہوئے، میں کہتا ہوں کہ مردفی صدی ایک نکلے گا جو نظر یا خیال سے محفوظ ہو اور عورتوں میں شاید فی صدی ایک نکلے جو ناپاک ہو، بعض عورتوں کو عمر بھر غیر مرد کا وسوسہ بھی نہیں آتا۔ (ازافادات: حکیم الامت حضرت تھانویؒ شمارہ نمبر 36)

کردار کی عظمت

کردار بظاہر چھوٹی سی اور بے قیمت چیز لگتی ہے مگر اس کردار کے ذریعے دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز خریدی جاسکتی ہے، لوگ تلوار کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتے، آج یورپ کے لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا تھا ان سے یہ سوال ہے کہ مکی دور میں تو کوئی تلوار نہیں چلی تھی پھر اتنے لوگوں کو کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع کر دیا تھا جو کہ جان کی بازی لگانے کے لئے بھی تیار ہو جاتے تھے، اچھی طرح جان لیں کہ وہ کردار کی تلوار تھی جس نے لوگوں کے سینوں کو نور ایمان سے منور کر دیا اور لوگ دیوانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہوتے تھے۔

عورت کا کردار: آج بچے کو تنقید کی ضرورت نہیں بلکہ نمونہ کی ضرورت ہے بچے کے لئے بہترین کردار کے نمونہ کی ضرورت ہے تاکہ اس کی کردار سازی اچھی طرح سے ہو سکے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کے سامنے ایسا کردار پیش کریں تاکہ وہ بھی اچھی خوبیاں اپنے اندر جذب کر سکے خالی باتیں بچے کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتیں، بچہ جو عملی طور پر دیکھتا ہے وہ اپنا لیتا ہے اس لئے آئندہ نسل کو باکردار بنانے کیلئے پہلے والدین اپنے آپ کو باکردار بنا لیں، ہر عظیم انسان کے پیچھے کسی باکردار عورت کا ہاتھ ہوتا۔ چاہے وہ عورت کسی بھی روپ

میں ہوحتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ہاتھ تھا، جو ابتدائے وحی کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتی تھیں، حضرت عمرؓ کے پیچھے ان کی بہن کا ہاتھ تھا جو ان کے ایمان لانے کا سبب بنی تھیں، حضرت عکرمہؓ کے ایمان کے پیچھے ان کی بیوی کا ہاتھ تھا، حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ان کی ماں کا ہاتھ تھا جس نے انہیں وصیت کی تھی کہ بیٹا کچھ بھی ہو جائے جھوٹ نہیں بولنا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے بھی ان کی ماں کا ہاتھ تھا جو ہمیشہ انہیں باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں، حضرت خواہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ان کی ماں کا ہاتھ تھا انہوں نے یہ پلان بنا رکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ پر اعتماد اور محبت سکھادوں گی تو سارا دین آسان ہو جائے گا۔ (خطبات فقیر)

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب ابھی طالب علم تھے تو ان کی والدہ محترمہ نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ میں آپ کے لئے یوں دعاء مانگتی ہوں: (شمارہ نمبر 36)

سدا سے ترے مجھ پر انعام ہیں ۔۔۔ ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں
جو مانگا دیا، اور دیا بے طلب پھری ۔۔۔ میں ترے در سے محروم کب
تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی ۔۔۔ میں لائی جو حاجت وہ منظور کی
ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا ۔۔۔ جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا
تری شان رحمت سے ہے یہ بعید ۔۔۔ پھرے در سے تیری کوئی ناامید
کرم کر میرے حال پر بھی ۔۔۔ کریم کہ ہے نام تیرا غفور و رحیم
مری سعی و کوشش نہ برباد کر ۔۔۔ ترے در پہ آئی ہوں امداد کر
دعاء جلدی میری یہ ہو مستجاب ۔۔۔ علی ہو تیرے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند ۔۔۔ ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند
نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب ۔۔۔ تمنائیں بر آئیں میری یہ سب
خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر ۔۔۔ یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر

جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیں　　سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں
یہ سب بہن بھائی رہیں شاد کام　　جہاں میں ہو اقبال ان کا غلام
خزاں میں جو ہے آج فصل بہار　　یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار
یہ فضل بہاری رہے تاحیات ہو　　بہتر کی بہتر حیات اور ممات

حضرت اُم سلیم کی اسلام دوستی

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں ان کی دینداری اور اسلام دوستی کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ایک دو واقعات خواتین کی تعلیم وتبلیغ کیلئے ذکر کئے جا رہے ہیں۔

پہلا واقعہ ان کے نکاح کے متعلق ہے حضرت ام سلیم قبل از نکاح اسلام قبول کر چکی تھیں جبکہ حضرت ابوطلحہ ہنوز حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے، انہوں نے حالت کفر میں ہی ان کو شادی کا پیغام دیا، جواب میں ام سلیم نے کہلوایا کہ اے ابوطلحہ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تم نے ایک ایسی لکڑی کو معبود بنا رکھا ہے جسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی غلام نے گھڑا ہے؟ کہنے لگے کہ معلوم ہے۔ ام سلیم نے کہا کہ کیا تمہیں ایسی لکڑی کو معبود بناتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسے آدمی کا پیغام رد تو نہیں کیا جا سکتا مگر میں اسلام قبول کر چکی ہوں اور تم تا حال کفر پر ہو اگر تم بھی اسلام قبول کر لو تو بس میرے لیے یہی مہر کافی ہے۔

ابوطلحہ کہنے لگے کہ تم اس مرتبہ کی عورت ہو کہ اس کا یہ مہر نہیں ہو سکتا تو پھر میرا کیا مہر ہو گا؟ ام سلیم نے سوال کیا۔ تمہارا مہر سونا چاندی ہوگا ابوطلحہ نے جواب دیا، ام سلیم نے کہا کہ مجھے نہ سونا پسند ہے نہ چاندی، بس اسلام پسند ہے چنانچہ حضرت ابوطلحہ کے دل میں بھی اسلام کی اہمیت پیدا ہو گئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کو آتے دیکھا تو فرمایا ابوطلحہ اس حال میں آ رہے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے درمیان اسلام کا نور چمک رہا ہے چنانچہ ابوطلحہ نے اسلام قبول کر لیا اس کے بعد ان کا حضرت ام سلیم سے نکاح بھی ہو گیا۔

اور دوسرا واقعہ جو بہت زیادہ مشہور بھی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کا بیٹا بیمار ہوا، ابو طلحہ اس دوران کہیں تشریف لے گئے چنانچہ ان کے شام کو آنے سے قبل ہی صاحبزادہ انتقال کر چکا تھا، حضرت ام سلیم نے اس پر کپڑا ڈالا اور جس کمرے میں انتقال ہوا نعش کو اسی میں رہنے دیا اور خود آ کر حضرت ابوطلحہ کیلئے کھانا تیار کرنے لگیں اور اس روز ان کے شوہر روزے سے تھے اور حضرت ام سلیم نے اپنے شوہر کو پریشان کرنا پسند نہ کیا اس لئے اپنے غم پر بھی قابو پایا اور شوہر پر بھی بیٹے کے فوت ہونے کو ظاہر نہ ہونے دیا، حضرت ابوطلحہ شام کے وقت بچے کو دیکھنے کیلئے کوٹھڑی کی طرف جانے لگے تو ام سلیم نے کہا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہے اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں تو حضرت ابوطلحہ واپس آ گئے اور مطمئن ہو کر افطار کرنے لگے، ام سلیم نے اپنے شوہر کیلئے حسب معمول سنگھار بھی کیا اور گھر کی فضاء پر ذرا بھی اثر نہ ہونے دیا اور رات ہنستے کھیلتے گزری، تہجد کے وقت حضرت ام سلیم نے اپنے شوہر سے کہا کہ ابوطلحہ فلاں قبیلے کے لوگ عجیب ہیں انہوں نے اپنے پڑوسیوں سے کوئی چیز عاریۃً مانگی انہوں نے دے دی مگر یہ اس کو اپنی سمجھ کر بیٹھ گئے واپس ہی نہیں کرتے وہ مانگتے ہیں تو یہ اس پر ناراض ہوتے ہیں حضرت ابوطلحہ نے فرمایا کہ انہوں نے بہت برا کیا یہ تو انصاف کے صریح خلاف ہے اس پر ام سلیم نے کہا کہ آپ کا بیٹا بھی اللہ نے آپ کو عاریۃً دیا تھا اب اس نے واپس لے لیا اور ہمیں صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، ابوطلحہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی کہ ام سلیم نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی۔ **بارک اللہ لکما فی لیلتکما** اللہ تمہاری رات میں برکت دے۔

فائدہ: حضرت ام سلیم کے مذکورہ واقعات سے ان کی دین میں پختگی اور اسلام دوستی بالکل نمایاں ہو رہی ہے چنانچہ پھر اسی کا ثمرہ ہے کہ ان کو صادق صدوق پیغمبر نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت عظمیٰ سے بھی نوازا ہے چنانچہ بروایت حضرت جابرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ میں نے خود کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میری نظر (ابوطلحہؓ کی بیوی) رمیصا پر پڑی (جو کہ ام سلیم کا نام ہے) اگر آج بھی خواتین اپنے اندر حضرت ام سلیم

جیسے دین میں پختگی اور اپنے شوہر کی راحت کا خیال کرنے والی بن جائیں تو ان شاء اللہ حضرت ام سلیم کے پڑوس میں جنت کے محلات ان کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 36)

عورت بہت جلد اللہ تعالیٰ کی ولیہ کیسے بن سکتی ہے؟

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب تم میں کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہو اور اس کا شوہر راضی ہو تو صائمہ اور قائمہ کا ثواب ملتا ہے جب درد زِدہ ہوتا ہے تو اس کی راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اس قدر اس کے لیے رکھا گیا ہے کہ آسمان زمین والوں کو خبر نہیں جب بچہ دودھ پیتا ہے تو ہر گھونٹ پر نیکی ملتی ہے اگرچہ بچہ کی وجہ سے رات کو جاگنا پڑے تو ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور فرمایا وہ عورتیں مراد ہیں جو شوہر کی اطاعت گزار ہوں۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بقدر اجازت و مقدار مناسب شوہر کے مال سے خیرات کرے تو اس کو بھی اس کے شوہر کو بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتو تمہارا جہاد حج ہے۔

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر نہ جہاد ہے نہ جمعہ نہ جنازہ اور (گھر بیٹھے ثواب)

(۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو وہ عورت پسند ہے جو شوہر کے ساتھ تو محبت کرے اور غیر مرد سے حفاظت کرے۔

(۶) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں پر جہاد ہے اور عورتوں پر رشک (کا ثواب) لکھا ہے مثلاً مرد نے دوسرا نکاح کر لیا جو عورت ایمان اور ثواب سمجھ کر اس رشک پر صبر کرے اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

(۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بی بی کو راحت پہنچانے پر تم کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عورتوں سے اچھی وہ عورت

ہے کہ جب خاوند اس کو دیکھے تو اس کو خوش کردے حکم دے تو اطاعت کرے اور جان و مال سے اس کو ناراض نہ کرے۔

(۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رحمت فرماوے شلوار پہننے والی عورت پر۔ (کیونکہ اس میں پردہ اور ستر بہتر ہوتے ہیں)

(۱۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدکار عورت کی بدکاری ہزار بدکار مردوں کے برابر ہے اور نیک عورت کی نیک کاری ستر اولیاء اللہ کی عبادت کے برابر ہے۔

(۱۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنے گھر میں گھر کا کام کرنا جہاد کے رتبہ کو پہنچتا ہے۔

(۱۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بیبیوں میں سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی آبرو کے بارہ میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

(۱۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسماء بنت یزید انصاریہ کو کہ تو واپس جا کر عورتوں کو خبر کردے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا جویاں (متلاشی) رہنا اور شوہر کی مرضی کے مطابق اتباع کرنے سے مردوں کے جمعہ جماعت، عیادت مریض، حضورِ جنازہ حج اور عمرہ حفاظت سرحد اسلامی کرنے کے برابر ثواب ملے گا لہٰذا یہ خیال نہ کرو کہ اس وجہ سے مرد فوقیت لے گئے۔

(۱۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنی حالت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک فضیلت اور ثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا مجاہد جو ہر وقت تیار رہتا ہے اور اگر ایسی عورت درمیان میں فوت ہو جائے تو شہید کا ثواب ملے گا۔

(۱۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ پر ایسا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی جب دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کندھے پر (شاباشی کے ساتھ) مارتا ہے اور کہتا ہے کہ پچھلے سارے گناہ صغیرہ معاف آگے نئے سرے سے اگر ہو جائیں تو اور بات ہے۔

(۱۶) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیبیو یاد رکھو کہ تم میں جو نیک ہیں وہ نیک لوگوں سے پہلے جنت میں جاویں گے سرخ اور زرد رنگ کی سواریوں پر اور ان کے ساتھ خادم ایسے بچے ہونگے جیسے بکھرے ہوئے موتی۔

(۱۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابوالدرداءؓ سے کہ اپنے گھر والوں پر وسعت سے خرچ کیا کرو۔

(۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مؤمن ہیں مگر ایمان کا کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہوں۔ (کنز العمال) یکے از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ (شمارہ نمبر 35)

خواتین کیلئے خوشخبریاں

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا خواتین کیلئے خصوصی خطاب

۱۔ایک حاملہ عورت کی دو رکعت کی نماز بغیر حاملہ عورت کی اسی رکعتوں سے بہتر ہے۔

۲۔ جو عورت اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ ایک ایک بوند پر ایک ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔

۳۔ جب شوہر پریشان حال گھر آئے اور اس کی بیوی اس کو "مرحبا" کہے اور تسلی دے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو 1/2 جہاد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

۴۔ جو عورت اپنے بچے کے رونے سے رات بھر نہ سو سکے اللہ تعالیٰ اس کو بیس غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر دیتے ہیں۔

۵۔ جو شخص اپنی بیوی کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے اور بیوی شوہر کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ جو عورت اپنے شوہر کو اللہ کے راستے میں بھیجے اور خود گھر میں آداب کی رعایت کرتے ہوئے رہے وہ عورت مرد سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گی اور ستر ہزار فرشتوں اور حوروں کی سردار ہوگی۔ اس عورت کو جنت میں غسل دیا جائے گا اور "یاقوت"

کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خاندان کا انتظار کرے گی۔

۷۔ جو عورت اپنے بچے کی بیماری کی وجہ سے سو نہ سکے اور اپنے بچے کو آرام دینے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور اس کو بارہ سال کی مقبول عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۸۔ جو عورت اپنی گائے یا بھینس کا دودھ بسم اللہ شریف پڑھ کر دوہے وہ جانور اس عورت کو دعائیں دیتا ہے۔

۹۔ جو عورت بسم اللہ شریف پڑھ کر آٹا گوندھے اللہ تعالیٰ اسکی روزی میں برکت ڈال دیتے ہیں۔

۱۰۔ جو عورت غیر مرد کو دیکھنے جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتے ہیں جیسے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح غیر مرد کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

۱۱۔ جو عورت ذکر کرتے ہوئے جھاڑو دے، اللہ تعالیٰ اس کو خانہ کعبہ میں جھاڑو دینے جتنا ثواب عنایت کرتے ہیں۔

۱۲۔ اگر تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔ (بخاری)

۱۳۔ جو عورت نماز اور روزہ کی پابندی کرے، پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے، اس کو اختیار ہے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

۱۴۔ دو افراد کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی، ایک وہ جو اپنے مالک سے بھاگا ہو، دوسری وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو۔

۱۵۔ جو عورت حاملہ ہو، اس کی رات، عبادت کی رات اور دن روزہ میں شمار ہوتا ہے۔

۱۶۔ جب کسی عورت کا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے لئے ستر سال کی نماز اور روزے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بچہ پیدا ہونے میں جو تکلیف برداشت کرتی ہے ہر رگ کے درد پر ایک ایک حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

۱۷۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر اندر فوت ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ عطا ہوگا۔

۱۸۔ جب بچہ رات کو روئے، ماں بددعا دیے بغیر دودھ پلائے تو اس کو ایک سال کی نماز اور روزے کا ثواب ملے گا۔

۱۹۔ جب بچے کا دودھ پینے کا وقت پورا ہو جائے تو آسمان سے ایک فرشتہ آ کر اس عورت کو خوشخبری سناتا ہے کہ اے عورت اللہ نے تجھ پر جنت واجب کر دی۔

۲۰۔ جب شوہر سفر سے واپس آئے اور عورت اس کو کھانا کھلائے اور اس دوران اس نے کوئی خیانت بھی نہ کی ہو تو اس عورت کو بارہ سال کی نفلی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۲۱۔ جب عورت اپنے شوہر کو کہے بغیر دبائے تو اس کو سات تولے سونا صدقہ کا ثواب ملتا ہے اگر شوہر کے کہنے پر دبائے تو سات تولے چاندی کا ثواب ملتا ہے۔

۲۲۔ جس عورت کا خاوند اس پر راضی ہو اور وہ مر جائے تو جنت اس پر واجب ہوگئی۔

۲۳۔ ایک نیکوکار عورت ستر مردوں سے افضل ہے۔

۲۴۔ اپنی بیوی کو ایک مسئلہ سکھانا اسی سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۲۵۔ جنت میں لوگ اللہ کے دیدار کے لئے جائیں گے۔

۲۶۔ عورتیں نامحرم مردوں سے پردہ کریں، باریک کپڑا پہننے والی عورتیں لوگوں میں خواہش رکھنے والی عورتیں یعنی تکلف اور بناؤ سنگھار سے رہنے والی عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی ان کو جنت کی خوشبو سونگھنے کو ملے گی۔ (مسلم)

۲۷۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر مارا، جس سے وہ اور اس کا پیٹ کا بچہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں یہ حکم دیا کہ پیٹ کے بچہ کا بدلہ غلام یا لونڈی کا حرہ سے اور عورت کے قتل کا بدلہ اس عورت کی قوم پر ہے جس نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کے خون بہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹوں اور ان لوگوں کو وارث بنایا جو بیٹوں کے ساتھ تھے۔ (بخاری و مسلم)

۲۸۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کے بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔ (القرآن سورۃ احزاب آیت ۵۷)

دنیاوآخرت میں خواتین کیلئے انعامات

۱۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا صفات میں کون سی عورت اعلیٰ ہے۔ سب خاموش تھے حضرت علیؓ گھر گئے حضرت فاطمہؓ سے پوچھ کر بتایا جو عورت غیر مرد کو نہ دیکھے اور نہ غیر مرد اس کو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری بیٹی ہے۔

۲۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے ایک عورت بہترین لباس اور چہرہ مزین کر کے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو اس سے روکو بنی اسرائیل پر لعنت اسی وجہ سے ہوئی۔ (ابن ماجہ)

۳۔جو عورت خوشبو لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے وہ زانیہ ہے۔ (نسائی ترمذی)

۴۔جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور نہ غیر مرد کو گھر میں داخل ہونے دے اور اندھے مرد کو بھی نہ دیکھے۔

۵۔نیک عورت اپنے خاوند سے پہلے جنت میں جائے گی جنت کی حوروں سے ستر گناہ زیادہ حسین ہوگی۔

۶۔میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جن کا مہر تھوڑا ہوام حبیبؓ اور فاطمہؓ کا انگریزی روپیہ کے مطابق ۱۵۰ روپے مہر تھا۔

۷۔شادی جتنی سستی ہوگی۔زنا اتنا مہنگا،شادی جتنی مہنگی زنا اتنا ہی عام اور سستا ہوگا۔

۸۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں دو سیر جو سے کیں۔

۹۔جو عورت یا مرد کسی میاں بیوی کو لڑائے وہ میری امت سے خارج ہے۔ (ابوداؤد)

۱۰۔طلاق سے اللہ کا عرش ہل جاتا ہے بلا وجہ طلاق مانگنے والی عورت اللہ کی رحمت سے دور ہے۔

۱۱۔جو عورت نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ خاوند کی اطاعت کرے جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

۱۲۔ایک نیک عورت ستر مرد اولیاء سے بہتر ہے ایک بدکار عورت ہزار برے مردوں سے بری ہے۔

۱۳۔جو عورت بچے کے رونے کی وجہ سے رات کو نہ سو سکے تو اس کو ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

۱۴۔ بچوں والی عورت کی دو رکعت کی نماز نفل بغیر بچوں والی کی بیاسی سال کی عبادت سے افضل ہے۔

۱۵۔ جو عورت بچے کو دودھ پلائے اس کو ہر گھونٹ کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔

۱۶۔ جب میاں بیوی ایک دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اللہ ان دونوں کو محبت سے دیکھتے ہیں۔

۱۷۔ جو عورت بچے کی بیماری کی وجہ سے رات کو جاگے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بارہ سال کی عبادت کا اجر ملتا ہے۔

۱۸۔ بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں بھی دین سکھانے میں مدد دے۔

۱۹۔ جس مرد وعورت کے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوں اور انہوں نے اللہ سے شکوہ نہ کیا ہو وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۰۔ غیر محرم مرد ہو یا زندہ کا چہرہ دیکھنے والی عورت پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

۲۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے حضرت ام سلمہؓ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سلمہؓ آج تم بہت خوش نظر آتی ہو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش کیوں نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے خاوند بھی ہیں۔ میرے گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سلمہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر تجھ سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں (اس سے معلوم ہوا عورت کو چاہئے اپنا خاوند بھائی بیٹے کو اللہ کے راستے میں بھیجے اس کو برابر اجر ملے گا) حضرت اسماؓ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا تھا جس عورت کا خاوند اللہ کے راستہ میں ہو بیوی پردے سے گھر میں رہے یہ عورت دوسری عورتوں سے ۵۰۰ سال پہلے جنت میں جائے گی۔ یاقوت کے گھوڑے پر بیٹھ کر خاوند کا استقبال کرے گی۔ اعزاز اکرام اور زیادہ کپڑے ہوں گے کہ ستر ہزار فرشتے اس کا لباس اٹھائیں گے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا اس امت کا آخری شخص بھی اس طریقے سے درست ہو گا جس طریقے سے اس امت کے پہلے افراد ٹھیک ہوئے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے جب تمہاری تجارتیں غلط ہو جائیں گی اور تم بیلوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی میں خوش ہو جاؤ گے دین کی محنت چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا وہ اس وقت تک نہیں ہٹے گی جب تک تم دوبارہ دین کی محنت پر نہ آ جاؤ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی عورت ہے اور بہت زیادہ تسلی دینے والی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ۔ حضرت آسیہؓ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہوں گی، بیوی بن کر دین پر قربانی کی وجہ سے۔ قیامت کے قریب عورتوں کی اتنی کثرت ہو گی کہ ایک مرد کو پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنی پڑیگی۔ (شمارہ نمبر 27)

ہزاروں خواہشیں

ایک مشہور شعر کا پہلا مصرعہ ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

مطلب یہ کہ انسان کی بہت سی خواہشات اور آرزوئیں ہوتی ہیں اور وہ یہ چاہتا ہے کہ میری تمام تمنائیں پوری ہو جائیں اصل عقلمندی تو یہ ہے کہ ان خواہشات کو دل سے نکالا جائے اس لئے کہ یہ دنیا خواہشات پوری کرنیکی جگہ نہیں بلکہ جنت میں تمام خواہشات پوری ہونگی، لیکن ہوتا یہ ہے کہ خواہشات کی تکمیل کیلئے محنتیں اور مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ اور اسمیں بعض اوقات جائز و ناجائز حدود کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور اس مرض میں کیا مرد، کیا عورتیں سب ہی مبتلا ہیں۔ مثلاً خواتین کا یہ خلا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی فرمائش یا خواہش انکے پیش نظر رہتی ہیں اگر ایک خواہش پوری ہوگئی تو فوراً دوسری تیار، دوسری پوری ہوگئی تو تیسری آ جاتی ہے الغرض انکی فرمائشوں کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اگر کوئی نئی ورائٹی کا کپڑا بازار میں آیا ہے تو فوراً مطالبہ ہوگا کہ اس کا سوٹ لایا جائے خواہ پہلے سے درجنوں سوٹ موجود ہوں، کوئی نئے ڈیزائن کا جوتا نکلا ہے تو وہ دلایا جائے چاہے گھر میں نئے نئے جوڑے جوتوں کے موجود ہوں، گھر میں ضرورت کے تمام برتن ہیں مگر کوئی نیا سیٹ برتنوں کا نظر آ گیا تو اسکی خریداری کی فرمائش ہوگی۔ زیورات موجود ہیں لیکن کسی دوسری عورت کے زیورات زیادہ نظر آ گئے تو فوراً خواہش کریں گی کہ زیورات میں اضافہ کیا جائے اور فلاں قسم

کا ہار، انگوٹھی دلوائی جائے الغرض بس ہر وقت کوئی نہ کوئی انکی خواہش انکی زبان پر آتی ہی رہتی ہے اور اگر انکو سمجھایا جائے کہ فلاں چیز کی کیا ضرورت ہے؟ تو فوراً اس چیز کی ضرورت اور اہمیت بتلانے لگیں گی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا جمع کرنا یا بڑھانا اسمیں بہت سے نقصانات اور مفاسد ہیں مثلاً (۱) ایسی عورتیں سامان کے جمع کرنے میں لگی رہتی ہیں ایک چیز ملنے کے بعد دوسری کی منتظر رہتی ہیں جبکہ پہلی چیز اور نعمت کا شکر ادا نہیں کرتیں کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو محتاج اور ضرورت مند تصور کرتی ہیں انکے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے بلکہ یہ ذہن میں رہتا ہے فلاں فلاں چیز میرے پاس نہیں حالانکہ فلاں عورت کے پاس ہے۔

(۲) اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے شوہروں اور والدین کو مجبور کرتی ہیں جس سے انکی دل آزاری ہوتی ہے جو کہ مستقل ایک گناہ ہے۔ بالخصوص اگر شوہر یا والدین کی مالی حالت ابتر ہو تب تو ان سے مطالبات کرنے میں بہت ہی زیادہ دل آزاری کا احتمال ہے۔

(۳) جب خواتین اپنے مردوں سے اپنے مطالبات کی تکمیل کا بار بار مطالبہ کرتی رہتی ہیں تو مرد حضرات انکی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے جو بہت ہی خطرناک بات ہے اسلئے حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی دعاء تک قبول نہیں ہوتی جسکا کھانا، پینا، پہننا حرام کا ہو، اسکے برعکس وہ عورتیں نہایت سعادت مند ہیں جو شوہروں سے یا والدین سے یہ کہیں کہ ہمیں روکھا سوکھا مل جائے اور حلال کا ہو ہم اسی پر راضی ہیں اور یہ ہمیں پسند نہیں کہ دنیا کی عیش وعشرت تو مل جائے اور آخرت میں جنت سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ (۴) ایک نقصان یہ بھی ہے کہ زیادہ مال نمود ونمائش کیلئے جمع کیا جاتا ہے تاکہ آنے والے یہ کہیں کہ انکے پاس تو بہت کچھ ہے اور یہ نمود ونمائش بھی ناجائز ہے۔

(۵) اور ایک گناہ یہ ہے کہ خواہشات کی تکمیل میں فضول خرچی ہوتی ہے جو کہ مستقل گناہ ہے اور فضول خرچ لوگوں کو قرآن میں شیاطین کا بھائی کہا گیا ہے۔

(۶) زیادہ ساز وسامان کی فکر میں آخرت سے اور اعمال صالحہ سے بے فکری اور غفلت ہو جاتی ہے جو مسلمان کیلئے انتہائی مضر ہے۔

(۷) اور مذکورہ چیزوں کو جمع کرنے سے دنیا کی محبت بڑھتی ہے جو کہ از روئے حدیث تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیوی خواہشات کی تکمیل میں اور بھی بہت سے نقصانات اور گناہ پائے جاتے ہیں بطور نمونہ کے چند بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے انکے پیش نظر ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والی خواہشات کو پورا کرنیکی فکر کی بجائے آخرت کی اور جنت کی تیاری کی فکر کرے اس کیلئے اس کو دنیوی آرزوئیں اور تمنائیں چاہے قربان ہی کیوں نہ کرنی پڑیں اسی میں دو جہانوں کی کامیابی اور راحت ہے۔ اسی کو حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی یوں فرماتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 44)

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو تیرے قابل (اے اللہ) بنانا ہے مجھے

بہترین بیوی

عورت کے حالات کا پورے گھر پر اثر پڑتا ہے۔ اگر عورت دیندار ہے تو دوسری عورتوں کو بھی دیندار بنادیگی اگر عورت آزاد بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہوجائیگا۔

ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے بڑے دیندار تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے نماز روزہ کے پابند۔ اتفاق سے ان کے چپڑاسی کے یہاں شادی تھی اس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر والوں کو بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے۔ ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسرے اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں اس لئے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے لیکن چپڑاسی نے بہت اصرار کیا انہوں نے بھیج دیا۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جا رہا ہے اور ان کو کاٹو تو خون نہیں، عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہے تو بتلایا کہ تحصیلدار صاحب کی بیگم ہیں ان کی اور ذلت ہوئی۔ بس وہاں سے آکر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی مجھے ذلیل ورسوا کیا۔ چپڑاسی اور نوکران کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں۔ نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے

جاتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا، زیور سے بالکل ننگی۔ تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ ارے جتنی تنخواہ ہے اسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں بیگم صاحبہ فرماتی ہیں تو آپ کے لئے دروازہ بند ہے؟ آپ کو کس نے منع کیا؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کر دیا وہ رشوت لینے لگے اور ان کی ساری دینداری ختم ہوگئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہو جاتے نہ لیتے رشوت کیا کر لیتی عورت، گھر سے نکال دیتے دماغ درست ہو جاتا۔

جب عورت بددین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بددین بنا دیتی ہے اسی وجہ سے اہل کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو جائز ہو جائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیوں کہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

شوہر بیوی کا بے تکلف ہو کر ماں باپ اور اپنے بڑوں کے سامنے بولنا ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں۔ عرف میں اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی مقام مقبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی (ان میں) ایک وہ عورت ہے جس نے اس حال میں رات گذاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ دیکھنے کی بات ہے کہ بیوی کے ذمہ کس قدر ذمہ داری ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن بندے نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو نیک و صالح بیوی سے بڑھ کر ہو۔ (وہ یہ ہے) اگر شوہر کوئی بات کہے تو اسے پورا کرے۔ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم دے دے تو اسے پوری کرے۔ اگر وہ کہیں باہر جائے تو اپنی جان اور مال کے بارے میں خیر کا معاملہ کرے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث پاک میں تقویٰ کی نعمت کے بعد مرد کے لئے نیک وصالح بیوی کو بیان کیا ہے۔ واقعۃً متقی و پرہیزگار کو نیک بیوی مل جائے تو نور علیٰ نور۔ زندگی جنت نظیر ہو جائیگی۔ (شمارہ نمبر 43)

گھر کو جنت بنایئے

گھر وہی جنت کا نمونہ پیش کرسکتا ہے جس کی مالکہ سگھڑ اور سلیقہ شعار ہوگی۔ لاپرواہ اور سست قسم کی عورتیں گھر کو دوزخ سے بھی بدتر بنادیتی ہیں۔ خود بھی گندگی کے ڈھیر میں پڑی رہتی ہیں اور اپنے خاوند اور بچوں کو گندگی میں گزارا رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔ یاد رکھیں ایسی زندگی، زندگی نہیں بلکہ سزا ہوتی ہے۔ اپنے ذہن کو فرسودہ خیالات سے آزاد کردو۔ گھر کو جنت کا نمونہ بناؤ۔ فارسی کے مشہور بزرگ شیخ سعدی کا قول ہے۔ اگر مجھے کہا جائے کہ افلاس اور بیوی کے بدلے قارون کا خزانہ لے لو اور بیوی کے بغیر رہو تو میں کبھی منظور نہ کروں۔ اس کا مطلب ہے کہ بیوی کے بغیر زندگی کا تصور ایسا ہی ہے جیسے روح کے بغیر زندہ جسم کا تصور۔ صادق بیوی وہی ہے جو نمائشی سامان کی طرح اپنے آپ کو نمائشی کھلونا نہیں بناتی۔ وہ بے جا فیشن کی دلدادہ نہیں ہوتی۔ اچھی بیوی دولت مند ہونے کے باوجود سادہ مزاج ہوتی ہے۔ اس کا دل وسیع اور پاک صاف ہوتا ہے۔ مخلص بیوی کبھی خاوند کو اس بات پر مجبور نہیں کرے گی میرے لئے عمدہ سواری کا بندوبست کردیا کوئی اعلیٰ درجے کا مکان لے کردو۔ وہ سادہ لباس پہن کر گزارہ کرے گی۔ وہ ایک چھوٹے مکان میں رہنا پسند کرے گی۔ خاوند گھر آئے گا تو وہ ایسے لہجے میں خوش آمدید کہے گی کہ مفلسی کو بالکل بھول جائے گی ۔وہ مہمانوں کی طرح خاوند کی خاطر تواضع کرے گی۔

اگر کسی عورت میں یہ ملکہ اور لیاقت نہ ہو کہ وہ اپنے گھر کو خوش وخرم۔ روشن و چمکدار، خاوند کے آرام کیلئے صاف ستھرا بنا سکے۔ جس میں داخل ہوکر بیرونی دنیا کی تکالیف و مصائب سے اسے چین مل جائے تو اس خاوند کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے جس کی وہ بیوی ہو۔ وہ بے چارا گھر ہوتے ہوئے بھی بے خانماں ہوتا ہے۔

ہر بیوی کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ خاوند صرف اپنے لئے کمائی نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بچوں کا نصیب بھی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہی سوچتا ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کا معیار زندگی کیونکر بلند کرے۔ لہٰذا ایک اچھی بیوی کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ وہ خاوند کو جتنا خوش رکھے گی اتنا ہی وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہوگا۔ فکرو پریشانی

انسان کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے اور جس شخص کو گھریلو اطمینان حاصل نہ ہو وہ اپنے کام سے کبھی مخلص نہیں ہوسکتا۔ اپنے گھر کو جنت بنایئے۔ ایسی جنت جہاں آپ کا خاوند اور بچے خوش وخرم زندگی کے پرلطف لمحات دیکھ سکیں۔ ایک اچھی بیوی ہی اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ (شمارہ نمبر 45)

ماں نے بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا

عرب کی ایک مشہور عالم ادیبہ نے اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا:

پیاری بیٹی!

(۱) خاوند کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گذارنے کا اہتمام کرنا، جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو کچھ شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ مرغ پلاؤ سے بہتر ہے، جو تمہارے اصرار پر خاوند نے ناراضگی سے دیا ہو۔ (۲) خاوند کی ہر بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت اور اولین دینا۔ ہر بات میں اس کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا، اس طرح تم اس کے دل میں جگہ بنالوگی، کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔ (۳) اپنی زینت وجمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تمہیں نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارے جسم ولباس کی بو یا ہیئت اسے کراہت ونفرت نہ دلائے۔ (۴) خاوند کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لئے اپنی آنکھوں کو کاجل سرمہ سے حسن دینا، کیونکہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہے۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا۔ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور صحت وخوبصورتی کا راز ہے۔ (۵) خاوند کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا۔ کیونکہ دیر تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلوں کی مانند ہو جاتی ہے۔ (۶) خاوند کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا، کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے۔ (۷) خاوند کی اجازت کے بغیر کوئی گھر میں نہ آئے۔ (۸) خاوند کا مال لغویات یا فضول نمائش اور فیشن میں برباد نہ کرنا۔ مال کی بہتر نگہداشت حسن

انتظام سے ہوتی ہے۔ (۹) خاوند کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ اس کی راز دار رہنا، کیونکہ نافرمانی چلتی پر تیل کا کام کرے گی۔ اگر تم اوروں سے خاوند کا راز چھپا کر نہ رکھ سکی تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم اس کے دورخے پن سے محفوظ نہ رہ سکوگی۔ (۱۰) خاوند اگر کسی وجہ سے غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار نہ کرنا بلکہ اس کا غم میں برابر کی شریک رہنا ورنہ تم اس کے قلب کو مکدر کرنے والی شمار ہوگی۔ (۱۱) خاوند کی نگاہ میں اگر تم قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت واحترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنا۔ اس طرح تم اس کو بھی ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں بہترین رفیق پاؤ گے۔ (۱۲) جب تک تم خاوند کی خوشی اور مرضی کی خاطر اپنا دل نہیں مارو گی اور اس کی بات اوپر رکھنے کے لئے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اُٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کروگی اس وقت تک تمہاری زندگی میں کبھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔ ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لئے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 45)

میکے سے سسرال تک

اے بچیو! جس گھر میں تم ابھی آرام کے ساتھ زندگی بسر کررہی ہو اور پھر جس گھر میں تمہیں جانا ہے، اس کا پورا پورا نقشہ میں تمہیں دکھاؤں۔

اے بچیو! میں تمہیں بتاؤں، اگر تم غور سے سنو۔ اگر تم یہ زندگی بہ آرام وعیش اور لطف کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہو تو جو نصیحتیں میں کروں اس پر عمل کرو۔

اس کے باعث تم معاملات سے واقف ہوجاؤ گی پھر تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔ بلکہ ہر شخص آرام پہنچانے والا ہوگا۔ تمہارے والدین خوش ہوں گے۔ تمہارے اخلاق ظاہری وباطنی دیکھ کران کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، تمہارے شوہر تمہارے مطیع وفرمانبردار رہیں گے۔ تمام کنبہ تمہارا ہمدرد اور ہاتھ بٹانے والا ہوگا۔ تمہارے بڑوں میں جو اخلاق تھے وہ تمہیں حاصل ہوجائیں گے۔ تمہارا انتظام دیکھ کر ہر شخص خوش ہوگا۔ ہر ایک تمہاری عزت

کرے گا۔ قصہ مختصر پہلے ماں باپ کا گھر اپنے بل بوتے پر سنبھالو، اگر یہاں یہ رنگ رہا تو سسرال میں بھی یہی رہے گا۔ اب اسی سلسلہ میں یہ کہتی ہوں کہ سسرال میں جاتے ہی سب سے پہلے جو تمہیں کرنا ہے اور جس میں تمہارا امتحان لیا جائے گا وہ انتظام خانہ داری ہے، اور گھر کی صفائی، مہمانوں کی خاطر مدارات، عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک اور تمہاری دست کاری، سب سے زیادہ ضروری خانہ داری کا انتظام ہے، اگر یہ نہ آیا تو گویا تم کچھ نہ کرسکیں، ابھی تمہیں بتانے والے اور سکھانے والے بھی موجود ہیں۔ کل کوئی پرسان حال نہ ہوگا، جو تم پر پڑے گی۔ جب تم آج نہ کروگی تو کل نہ بنے گا اور بنے گا بھی تو ہزار مصیبت اٹھاکے، غفلت تمہاری خصلت ہوجائے گی تو دوسروں کی نظر میں خفیف ہوجاؤ گی، پھر عزت کیسی اور کہاں خوشی۔

اے بچیو! میں یہ خوب سمجھتی ہوں کہ تم کبھی ٹھیک ہوجاؤ گی، جو نہیں آتا وہ سب آجائے گا، جو عیب ہیں وہ ہنر میں پیدا کرلیں گے، کیونکہ یہی دنیا کی مصیبتیں تمہیں سنواریں گی۔ مگر کس کام کا سنورنا، جب تمہارے بھلا چاہنے والے اور آرزو کرنے والے نہ رہیں گے۔

میری تو یہ خواہش ہے کہ ابھی سے تم وہ خوبیاں اور ہنر پیدا کرلو کہ جو مصیبتیں آنے والی ہوں ان کی یہ سپر بن جائیں، تمہیں اگر یہ خیال ہے کہ ہمیں سب کچھ آتا ہے اور موقع پر سب کچھ کرسکتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ اگرچہ تم نے بھی کبھار اپنے کپڑے سی لئے، یا کسی کپڑے کی کتربیونت کرلی، یا کبھی ایک ہانڈی تیار کرلی، یا کسی کرتے، ٹوپی، بٹوے میں ایک بوٹہ بنا دیا، کلام مجید پڑھ کر صرف دو چار کتابیں لے بھاگیں کہ اس کے مسئلے مسائل اور ان کتابوں کے سبب تالیف سے بھی واقف نہ ہوئیں۔ یہ قابلیت بھی کوئی قابلیت ہے۔ اگر کوئی کچھ پوچھ بیٹھے تو دیکھتی رہ جاؤ، تمہیں لازم ہے کہ جس کام کی طرف جھکو، چاہے وہ کتنا ہی دشوار ہو، بآسانی کرکے رکھ دو، کسی کی مدد کی حاجت نہ ہو، نہ تمہیں ماما رکھنے کی ضرورت ہو، نہ اپنے بزرگوں کی تم محتاج ہو، نہ مردوں کی، ایسی ہوشیار اور پھرتی سے کام کرو کہ مرد بھی حیران رہ جائیں۔ بچوں کی خدمت بھی اچھی طرح سے کرو، ان کی تیمارداری اور خانہ داری بھی کرتی رہو، یہ نہ کرو کہ ایک ضرورت پڑجائے تو سو ضرورتوں کو کھو بیٹھو، ہر بات کا خیال رکھو، کبھی کبھی باہر کی بھی خبر لیتی رہو، اگر یہ سب وصف موجود ہوں تو بگڑی بھی بناسکتی ہو اور اگر کوئی نقصان

ہو جائے گا تو تمہاری عقل اسے ٹھیک کر دے گی، دوست کو دوست سمجھو گی اور دشمن کو دشمن، جو بات کہو گی سمجھ کر کہو گی، نہ خود نقصان اٹھاؤ گی نہ دوسروں کو پہنچاؤ گی، لڑائی جھگڑے تم سے کوسوں دور رہیں گے ہر جگہ تمہاری آؤ بھگت ہوگی، دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ کسی کو تم سے شکایت کا موقع نہ رہے گا۔ تمہارے عاقلانہ برتاؤ سے ہر شخص محبت سے پیش آئے گا۔ اگر کوئی خلاف بات بھی ہو جائے گی تو وہ خلاف نہ معلوم ہوگی۔ عقل مند اگر بیوقوفی کی بھی کوئی بات کرتا ہے تو وہ اچھی نہیں سمجھی جاتی، بیوقوف اپنی نادانی سے بنے ہوئے کام بگاڑ دیتا ہے، دوست کو دشمن بنالیتا ہے۔ اور عقل مند دشمن کو دوست، جو جو نصیحتیں میں کر چکی ہوں اور کروں گی ان کا سمجھنا اور کرنا سب عقل پر موقوف ہے۔ یہ خوب سمجھ لو کہ دنیا اور آخرت کی کل خوبیاں اسی عقل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ عقل وحیا دو بڑے جوہر ہیں۔ شرم بھی ایسی چیز ہے کہ تمام عیبوں سے بچاتی ہے۔ (شمارہ نمبر 46)

مولانا ابوالحسن ندویؒ کی والدہ ماجدہؒ کے تاثرات اپنے شوہر کی وفات پر

مولانا اپنے والد محترم کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ مغرب کے بعد تک کام کیا، لوگوں سے ملاقاتیں کیں ندوہ کے کاغذات پر دستخط کئے، پھر اچانک مرض موت پیش آ گیا اور گھنٹہ دو گھنٹہ میں اپنے پیدا کرنے والے سے جا ملے۔

مجھے خوب یاد ہے میری عمر اس وقت نو سال کی تھی، میں ہی والدہ صاحبہ کو لینے گیا، جب وہ آئیں اور ان کو واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سجدہ میں گر گئیں، جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا، خود ان کی زبان سے اس صدمہ اور اس پر صبر و رضا کا حال سنئے:

''جب خدمت کی مدت ختم ہونے کو آئی تو اس مالک حقیقی نے میرے حق میں بہتر سمجھ کر قسمت کا بہانہ پیش کر دیا، قسمت نے حکم ایزدی پا کر فوراً ہی فیصلہ کر دیا، میں اپنے مالک حقیقی کی رضا پر راضی ہوگئی مگر یہ غم جدائی ایسا نہ تھا کہ برداشت کر لیتی، یہ بھی اس کی رحمت اور حکمت تھی، جو مجھے اپنی خوشی پر راضی رکھا ورنہ جو بھی حالت ہو جاتی کم تھی، ایسے مونس و رفیق کا یک بیک نظر سے غائب ہو جانا قیامت سے کم نہ تھا، میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ دل پھر دل کی صورت میں کیوں کر رہ گیا، بس یہ کہنا چاہئے کہ یہ حکم میرے لئے ہلاکت و مصیبت

نہیں تھا، بلکہ سراسر رحمت اور ذریعہ عنایت تھا کہ بجائے ہلاکت و بربادی کے مجھے اپنے سایہ رحمت میں لے لیا اور میرا سچا مونس وغم خوار و مددگار ہوکر ہر موقعہ پر ساتھ دینے لگا۔ سبحان اللہ کیا شان رحمت ہے اس کی، اٹھی غم کی گھٹا اور رحمت ہوکر برس گئی جس سے تمام کھیتی سرسبز وشاداب ہوگئی''۔

عورتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

عورتوں کو اصلاح اخلاق کی ضرورت: ہماری عورتوں کے اخلاق نہایت خراب ہیں۔ ان کو اپنی اصلاح کرانا نہایت ضروری ہے۔ اور یاد رکھو بغیر اخلاق کے درست ہوئے عبادت اور وظیفہ کچھ کارآمد نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے۔ راتوں کو جاگتی ہے لیکن اپنے ہمسایوں (پڑوسیوں) کو ستاتی ہے۔ فرمایا ھی فی النار کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔ اور ایک دوسری عورت کی نسبت عرض کیا گیا کہ وہ (زیادہ) عبادت نہیں کرتی مگر ہمسایوں سے حسن سلوک کرتی ہے فرمایا ھی فی الجنة کہ وہ جنت میں جائے گی۔ مگر ہماری عورتوں کا سرمایہ بزرگی آج کل تسبیح اور وظیفہ پڑھنا رہ گیا۔ اخلاق کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ حالانکہ اگر دین کا ایک جزو بھی کم ہوگا تو دین ناتمام (ناقص) ہوگا۔ (اصلاح النساء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے وہ رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے۔ تو ایسی عورت جنت میں جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔ (شمارہ نمبر 11)

اولاد کو کس طرح نیک بنایا جاسکتا ہے؟

افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں صاحب بہت دیندار بادشاہ تھے، ان کی دینی باتیں ضرب المثل تھیں۔ ایک روز وہ شاہی محل سرائے میں آئے تو چہرہ کچھ اداس سا تھا تو بیگم نے پوچھا کہ آج آپ کے چہرہ پر غمگینی اور اداسی کیوں ہے انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑے

حادثے کی اطلاع آئی ہے جس کی بناء پر میں مغموم ہوں اور پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ افغانستان پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے اپنے شہزادے کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔

شکست کی خبر ملی

آج سرحد سے یہ خبر آئی ہے کہ شہزادے کو شکست ہوگئی ہے اور وہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے پیچھے ملک کو فتح کرتا ہوا آ رہا ہے تو دو غم مجھے لاحق ہیں ایک تو ملک ہاتھ سے گیا وہ دوسروں کے قبضہ میں چلا جاوے گا دوسرے یہ کہ میرا شہزادہ شکست کھا کے آیا اور بزدلی دکھائی یہ داغ میرے اوپر مرتے دم تک باقی رہے گا کہ میرا شہزادہ کمزور اور بزدل ہے ان دو غموں کی وجہ سے میرا چہرہ اداس ہے۔

تردید شکست:۔ بیگم نے کہا کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور غلط خبر ہے میرا شہزادہ شکست کھا کر نہیں آ سکتا ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ شہید ہو جائے لیکن دشمن کو پشت دکھا کر آئے یہ ممکن نہیں۔ یہ خبر جھوٹی ہے بادشاہ نے کہا کہ پرچہ نویسوں کی اطلاع ہے اس نے کہا کہ وہ پرچہ نویس بھی جھوٹے ہیں۔ انہوں نے کہا خالص بادشاہی دفتر کی اطلاع ہے۔ اس نے کہا کہ دفتر بھی جھوٹا ہے تو امیر نے کہا کہ اب کون اس عورت سے جھگل باول کرے مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جاوے گی نہ اسے سرکاری حکومت کے حالات کی اطلاع نہ دفاتر کی نہ سرکاری کاغذات کی اس نے سب کو جھوٹا قرار دے دیا، گھر میں بیٹھنے والی عورت ہے اسے کون سمجھاوے واپس چلے آئے۔

اور اب فتح کا شادیانہ

اگلے دن گھر گئے تو چہرہ ہشاش وبشاش تھا بیگم نے کہا کہ کیا بات ہے آج تو آپ بہت خوش ہیں کہا کہ تم نے جو بات کہی تھی وہی صحیح نکلی وہ تو صورت یہ ہے کہ دشمن کو بھگا دیا شہزادے نے اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا آ رہا ہے، فاتح بن کر آ رہا ہے دشمن کو دور تک بھگا دیا ہے۔

واقعہ کی تحقیق اور حقیقت کا انکشاف:۔ بیوی نے کہا الحمد للہ خدا نے میری بات

سچی کر دی۔ اس پر امیر نے پوچھا کہ آخر تم نے اتنی قوت سے کیسے دعویٰ کیا کہ وہ شکست کھا کر نہیں آ رہا ہے کیا تمہیں الہام ہوا تھا اس نے کہا کہ میں عورت ذات ہوں مجھے الہام سے کیا تعلق اور پھر شاہی بیگم سارے عیش کے سامان میسر ہیں میں ایسی ولی کہاں سے بن گئی کہ مجھ پر الہامات خداوندی ہوں امیر نے کہا کہ پھر آخر ایسی قوت سے تم نے کیسے دعویٰ کیا کہ ساری خبریں جھوٹی ہیں اور واقعی وہ نکلیں جھوٹی یہ کیا بات ہے۔

اِخفاء راز پر اصرار

بیگم نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتی اب امیر سر ہوئے کہ ایسا کونسا راز ہے بیوی کا جو خاوند سے چھپا ہے خاوند سے زیادہ راز دار کون ہے بیوی کا وہ پوچھنے پر مصر ہیں اور یہ چھپا رہی ہیں امیر نے کہا کہ میں بہر حال تم سے پوچھ کر رہونگا۔ اب وہ مجبور ہوئی تو اس نے کہا کہ میں نے عمر بھر یہ بات ظاہر نہیں کی آج میں وہ راز کھولے دیتی ہوں جب آپ بے حد مصر ہیں۔

افشاء راز اور شہزادے کی والدہ کا کمال تقویٰ

وہ یہ ہے کہ جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا، چنانچہ میں نے سلطنت کے خزانے سے ایک پائی نہیں لی اور جو تنخواہ آپ کو ملتی تھی نہ اس سے میں نے کوئی پائی لی اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بناتی تھی ان کو بکواتی تھی اس سے میں اپنا پیٹ پالا ہے تو میں نے نو (۹) مہینے میں انتہائی تقویٰ سے کامل حلال غذا استعمال کی اس کے بعد جب یہ پیدا ہوا تو میں نے بجائے دودھ پاریوں کے سپرد کرنے کے کہ کسی انا کا دودھ پیئے میں نے خود ہی دودھ پلایا اس عہد کو قائم رکھا کہ دو برس تک کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا اسی طرح میں نے اپنی دستکاری سے محنت کر کے کمایا اور کھایا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ جب یہ دودھ پینے کے لئے روتا تو میں پہلے وضو کرتی پھر دو رکعت نفل نماز پڑھتی اور دعا مانگ کر پھر دودھ پلاتی تھی پاک وصاف ہو کر تو اندر سے پاک کمائی تھی، اوپر سے بھی پاکی تھی، لقمہ بھی مشتبہ نہ تھا تو ظاہر بات ہے کہ جب وہ ایسی پاک غذا سے پلا پیٹ میں ایسی غذا سے نشو ونما پایا تو اس میں کمینہ اخلاق کیسے پیدا ہوں گے۔ (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم) (شمارہ نمبر 2)

گھر کے کاموں پر اجر وثواب

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ، حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن ہیں، تقریباً سترہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوگئی تھیں۔ صحیح بخاری میں ان کی طرز زندگی خود ان کی زبانی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح حضرت زبیر سے ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں حضرت زبیر کو کچھ زمین دیدی تھی جو دو میل کے فاصلہ پر تھی میں وہاں سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی ایک مرتبہ اسی طرح آ رہی تھی کہ راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لا رہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھہرایا اور اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ میں سوار ہو جاؤں، مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیرؓ بہت غیرت مند ہیں ان کو بھی ناگوار ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے تو آپ تشریف لے گئے میں نے گھر آ کر زبیرؓ کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا خدا کی قسم تمہارا سر پر گٹھلیاں لاد کر لانا میرے لئے اس سے زیادہ گراں ہے اس کے بعد میرے والد حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کے بعد گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی مل گئی گویا بڑی قید سے آزاد ہوگئی۔

فائدہ:۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ گھریلو کام کاج عورتوں کو کرنا چاہئے کھانا پکانا ہو یا جھاڑو لگانا ہو وغیرہ خصوصاً اگر شوہر کا ہاتھ تنگ ہو اور وہ کسی خادم یا خادمہ کا انتظام نہ کر سکے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور فاطمہؓ نے کام تقسیم کئے ہوئے تھے باہر کے کام میرے ذمہ اور گھریلو کام فاطمہؓ کے ذمہ تھے۔ اور یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ کچھ سینا پرونا بھی سیکھا کریں تاکہ چھوٹے موٹے سلائی کے کام گھر میں ہی نمٹا لیا کریں جیسا کہ حضرت اسماء ڈول کی رسی خود ہی سلائی کیا کرتی تھیں۔ اس میں گھر کا بہت سا خرچ بھی بچ جائیگا اور دوسروں کی احتیاجی بھی نہ ہوگی۔ اور ایک یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ شوہروں کے مزاج کی

شناخت کریں اور پھر ان کے مزاج کی رعایت بھی کیا کریں جیسا کہ حضرت اسماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار ہونے سے گھبرائیں کہ ان کے شوہر زبیرؓ بہت غیرت مند ہیں کہیں ان کو ناگوار نہ ہو آپ نے شوہر کے مزاج کی رعایت کر کے مسلمان بہنوں کو سبق سکھلا دیا کہ اچھی بیوی کو ہر جگہ شوہر کے مزاج کی رعایت کرنی چاہئے آج کل شوہر بیوی میں اختلاف کا ایک سبب ایک دوسرے کے مزاج کی رعایت نہ کرنا بھی ہے اس لئے عورتوں کو اس میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے تا کہ اختلاف اور رنجش کی نوبت پیش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کوتاہیوں سے محفوظ فرمائیں۔آمین! (شمارہ نمبر 5)

خواتین اور زبان کا استعمال:۔یوں تو سارا معاشرہ اس زبان کے گناہوں میں مبتلا ہے۔لیکن احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے اندر جن بیماریوں میں پائے جانے کی نشاندھی فرمائی ان میں سے ایک بیماری یہ بھی ہے کہ زبان ان کے قابو میں نہیں ہوتی۔حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے خواتین میں نے اہل جہنم میں سب سے زیادہ تعداد میں تم کو پایا۔یعنی جہنم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔خواتین نے پوچھا یارسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: **تکثرن اللعن و تکفرن العشیر** (صحیح بخاری) ''تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہو۔اس وجہ سے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ ہے۔دیکھئے اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو باتیں بیان فرمائیں ان دونوں کا تعلق زبان سے ہے۔لعنت کی کثرت اور شوہر کی ناشکری۔معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے اندر جن بیماریوں کی تشخیص فرمائی اس میں زبان کے بے حد استعمال کو بیان فرمایا۔کہ یہ خواتین زبان کو غلط استعمال کرتی ہیں۔مثلاً کسی کو طعنہ دے دیا کسی کو برا کہہ دیا، کسی کی غیبت کردی۔کسی کی چغلی کھالی یہ سب اس کے اندر داخل ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آپؐ کے گھر تشریف لے گئے۔حضرت علیؓ

فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں اور آپؐ پر گریہ طاری ہے۔ جب میں نے آپکی یہ حالت دیکھی تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپکو کس چیز نے رلایا ہے؟ اور کس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا اور ان کو جو عذاب ہو رہا تھا۔ وہ اتنا شدید اور ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔ چنانچہ پھر آپ نے چند عورتوں کے عذاب کی تفصیل بیان فرمائی ایک عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم میں زبان کے بل لٹک رہی تھی (العیاذ باللہ) اور اس کا جرم یہ تھا کہ وہ زبان سے اپنے شوہر کو تکلیف دیا کرتی تھی۔ مذکورہ بالا احادیث معلوم ہونے کے بعد ہم سب مسلمانوں کو اپنی اپنی زبان کی خوب حفاظت کرنی چاہیے خصوصاً خواتین کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے متعلق بہت زیادہ تاکید آئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فضول باتوں میں زبان چلانے کی بجائے اپنے ذکر میں استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 7)

اس کے قیدی کو چھوڑ دو

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابوالعاص بن ربیع ان لوگوں میں تھے جو بدر میں مشرکین کے ساتھ مل کر لڑے تو ابوالعاص کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن عمان انصاری نے قید کرلیا تو جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو رہا کرانے کیلئے رقم وغیرہ بھیجی تو ابوالعاص نے فدیے کیلئے ان کے بھائی عمرو بن ربیع آئے اور ان کے ہاتھوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جو ابوالعاص کی بیوی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھی اپنا ایک ہار بھیجا جو ان کو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد نے شادی کے وقت دیا تھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی اور حضرت زینب پر بڑا رحم آیا پھر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو زینب کیلئے اس کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کی چیز بھی واپس کر دو صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ اور انہوں نے ابوالعاص کو بھی رہا کر دیا اور حضرت زینب کا ہار بھی لٹا دیا پھر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ زینب کو چھوڑ دیں تا کہ وہ یہاں آجائیں تو ابوالعاص نے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دیا۔ (طبقات الکبریٰ ص ۱۳ ج ۸)

مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا ان کی زوجہ حضرت زینب بنت ابی معاویہؓ دستکاری کا کام کرتی تھیں اس لئے اپنے شوہر اور اولاد کی خود کفالت کرتی تھیں۔ ایک دن اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ وخیرات سے روک دیا ہے کیونکہ میں جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تم اپنے فائدے کی صورت نکال لو مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں۔ تو حضرت زینب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا میں دستکاری کرتی ہوں اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ شوہر اور بال بچوں پر خرچ ہو جاتا ہے کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اس بناء پر میں محتاجوں کو صدقہ وخیرات نہیں دے سکتی اس حالت میں کیا مجھ کو کوئی ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا چاہئے۔ (صحیح مسلم)

فائدہ:۔ مذکورہ بالا دونوں واقعوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت اپنا مال بھی شوہر پر خرچ کرے بالخصوص اس وقت جبکہ شوہر نادار اور اپنی بیوی مالدار ہو۔ اس لئے کہ شوہر کے بیوی پر بہت سارے حقوق ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے عورتوں کی جماعت اگر تم اپنے اوپر اپنے شوہروں کے حقوق کو جان لو تو تم ان کے قدموں کے گرد وغبار کو اپنے رخساروں سے صاف کرو۔ (کتاب الکبائر) تو جس کے اس قدر حقوق ہوں تو اس پر مال خرچ کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 9)

شوہر کی فرمانبرداری

شوہر کے ہر جائز حکم کی تعمیل کرنا عورت کیلئے لازم ہے۔ کیونکہ اسلام نے بیوی کو حکم دیا کہ شوہر کی اطاعت کرے اور اس کا حکم مانے۔ اسے خاوند کے تمام جائز احکام کو ماننا ہوگا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت نفل عبادت بھی نہیں کر سکتی۔ عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ شوہر کو اپنی ذات سے ہر طرح خوش رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ بیوی خاوند کا ہر جائز حکم مانے۔ بیوی کو اجازت ہے کہ وہ اپنے عزیز واقارب کو کسی بھی وقت اور کتنی ہی بار ملے بشرطیکہ شرعی حجات کی پاسداری رہے۔ لیکن اگر اس کا شوہر عزیز واقارب سے ملنے کی مخالفت کرتا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ وہ شوہر کا حکم مانے۔

شوہر کی اطاعت پر والد کی مغفرت

امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب احیاء العلوم باب نکاح میں مذکور ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا۔ روانگی سے قبل اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ وہ بالا خانہ سے نہ اترے۔ نچلے حصے میں اس عورت کا باپ رہتا تھا۔ اتفاقاً وہ بیمار ہوا تو اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت لینے کیلئے آدمی بھیجا کہ وہ نیچے اتر کر اپنے والد کی عیادت کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر۔ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ اس نے پھر اترنے کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ اس کا باپ دفن بھی کر دیا گیا مگر وہ نہ اتری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کی مغفرت فرما دی۔

عورت کی اپنی خواہش شوہر کی مرضی کے تابع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو آگاہ کیا ہے کہ ان کے خاوند یا تو ان کی جنت ہیں یا جہنم۔

شوہر کی اطاعت عورت کیلئے جنت میں ہمیشگی کی مسرت وشادمانی کی ضمانت ہے اور شوہر کے احکام کی خلاف ورزی اللہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہے مسلمان بیوی کو خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

عورت کیلئے چرند پرند کا استغفار

حدیث میں ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوعورت اپنے شوہر کی مطیع و فرمابردار ہوتو یادرکھو! اس کیلئے تمام مخلوق استغفار اور دعائے مغفرت کرتی ہیں حتیٰ کہ پرندے ہوا میں، مچھلیاں پانی میں، درندے جنگلوں میں اور فرشتے آسمان میں۔'' (بحرمحیط)

بیوی کو شہیدوں کا درجہ

''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوعورت اپنے شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کو ادا کرے، نیک باتوں کو قبول کرے، نفس اور مال کی خیانت سے پرہیز کرے (تو ایسی عورت کا) جنت میں شہیدوں سے ایک درجہ کم ہوگا۔ اگر شوہر بھی اس کا مؤمن اور بہتر اخلاق والا ہے تو یہ عورت اسے ملے گی ورنہ ایسی عورت کی شادی اللہ تعالیٰ شہیدوں سے کردے گا۔'' (کنزالعمال)

شوہر کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل احد (کے چٹان کو) جبل اسود کی طرف منتقل کرے یا جبل اسود (کے چٹان کو) جبل احد کی طرف منتقل کرے تو اس کا حق ہے وہ ایسا کرے۔'' (ابن ماجہ)

خاوند کی اطاعت جہاد کے برابر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خاتون حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خواتین کی قاصد بن کر آئی ہوں ان میں ہر خاتون چاہے (میرا آپ کے پاس حاضر ہونا) جانتی ہو یا نہ جانتی ہو مگر وہ آپ کے پاس میری طرح آنے کی خواہش رکھتی ہے۔ (ان سب عورتوں کا پیغام یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ مردوں کا بھی رب ہے اور عورتوں کا بھی، اللہ تعالیٰ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر مال غنیمت حاصل کریں تو

مالدار بن جائیں اگر شہید ہو جائیں اللہ کے نزدیک زندہ رہیں اور رزق پائیں (ان عورتوں کے لئے اطاعت کے) کون سے اعمال ہیں جو مردوں کے اعمال کے برابر ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے خاوند کی اطاعت اور ان کے حقوق کو پہچاننا اور تم میں سے کم ہی ہیں جو یہ کام کرتی ہیں۔'' (شمارہ نمبر 52)

عورت......اور اصلاح معاشرہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت روئے زمین پر بسنے والا ہر انسان مرد ہو یا عورت اچھا ہو یا برا، عالم ہو یا جاہل، اس کی تربیت کسی نہ کسی عورت کے ہاتھوں ہوئی اور اسی عورت کی تربیت سے وہ معاشرے کا اچھا یا برا فرد بنا ہے اگر کسی خوش قسمت کی تربیت کسی نیک اور خداترس عورت کے ہاتھوں ہوئی ہے تو وہ شخص بھی نیک اور خداترس ہوگا اگر بدقسمتی سے کسی کی تربیت ایسی عورت کے ہاتھوں ہوئی جو خود گم کردہ راہ ہے اور بے راہ رویوں میں بھٹکی ہوئی ہے تو خطرہ ہے کہ اس کے ہاتھوں پروان چڑھنے والا بھی کہیں بے راہ روی کا شکار نہ ہو جائے اس لئے کہ ہر انسان کے اچھے یا برے ہونے میں سب سے زیادہ دخل اس کی تربیت کرنے والی عورت کا ہوتا ہے اور معاشرہ انہیں انسانوں کے مجموعے کا نام ہے تو گویا معاشرے کی اصلاح کا دارومدار زیادہ تر عورت کی تربیت پر ہے اور کوئی بھی عورت کسی کی اچھی تربیت اسی وقت ہی کرسکتی ہے جب وہ خود اصلاح یافتہ اور تربیت یافتہ ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ معاشرے کی اصلاح کیلئے عورت کی اصلاح نہایت ناگزیر ہے۔

سرمایہ بزرگی:۔ بہت سے لوگ تو عورتوں کیلئے تعلیم و تربیت دونوں کو غیر ضروری سمجھے ہوئے ہیں اور بعض سنجیدہ طبقے کے لوگ عورتوں کیلئے تعلیم کو تو ضروری سمجھتے ہیں لیکن تربیت سے وہ بھی غافل ہیں یاد رکھیے درسی تعلیم کے کورس کرنا فرض عین نہیں لیکن تربیت اور اصلاح اخلاق ہر انسان پر خواہ مرد ہو یا عورت فرض عین ہے آج کل بہت سی عورتوں نے نماز روزہ اور وظیفہ کو سرمایہ بزرگی سمجھ رکھا ہے لیکن اخلاق کی ذرا پرواہ نہیں خواہ کیسے ہی ہوں دل میں تکبر، حسد، کینہ، اور دنیا کی محبت، بھری ہوئی ہے تو انکی اصلاح کی پرواہ نہیں

پڑوسیوں کو تکلیف پہنچا رہی ہے تو کبھی احساس نہیں ہوتا اگر فکر ہے تو دنیا کی، زیورات کی، عمدہ لباس کی گھریلو ساز وسامان کی، حالانکہ اصل فکر دین کی اور اصلاح کی کرنی چاہئے تھی اسلئے کہ اگر اصلاح نہ ہو تو بعض اوقات نیک اعمال بھی نجات کیلئے کافی نہیں ہوتے۔

یہ دوزخ میں اور وہ جنت میں جائے گی

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو ستاتی اور تکلیف دیتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں جائے گی پھر ایک اور عورت کا ذکر کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلانی عورت بہت زیادہ عبادت نہیں کرتی لیکن پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔ اس روایت سے یہ بات خوب ظاہر ہو رہی ہے کہ جب تک اخلاق کی اصلاح نہ ہو اعمال بھی کارآمد نہیں ہوتے اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کی طرف پوری پوری توجہ دیں اگر ان کی اصلاح ہوگی تو انشاء اللہ معاشرے کی بھی اصلاح ہوگی اور خواتین کیلئے ان چند کتب کا مطالعہ ان کی اصلاح میں نہایت مفید ہے۔

نمبرا:۔بہشتی زیور، نمبر۲:۔اصلاح خواتین، نمبر۳:۔تحفہ خواتین

نمبر۴:۔مثالی خواتین نمبر۵:۔تحفۃ النساء نمبر۶:۔حقوق زوجین (شمارہ نمبر 10)

شوہر کی اطاعت
احادیث کی روشنی میں

بہت سی روایات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کا حکم دیا ہے۔ مثلاً

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے ایسی عورت جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

(۲) حضرت اسماء بنت یزید انصاریہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں عورتوں کی فرستادہ آپکے پاس آئی ہوں۔ (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضورِ جنازہ اور حج وعمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کر کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا۔ اور شوہر کی رضامندی کا لحاظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اتباع کرنا۔ یہ سب ان اعمال کے برابر ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت اور آبرو کے بارے میں پارسا ہو۔ اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اس کو خوش کر دے۔ اور وہ جب کوئی اس کو حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے۔ اور اپنی جان اور مال میں اس کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

خواتین کی شکایت اور اس کا علاج

مذکورہ بالا روایات میں شوہر کی اطاعت اور اس کی خوشی اور رضامندی کی طرف جس قدر توجہ دلائی گئی ہے۔ بالکل واضح ہے بلکہ اس چیز کا اہتمام کرنے والی عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اچھی عورت قرار دیا۔ بعض خواتین کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے شوہر بدمزاج ہیں۔ بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی خوش نہیں ہوتے۔ اور بات بات پہ جھگڑتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شکایت درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ شوہر کیسا ہی بدمزاج ہو اس کو اپنے مزاج میں ڈھالنا عورت کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے کسی بزرگ سے اپنے شوہر کی بدمزاجی کی شکایت کی اور شوہر کو اپنا تابع بنانے

کیلئے تعویذ چاہا۔ تو وہ بزرگ سمجھ گئے کہ اصل قصووار یہی عورت ہے تو انہوں نے عجیب طریقے سے اس کی اصلاح کی۔ چنانچہ فرمایا کہ شیر کے تین بال لے کر آؤ۔ تب تعویذ دوں گا۔ چنانچہ وہ عورت واپس گئی۔ کسی جگہ پنجرے میں شیر بند تھا۔ اس عورت نے اس کو خوراک ڈالنا اور اپنے سے مانوس کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اتنا مانوس کر لیا کہ اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اسی دوران ایک دن اس کے تین بال کاٹ کر بزرگ کے پاس حاضر ہوگئی۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر کہ جو درندہ انسان کا دشمن ہے اس کو تم نے چند دن کی محنت سے اتنا اپنے سے مانوس کر لیا کہ اس کے جسم کے بال کاٹ لئے کیا تمہارا شوہر اس سے بھی بڑا درندہ ہے؟ کیا اسی طرح محنت کر کے تم اس کو اپنے سے مانوس نہیں کر سکتیں؟ تو وہ عورت خاموش ہوگئی۔ اور واپس ہوگئی۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدمزاج شوہر کو اپنے سے مانوس کرنا عورت کے اختیار میں ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت وہ کام کرے جو شوہر کے مزاج کے مطابق ہو۔ اور ہر اس کام سے اور ہر اس بات سے مکمل اجتناب کرے جو شوہر کو ناپسند ہو اور اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ ان شاء اللہ اس گھر میں کبھی جھگڑا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 11)

لباس اور اس کے مقاصد

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا.

''اے اولادِ آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو چھپاتا ہے تمہاری شرم کی چیزوں کو''۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے ستر عورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جسم کے کچھ حصوں کو، عورت قرار دیا یعنی وہ چھپانے کی چیز ہے۔ اس کو بلا ضرورت کھولنا جائز نہیں چنانچہ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے اور گٹوں تک ہاتھ کے۔ سب کا سب عورت ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے۔ لہٰذا خواتین کا لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے مکمل ستر عورت ہو جو لباس اس مقصد کو پورا نہ کرے وہ لباس ہی نہیں۔ آج

کل کثرت سے یہ جملہ سننے میں آتا ہے کہ اس ظاہری لباس میں کیا رکھا ہے، دل صاف ہونا چاہئے۔ اور ہمارا دل صاف ہے۔ اس لئے ہم جیسا چاہیں لباس پہن لیں۔ کوئی حرج نہیں۔ خوب یاد رکھئے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ دین کے احکام روح پر بھی ہیں اور جسم پر بھی ہیں۔

ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی

لباس کے بنیادی مقصد کو پورا نہ کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ وہ لباس اتنا چھوٹا ہو کہ پہننے کے باوجود ستر کا کچھ حصہ کھلا رہے،

دوسرا یہ کہ لباس اتنا باریک ہو کہ اس سے اندر کا بدن جھلکتا ہو،

تیسرا یہ کہ لباس اتنا چست ہو کہ پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار نظر آتا ہو جس لباس میں ان تین عیبوں میں سے کوئی عیب ہوگا وہ لباس شرعی لباس نہیں ہوگا۔ آج کل خواتین میں لباس کے سلسلہ میں بہت کوتاہی کی جاتی ہے لباس کو فیشن کے مطابق بنانے کی ازحد کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ جسم کا کونسا حصہ کھل رہا ہے اور کونسا ڈھکا ہوا ہے ایسی خواتین کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا رب کاسیات عاریات یوم القیامة

یعنی بہت سی عورتیں لباس پہننے کے باوجود قیامت کے دن ننگی ہونگی ایک اور حدیث جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں میرے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑے پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دیکر بالوں کو لپیٹ کر اس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔ مذکورہ دونوں حدیثوں سے ان عورتوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو فیشن کی دلدادہ ہیں اور لباس بنانے میں بدن کو چھپانے کا اہتمام نہیں کرتیں آجکل خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ لباس اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو دکھلانے کیلئے ہیں چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ عورتیں گھروں میں تو میلی کچیلی رہیں گی اور جب

کبھی گھر سے باہر کسی تقریب وغیرہ میں جانا ہو تو پھر اس کا اہتمام کریں گی کہ وہ لباس مروجہ فیشن کے مطابق ہو در حقیقت اس کے پیچھے نمائش کا جذبہ ہے اور یہ نمائش شریعت میں ناجائز ہے۔ اس لئے خواتین کو چاہئے کہ لباس بنانے میں اس بات کا اہتمام کریں کہ اس سے ستر عورت ہو جو کہ لباس کا بنیادی مقصد ہے۔ فیشن پرستی اور نمائش سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پورے دین پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 12)

میرے پاس کیا ہے؟

قرآن شریف میں عورتوں کو حکم ہے: ''وقرن في بيوتكن''
(کہ تم اپنے گھر جم کر بیٹھی رہو)

اس میں تقسیم الاحاد علی الاحاد ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ ہر عورت اپنے گھر جم کر بیٹھی رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں نہ عورتوں سے ملنے کیلئے نہ مردوں سے ملنے کیلئے کیونکہ ان کا گھر سے نکلنا اور دوسری عورتوں سے ملنا جلنا دنیا وآخرت دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے، دنیوی نقصان تو یہ ہے کہ جب کوئی عورت دوسری عورتوں کو اپنے سے اچھے لباس، زیورات میں دیکھے گی تو خواہ مخواہ پریشان ہوگی اور ان چیزوں کی شوہر سے فرمائش کرے گی۔ جس سے شوہر کے دل میں کدورت اور نفرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بعض اوقات گھر کی بربادی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اخروی نقصان یہ ہے کہ دوسروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر ناشکری پیدا ہو جائے گی اور ہمیشہ یہی سمجھے گی کہ میرے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ تو کبھی شکر نہیں کرے گی۔ اور ناشکری کرنا گناہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا آپس میں ملنا جلنا بھی نقصان دہ ہے۔

چنانچہ مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ سہارنپور میں ایک انسپکٹر صاحب تھے جن کی عادت یہ تھی کہ ساری تنخواہ غریب رشتے داروں پر خرچ کر دیتے تھے ان کی بیوی کے پاس زیور کا ایک چھلہ تک نہ تھا نہ کوئی خادمہ تھی بیچاری اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھی اور گھر کے سب کام کرتی تھی اور وہ انسپکٹر صاحب اپنی بیوی کو کسی کے ہاں نہ جانے دیتے تھے ایک مرتبہ اپنے پڑوس میں ایک گھر میں جانے کی اجازت دے

دی تو وہ جب اس گھر میں گئی تو اس نے دیکھا کہ پڑوسن کا زیور بھی ہے اور گھر میں کام کرنے کے لئے خادمہ بھی ہے بس اس پر ایسا اثر ہوا کہ جب واپس آئی اپنے میاں کی خوب خبر لی کہ واہ صاحب ان کی تنخواہ بھی تم سے کم ہے پھر بھی ان کے گھر والے زیور میں لدے پھدے ہیں اور میں بالکل ننگی ہوں اور ان کی بیوی اپنے ہاتھ سے ایک کام بھی نہیں کرتی اور میں سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں اب مجھ سے اس طرح نہیں رہا جاتا مجھ کو زیور بنا کر دو اور گھر میں خادمہ نوکر رکھو وہ انسپکٹر صاحب بیچارے کہتے تھے کہ شیخ کامل (یعنی عورت سے میل جول) کا اثر ایک منٹ میں ایسا ہوا کہ میری ساری عمر کا اثر فوراً ختم ہوگیا۔ اب میرے گھر میں رات دن فرمائشیں ہی چلتی رہتی ہیں اور میری خیر خیرات سب بند ہوگئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنا ہو سکے عورتوں کو چاہئے کہ وہ دوسری عورتوں سے میل جول نہ رکھیں بالخصوص مالدار عورتوں سے ورنہ دنیا وآخرت دونوں برباد ہونے کا خطرہ ہے۔

تہمت لگانے والی عورت کا عبرتناک واقعہ

زرقانی (شرح مؤطا امام مالکؒ) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گرد ونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہوگئی، دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی۔ جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی راہ پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا۔ میری بہنو! (جو دو چار بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو آج عورت مرگئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔ غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آگئی۔ اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا۔ جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا۔ زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے۔ دیر لگ گئی۔ میت کے ورثاء کہنے لگے، بی بی جلدی غسل دو۔ شام ہونے والی ہے ہم نے جنازہ پڑھ کر اسے دفنانا بھی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑگئی مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا۔ دن آگیا پھر بھی ہاتھ چمٹا ہوا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں۔ ہاں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری مردہ عورت کو غسل دے رہی تھی اس کا

ہاتھ میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا، اب کیا کیا جائے۔ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری کے ساتھ اس کا ہاتھ کاٹ دو غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے کہ ہم تو اپنی عورت کو معذور نہیں کرانا چاہتے، ہم اس کا ہاتھ نہیں کٹنے دیں گے۔ انہوں نے کہا، فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب نہیں کرنا چاہتے۔ تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں مسلسل گزر گئے۔ گرمی بھی تھی دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گردونواح کے کئی دیہات تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں یہ مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا۔ چلو مدینہ منورہ میں جاتے ہیں۔ وہاں حضرت امام مالکؒ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی اور دوسری اسے غسل دے رہی تھی، اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا، چھوٹتا ہی نہیں، تین دن ہو گئے، کیا فتویٰ ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا، بی بی جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی، وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہوئی ہے اسکے فلاں آدمی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ امام مالکؒ نے پوچھا، بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس تھے۔ کہنے لگی نہیں۔ پھر فرمایا، کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقبال جرم کیا تھا؟ کہنے لگی، نہیں۔ فرمایا، پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے پر گزر رہی تھی۔

یہ سن کر امام مالکؒ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی۔ پھر فرمانے لگے، قرآن پاک میں آتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے ان کی سزا ہے کہ ان کو زور سے اسی کوڑے مارے جائیں''

تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں، جلادو! اسے مارنا شروع کر دو۔ جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارتے جا رہے ہیں، ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا، پچھتر کوڑے مارے مگر ہاتھ پھر بھی یونہی چمٹا رہا، اناسی کوڑے لگے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا، جب اسی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔

اس واقعہ سے ان خواتین حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو کہ بلا سوچے سمجھے پاک دامن لوگوں پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں اگر وہ اس جرم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ آج بھی ان کی گرفت پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 13)

مثالی صبر اور دعاء کی برکت

ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عمیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے بتقاضائے الٰہی جب کمسنی میں ابو عمیرؓ کا انتقال ہو گیا تو ام سلیمؓ نے ان کو نہلایا دھلایا، کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا ام سلیمؓ نے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی تیار کیا خوشبو وغیرہ لگائی رات کو ابوطلحہؓ گھر آئے۔ وہ دن کو روزے سے تھے، کھانا کھا کر بچے کا حال پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون سے ہے۔ وہ بے فکر ہو گئے، رات کو صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی اگر کوئی شخص کسی کے مانگے چیز دیدے پھر وہ اس سے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیے یا اس کو روک لے یعنی واپس نہ کرے؟ وہ کہنے لگے ضرور واپس کر دینا چاہیے۔ روکنے کا کیا حق ہے۔ مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا تمہارا لڑکا جو اللہ کی

امانت تھا اللہ نے لے لیا ابوطلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی حضورؐ کی خدمت میں ابوطلحہؓ نے جا کر سارا قصہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس رات میں برکت عطاء فرمادیں ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دعاء کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے۔ جن کے نو بچے ہوئے اور سب کے سب قرآن شریف کے حافظ بنے۔

تین ہزار اشرفیوں کا حساب

حضرت امام ربیعہؒ محدث گزرے ہیں ان کے والد حضرت فروخؒ بنوامیہ کے دور میں فوجی ملازم تھے۔ اور جنگوں میں شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ جب فروخؒ جہاد پر جانے لگے جاتے ہوئے اپنی حاملہ بیوی کو تین ہزار اشرفیاں دیکر گئے ان کو جہاد میں ستائیس برس لگ گئے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ربیعہ رکھا گیا جس کو والدہ نے اچھی تربیت اور تعلیم دے کر محدث بنا دیا اور بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد بنے جن میں حسن بصریؒ اور امام مالکؒ آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ جب والد حضرت فروخؒ واپس آئے اور بیوی سے کہا کہ تین ہزار اشرفیوں کا کیا کیا تو بیوی نے کہا کہ اس بیٹے پر خرچ کی ہیں تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے ان اشرفیوں کو بالکل ضائع نہیں کیا۔

اس واقعہ سے خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے مال کو صحیح جگہ خرچ کرے اور سب سے اچھی جگہ خرچ کرنے کی یہ ہے کہ دین کیلئے خرچ کرے اسی طرح ایک یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اولاد کو علم دین کی طرف لگایا جائے اور اس کی اچھی تربیت کی جائے کیونکہ ماں کی گود انسان کیلئے سب سے پہلا مدرسہ ہے۔

ایک حوصلہ مند لڑکی

جامع کرامات الاولیاء طبع مصر میں ایک بزرگ حضرت قرشیؒ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ بزرگ جذامی تھے یعنی ان کو جذام کا مرض تھا اس لئے نکاح نہیں کرتے تھے مگر چونکہ نوجوان تھے اس لئے طبعی تقاضے موجود تھے ایک مرتبہ خیال پختہ ہوا کہ نکاح کرلوں چنانچہ اپنے

مریدوں سے کہا کہ ہم نے نکاح کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے کسی جگہ پیغام دو لیکن میری ساری حالت بیان کر دینا۔ یہ سن کر ایک مرید اٹھا اور اپنے گھر گیا اس کی جوان بیٹی تھی اس نے اپنی بیٹی کو ساری حالت بیان کر کے نکاح کے متعلق دریافت کیا تو لڑکی نے خوشدلی سے ہاں کر دی۔ مرید نے واپس آ کر بزرگ سے عرض کیا کہ میری بیٹی حاضر و رضامند ہے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ تم نے میری پوری حالت بیان کی تھی یا نہیں؟ تو مرید نے کہا کہ بیان کی تھی مگر لڑکی نے کہا کہ میں ان کی خدمت کو دینی سعادت سمجھتی ہوں چنانچہ نکاح ہو گیا قرشیؒ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے لڑکی کی بلند حوصلگی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ جب میں اس کے سامنے جاؤں تو بالکل تندرست ہو کر جاؤں۔ چنانچہ دعا قبول ہو گئی جب لڑکی کے سامنے گئے تو بالکل تندرست تھے لڑکی نے اجنبی جان کر پردہ کرلیا۔ قرشیؒ نے ساری حقیقت بتلائی تو تب لڑکی کو یقین آیا کہ میرا نکاح ان سے ہوا ہے۔ مگر لڑکی کا بلند حوصلہ دیکھئے کہ وہ کہنے لگی کہ میں نے آپ کی خدمت کرنے کی نیت سے اور دین کی غرض سے آپ سے نکاح کیا تھا دنیوی راحت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں۔ اب اگر آپ اپنی سابقہ حالت میں مجھے ملیں گے تو میں حاضر ہوں ورنہ مجھے طلاق دیدیں۔ حضرت قرشیؒ نے یہ سننے کے بعد دوبارہ اپنی سابقہ حالت میں آنے کی دعا کی جو قبول ہوئی تو دونوں میاں بیوی ساتھ رہنے لگے۔ اس سے بھی خواتین کو یہی سبق ملتا ہے کہ شوہر کیسا ہی بدشکل یا بیمار یا معذور ہو مگر اس کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

ایک شخص نے سفر پر جاتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا
تمہارے لئے کتنے دن کے کھانے کا انتظام کر جاؤں۔
عورت نے جواب دیا: ''جتنے دن کی میری زندگی ہے''۔
شوہر نے کہا: ''زندگی میرے ہاتھ میں نہیں''۔
اس پر عورت نے جواب دیا:
''پھر روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔'' (شمارہ نمبر 14)

بہترین خواتین

حدیث:۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے حق مہر ہلکے پھلکے ہوں۔

"خیر ھن ایسرھن صداقا" (الحدیث ابن حبان)

اسی بات کو ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے جو خوش رو (ہنس مکھ) ہو اور مہر میں کم ہو۔

"خیر النساء احسنھن وجوھا واقلھن مھورا"

حدیث:۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابیؓ کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کر دے کہ عورت میں برکت بھی ہے نحوست بھی۔ عورت کی برکت اور خوبی یہ ہے کہ اس کا مہر تھوڑا ہو، نکاح سہولت سے اور کم خرچ میں ہوا ہو۔ اور وہ خوش اخلاق و دیندار ہو۔ اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ مہر زیادہ ہو، نکاح دشواری سے ہوا ہو۔ بداخلاق اور بے دین ہو۔ (الحدیث ابوداؤد شریف ج ا)

حدیث:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم سے کم ہو اور دینداری میں زیادہ سے زیادہ ہو۔

"النسآء برکۃ ایسرھن صداقا ...... الخ" (الحدیث احمد بیہقی) (شمارہ نمبر 19)

کفایت شعار بیوی

اچھی بیوی سکھ دکھ کی ساتھی:

اچھی بیوی کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ مرد اس کے اوپر بھروسہ کرے تو اس کو صحیح پائے۔ کبھی انسان مشکلات کے اندر گھر لیا، کاروبار ہمیشہ اچھا نہیں رہتا، کبھی قرض میں بھی آ جاتا ہے کبھی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کبھی ایسی سخت آزمائش کے اندر پڑ جاتا ہے، گھر کی گھر والی اگر مضبوط ہے تو کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہے گی کہ سرتاج گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے سب ٹھیک ہو جائے گا، ان شاء اللہ روکھی سوکھی سے میں اپنا اور بچوں کا پیٹ پال

لوں گی اور گھر بھی چلا لوں گی اور خود بھی تھوڑا بہت سینے پرونے کا کام کرلوں گی اور دیگر اخراجات کو بھی میں کم کرلوں گی۔آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اور ایسی ہمت دلائے کہ آدھی ہمت اس کی گھر کے اندر ہی آجائے اور جب باہر کا کام کرنے کے لئے جائے گا تو اس کی طاقت اور قوت مدافعت میں بھی اضافہ ہوجائے گا۔

سمجھدار عورت شوہر کیلئے رحمت کا باعث

شوہر اس کے بارے میں اور کوئی بات کہہ دے تو اس کو پوری کر کے بتائے، مثلاً گھر کی خاتون ایسی سگھڑ ہے کہ چار مہمانوں کے بدلے دس مہمان بھی اگر گھر میں آ گئے تو وہ گھبراتی نہیں نہ وہ شوہر کو پریشان کرے گی بلکہ وہ کہے گی کہ کچھ تھوڑا سا جو پہلے کا بچا ہوگا اس کو بنالوں گی کچھ روٹیاں بنالوں گی، کچھ انڈے وغیرہ تل لوں گی، کچھ اچار چٹنی ڈال کر رکھ دوں گی، کچھ پوریاں بنالوں گی تھوڑا بازار سے بھی منگوالوں گی، آج کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ شوہر پوچھے بیوی صاحبہ سے کہ بھئی انتظام کتنے آدمیوں کا ہے تو کہا کہ چار آدمیوں کا، اگر شوہر کہے کہ بھئی چار کے بجائے اچانک ۵۔۷ آدمی اور آ گئے تو تمہیں کرنا پڑے گا انتظام، اب چونکہ اس شوہر کو بیوی پہ اعتماد اور اس کی صلاحیتوں پر اطمینان ہے اس لئے سلیقہ مند بیوی بھی خوش اسلوبی سے معاملہ کو سنبھال لے گی۔

کم خرچہ میں گھر چلانے کا واقعہ

معین الدین انار کی صاحبزادی سلطان نورالدین محمود زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی بیگم تھیں۔ سلطان نورالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی شادی ۵۴۱ھ ۱۱۴۷ء میں ہوئی۔ وہ نہایت اعلیٰ سیرت اور کردار کی مالکہ تھی۔ گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی تھی اور سلطان جو معمولی رقم اسے دیتا اسی سے گھر کا خرچ چلاتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے سلطان سے کہا کہ آپ جو کچھ مجھے دیتے ہیں اس سے گھر کا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے اس لئے میرے نفقہ میں کچھ اضافہ کردیجئے۔ سلطان نے غمگین ہوکر جواب دیا۔

''میرے پاس تین دکانوں کے کرایہ کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم کو اسی قدر

آمدنی پر گزر اوقات کرنی ہوگی۔ خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے نہیں بھروں گا اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے میں بڑے بڑے ملک اوران کے خزانے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ عام مسلمان کا ہے میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں۔ مجھے مطلق اختیار نہیں ہے کہ سرکاری خزانہ کو اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کروں۔ یہ مال دشمنانِ خدا کے خلاف جہاد یا مسلمانوں کی بہبود کے کاموں کے لئے وقف ہے خمص کی تین دکانیں میں تمہیں ہبہ کردیتا ہوں۔ تمہیں اختیار ہے کہ خواہ ان کو فروخت کر ڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو۔"

بیگم بھی بڑی باخدا خاتون تھی، سلطان کا جواب سن کر خاموش ہوگئی اور پھر زندگی بھر ان سے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ نہ کیا۔ (شمارہ نمبر 53)

خواتین اور نماز

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کی نگاہ میں عورت کی قیمت جن اعمال سے ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک نماز بھی ہے۔ یعنی اگر عورت نماز کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

ذیل میں ہم دو واقعے ایسے نقل کررہے ہیں جن سے نماز کی اہمیت مزید آشکارا ہوجائے گی۔

چوری سے حفاظت کا ذریعہ

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو بوجہ تھکان نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی اسی دوران ایک چور آپؒ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا۔ لیکن باہر نکلنے کا راستہ بھی نظر نہیں آیا۔ اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آ گیا۔ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا تو پھر راستہ نظر آنا بند ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس چور نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا

چاہتا ہے۔ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا پھر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ چادر چوری کرے یادر کھ اگر چہ ایک دوست محو خواب ہے تو دوسرا دوست تو بیدار ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا نماز چوری وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

اللہ کی نظر میں نماز سے کوتاہی

ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگی کہ اے موسیٰ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے اور میں اس سے توبہ بھی کر چکی ہوں۔ مگر آپ چونکہ اللہ کے نبی ہیں اس لئے میرے حق میں دعائے مغفرت فرمادیں۔ آپ کی دعا سے میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ کونسا جرم ہے جس کی وجہ سے تو اتنی پریشان ہے۔ اس عورت نے کہا یا نبی پہلے تو حرام فعل یعنی زناء کیا پھر اس قبیح حرکت کی وجہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تو میں نے اپنی بدنامی کے ڈر سے بچے کو قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بیان سن کر بہت ہی غصہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے ذلیل و بے شرم میرے سامنے سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے ہم بھی غارت نہ ہو جائیں۔ وہ عورت یہ باتیں سن کر روتی ہوئی نا امید ہو کر چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اس عورت سے بھی زیادہ گناہ گار کوئی دنیا میں ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اس عورت سے زیادہ کوئی غلط عورت اور اس کے فعل سے زیادہ گندا اور برا فعل کیا ہو سکتا ہے؟ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ جاؤ موسیٰ سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس عورت سے بھی زیادہ ذلیل اور گناہ گار وہ مرد اور عورت ہے جو جان بوجھ کر ایک وقت کی نماز چھوڑے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نماز کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے ہاں حرام کاری سے بھی بڑا گناہ ہے۔ پس وہ خواتین جو گھریلو مصروفیات کام کاج اور کھانا وغیرہ تیار کرنے کی وجہ سے نماز

میں کوتاہی کرتی ہیں یا بچوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہو کر نماز قضاء کر دیتی ہیں۔ان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

جنتی عورت کون؟

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا میں تم کو جنتی عورت کے بارے میں نہ بتادوں وہ کون ہے؟ ہم نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! شوہر پر فریفتہ اور زیادہ بچے جننے والی۔جب یہ غصہ ہو جائے یا اسے کچھ برا بھلا کہہ دیا جائے۔یا اس کا شوہر ناراض ہو جائے، تو یہ عورت (شوہر کو راضی کرتے ہوئے) کہے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک نہ سوؤں گی جب تک تم خوش نہ ہو جاؤ۔''

فائدہ: اس حدیث پاک میں جنتی عورت کی دو اہم صفات بیان کی گئی ہیں۔کہ جنت میں جانے والی وہ یہ عورت ہے جس میں یہ اوصاف پائے جائیں۔

۱۔''ودود''یعنی بہت زیادہ شوہر سے محبت کرنے والی کہ ذرا سی ناراضگی سے اس کا چین وسکون ختم ہو جائے۔اور اسی محبت کا یہ فائدہ ہوگا کہ کسی دوسرے مرد کی جانب اس کا خیال اور دھیان نہ جائے گا اور غایت محبت کی وجہ سے شوہر کی جانب سے تکلیف دہ امور کو بھی برداشت کرلے گی۔جس سے گھر کا نظام باحسن وجوہ چلتا ہے۔اور ہر ایک کو گھریلو سکون میسر ہوگا۔جس کا آج کل فقدان ہے۔

۲۔ولود: یعنی زیادہ بچے جننے والی عورت قابل تعریف اور اللہ ورسول کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے۔اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو۔

شادی کا اہم ترین مقصد سلسلہ نسل باقی رکھنا ہے اور امت کے افراد کا زیادہ سے زیادہ ہونا ہے۔ اولاد اور اس کی کثرت بڑی نعمت اور ثواب کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ بچہ جننے والی عورتوں سے شادی کرو میں تمہاری کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ خیال رہے کہ یہ بچے اور اولاد والدین کے حق میں دین ودنیا کی بھلائی کا باعث اور

صدقہ جاریہ ہوتے ہیں۔اور ہر اعتبار سے خیر کا باعث ہیں کہ حمل اور دودھ پلانے کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کے برابر ثواب ملتا ہے۔اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو اس کے لئے (جنت میں) جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہوتا ہے اسے آسمان وزمین کے فرشتے بھی نہیں جانتے۔اور پیدائش کے بعد جو بچہ ایک گھونٹ بھی دودھ پیتا ہے یا چوستا ہے اس پر ایک نیکی ملتی ہے اگر بچہ کے سبب سے رات میں جاگنا پڑ جائے تو راہ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (کنزالعمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۰۵)

۳۔ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عورت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والی۔اگر اسی درمیان انتقال ہو جائے تو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (کنزالعمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۱۱)

اس حدیث پاک میں جنتی عورت کا ایک نہایت ہی اہم وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ شوہر کی محبت میں سرشار ہو کر شوہر کی ذرا سی ناراضگی کو بھی برداشت نہ کر سکے۔اگر کسی بنیاد پر شوہر ناراض ہو جائے۔تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر غایت درجہ محبت وتعلق کا اظہار کرے کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں گے خوش نہ ہوں گے میں ایک پلک بھر نہ سوؤں گی۔

کیا آج کل کی ماڈرن عورتیں ایسا کر سکتی ہیں؟ اگر شوہر ناراض ہو اور اس کا ناراض ہونا حق بجانب ہو تو بیگم صاحبہ پوچھیں گی بھی نہیں مزے سے بے خبر سو جائیں گی۔اگر آج یہ وصف عورت میں پیدا ہو جائے تو گھر جنت نشاں بن جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں تم کو جنتی عورت نہ بتا دوں۔ جو (شوہر سے) خوب محبت کرنے والی۔زیادہ بچے جننے والی۔شوہر کے پاس کثرت سے آنیوالی۔کہ اگر اسے تکلیف دے دی جائے یا ہو جائے۔تو شوہر کا ہاتھ پکڑ کر کہے۔میں پلک بھر نہ سوؤں گی جب تک کہ تم خوش نہ ہو جاؤ گے۔ (کتاب عشرت النساء صفحہ ۲۱۹)

گویا کہ اس بات کی تعلیم ہے کہ شوہر ناراض نہ رہے۔ اپنی جانب سے اسے ناراض رہنے یا رکھنے کی شکل نہ پیدا کی جائے کہ اس کی رضا جنت ہے۔ (شمارہ نمبر 19)

کوڑے سے فیصلہ کرنا

اسلاف کے واقعات قرآن وحدیث کی طرح حجت تو نہیں ہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم جیسے مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونہ کی زندگی ضرور ہیں بالخصوص صحابہ کرام اور تابعین کے واقعات تو آج کے کمزور ایمان لوگوں کے لئے بہترین مشعل راہ ہیں ان میں سے ایک واقعہ قاضی شریح کا نقل کیا جاتا ہے۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی شریح نے مجھ سے کہا کہ اگر تمہیں کبھی نکاح کی ضرورت ہو تو بنو تمیم کی عورت سے نکاح کرنا کیونکہ صحیح معنی میں وہی عورتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو قاضی شریح نے کہا کہ ایک مرتبہ جنازے سے واپسی پر میرا گزر بنو تمیم کے محلے سے ہوا تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے سامنے ایک لڑکی بیٹھی تھی وہ لڑکی مجھے اچھی معلوم ہوئی (میرے دل میں نکاح کا ارادہ پیدا ہوا) تو میں نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ وہ کہنے لگی کہ یہ میری بیٹی ہے۔ قبیلہ بنو تمیم میں سے ہے میں نے اس عورت سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو وہ کہنے لگی کہ اگر تم اس کا کفو اور برابر کے ہو تو اس کے چچا سے بات کرو تو میں نے اپنے دوست حضرت مسروق اور ابو بردہ کو بلوا کر ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے چچا کے پاس آیا اور نکاح کا ارادہ ظاہر کیا اس نے میرے پیغام کو قبول کر کے میرا نکاح کر دیا اور رخصتی بھی کر دی، شب زفاف میں جب میں بیوی کے پاس گیا تو میں نے اس کو کہا کہ سنت پر عمل کرتے ہوئے پہلے آپ دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعاء کر لے چنانچہ وہ فوراً اٹھی دو رکعت پڑھ کر دعاء کی اور واپس آ گئی۔ پھر جب میں اس کے قریب جانے لگا تو اس نے مجھے کہا ٹھہریئے اس لئے کہ میری زندگی میں اس سے زیادہ اہم اور مشکل مرحلہ کبھی پیش نہیں آیا۔ میں آپ کے لئے اجنبیہ ہوں اور آپ میرے لئے اجنبی ہیں یعنی میں آپ کی طبیعت سے واقف ہوں نہ آپ

میرے مزاج سے واقف ہیں اس لئے آپ مجھے پہلے اپنے اخلاق اور طبیعت سے واقف کریں اور بتائیں کہ آپ کو کون کون سی باتیں پسند ہیں تاکہ میں آئندہ اسی کے مطابق عمل کروں اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں تاکہ میں ان سے اجتناب کروں تو میں نے بتلا دیا کہ فلاں فلاں باتیں پسند ہیں اور فلاں فلاں ناپسند ہیں۔ چنانچہ تین دن میں گھر میں رہا پھر مجلس قضاء کی طرف لوٹ آیا۔ اس کے بعد ہر آنے والا دن ہمارے لئے پہلے سے بہتر ہوتا تھا جب نکاح کو سال گزر گیا تو میری اہلیہ کی والدہ آئی ہمارے گھر میں اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم دونوں کیسے ہو؟ میں نے کہا کہ بھلائی پر ہیں تو وہ کہنے لگی کہ اگر اس کی طرف سے کوئی نافرمانی کی بات ہو تو کوڑے سے اس کا فیصلہ کرنا۔ اس نے اپنی بیٹی کو نصیحتیں کیں اور مجھے وہی جملہ کہتیں کہ اگر اس کی طرف سے کوئی نافرمانی کی بات ہو تو کوڑے سے اس کا فیصلہ کرنا۔ قاضی شریح کہتے ہیں کہ پوری زندگی میں میری اہلیہ کی طرف سے ایسی کوئی بات میرے سامنے نہیں آئی جس کی وجہ سے مجھے اس پر غصہ آیا ہو صرف ایک مرتبہ مجھے اس پر غصہ آیا تھا اس میں بھی میرا ہی قصور بنتا تھا۔ جس بات پر غصہ آیا تھا وہ یہ بات تھی کہ میں امامت کراتا تھا ایک مرتبہ جماعت کا وقت ہو گیا تھا میں گھر سے جانے لگا تو اسی وقت ایک بچھو سامنے آ گیا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں پہلے اس کو مارتا اس لئے اس پر ایک برتن ڈال کر نماز کیلئے چلا گیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ میرے آنے سے پہلے اس سے برتن مت ہٹانا مگر اس نے جلد بازی سے کام لیا اور میری واپسی سے پہلے اس نے برتن ہٹا دیا اور اس بچھو نے اس کو ڈس لیا۔ صرف اسی بات پر غصہ آیا تھا کہ برتن کیوں ہٹایا ہے؟ ورنہ کبھی کوئی غصہ وغیرہ کا موقعہ ہی نہیں آیا۔ قاضی شریح کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا وہ اپنی بیوی کو بہت مارتا تھا تو اس کو دیکھ کر میں نے یہ شعر کہا:

رأيت رجالا يضربون نساء هم

فشلت يميني يوم اضرب زينب

یعنی میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی عورتوں کو مارتے ہیں میرا ہاتھ شل ہو جائے جس دن میں اپنی بیوی زینب کو ماروں۔ (ماخوذ من مجلة الذكرىٰ ص ۲۴)

آپ نے قاضی شریح کا واقعہ سنا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کی کس قدر تعریف کی ہے صرف اہلیہ کی تعریف ہی نہیں کی بلکہ اس ایک خاتون کی اچھی تربیت اور دینداری اور فرمانبرداری کی وجہ سے اس کے قبیلے کی تمام عورتوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ صحیح معنی میں بنوتمیم کی عورتیں ہی عورتیں کہلانے کی مستحق ہیں۔ قاضی شریح کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ یہ وہ ہیں جو اپنے وقت کے سب سے بڑے جج اور قاضی تھے تقریباً چالیس برس تک عہدۂ قضا پر فائز رہے اور ان کے فیصلوں اور ذہانت کے عجیب وغریب واقعات بھی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں یہ حضرت عمرؓ کے دور سے لے کر حضرت معاویہؓ کے دور تک قاضی رہے۔ مذکورہ بالا واقعے میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں جن کی طرف خواتین کو توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ (۱) ایک یہ کہ شوہر کے مزاج کی رعایت کرنا، شوہر کے پسند اور ناپسند کاموں کا خیال رکھنا اور اس کے مطابق برتاؤ کرنا جیسا کہ قاضی شریح کی اہلیہ نے پہلی ہی ملاقات میں شوہر سے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں کونسی ہیں تاکہ آئندہ اسی کے مطابق عمل ہو اور شوہر کو کبھی کسی بات سے تکلیف نہ ہو۔

(۲) دوسری یہ کہ لڑکی کی والدہ کا اپنی بیٹی کے گھر جا جا کر اس کو نصیحتیں کرنا اور اس کی تربیت کا خیال رکھنا مزید یہ کہ شوہر سے یہ کہنا کہ اگر کوئی نافرمانی کرے تو کوڑے سے اس کا فیصلہ کرنا، یہ دو باتیں خواتین کیلئے بہت ہی اہم ہیں انہی دونوں باتوں کی وجہ سے تو قاضی شریح نے فرمایا کہ ہماری زندگی کا ہر آنے والا دن پہلے سے بہتر ہوتا تھا، انہی دو باتوں کا نتیجہ تھا کہ قاضی شریح کو پوری زندگی بیوی پر غصہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی، اور یہی دو باتیں تھی جنہوں نے قاضی شریح کو یہ شعر کہنے پر مجبور کر دیا۔

رأیت رجالا یضربون نساء ھم

فشلت یمینی یوم اضرب زینب

یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر آج بھی کوئی خاتون ان کو اپنا لے تو اس کا شوہر بھی اس کی ایسی ہی تعریفیں کرنے لگے اور گھر گویا جنت کا نمونہ بن جائے۔

زمین پر فتنہ ہوگا

ان دو باتوں کے علاوہ ایک دو باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق خاص خواتین سے تو نہیں ہے مگر اس واقعہ سے معلوم ہو رہی ہیں اس لئے ان کی بھی کچھ وضاحت عرض کی جاتی ہے چنانچہ اس واقعہ کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ اچھا اور دیندار رشتہ ہو تو اس کے لئے اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے مدد حاصل کرنا بھی درست ہے جیسا کہ قاضی شریح نے مذکورہ رشتہ کیلئے اپنے ساتھی حضرت مسروق اور ابو بردۃ کی مدد حاصل کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کے پاس اس کی بیٹی کا رشتہ لینے کیلئے کوئی نیک، دیندار، قابل اعتماد شخص آئے تو بلا وجہ انکار نہیں کرنا چاہئے رشتہ کرنا ہی بہتر ہے خواہ وہ مانگنے والا اپنی قوم کا نہ بھی ہو جیسے قاضی شریح نے جب لڑکی کے چچا سے رشتہ مانگا تو انہوں نے اس لئے رشتہ کر دیا کہ یہ نیک، دیندار، اہل علم واہل تقویٰ میں سے تھے اور اس مضمون کو ایک حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس رشتہ لینے کوئی ایسا شخص آئے جسکے اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ بعض لوگ خاندان میں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیوں کو گھروں میں بٹھانا برداشت کر لیتے ہیں مگر غیر قوم میں رشتہ کرنا گوارا نہیں کرتے ان کو مذکورہ حدیث پر غور کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اولاد گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے اگر والدین بلا وجہ اولاد کا رشتہ نہ کریں اور اولاد گناہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ خود تو گنہگار ہوگی ہی مگر از روئے حدیث والدین کو بھی گناہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والا بنائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 20)

چند مثالی خواتین

کسی بھی انسان کے اچھا یا برا بننے میں سب سے زیادہ دخل صحبت کا ہوتا ہے جس کو خوش قسمتی یا کوشش سے نیک صحبت میسر ہو گئی تو وہ نیک بن جاتا ہے اور جو بری صحبت میں پھنس جائے وہ برا بن جاتا ہے۔ اس لئے مرد ہو یا عورت سب کیلئے نیک صحبت اختیار کرنا

ضروری ہے نیک صحبت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بذات خود نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر دینی نفع حاصل کیا جائے لیکن جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو تو وہ کسی عالم دین کی رہنمائی اور مشورے سے نیک لوگوں کی کتابیں اوران کے حالات وواقعات پڑھ کر فائدہ حاصل کریں چنانچہ اسی غرض سے ذیل میں چند نیک خواتین کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں تا کہ آج کی مسلمان خواتین ان سے سبق حاصل کریں۔

ایک شخص گزرے ہیں جن کا نام رباح قیسی تھا ان کی اہلیہ اتنی عبادت گزار تھیں کہ ساری رات عبادت کرتیں جب ایک پہر رات گزر جاتی تو شوہر سے کہتیں کہ اٹھو (عبادت کرو) اگر وہ نہ اٹھتے تو پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کو اٹھاتی پھر آخر شب میں کہتیں اے رباح اٹھو رات گزر رہی ہے اور تم سو رہے ہو۔ کبھی کبھی زمین سے تنکا اٹھا کر کہتیں کہ خدا کی قسم دنیا میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے اور ان کے حالات میں لکھا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر زینت کے کپڑے پہن لیتیں اور خاوند سے اشارۃً پوچھتیں کہ تم کو کچھ خواہش ہے اگر وہ انکار کر دیتے تو وہ کپڑے اتار کر رکھ دیتیں اور دوسرے کپڑے پہن کر صبح تک نوافل میں مشغول رہتیں۔

دیکھئے ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیسا شغف تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کا بھی حق ادا کرتیں اور ان کو بھی عبادت کی طرف رغبت دلاتی تھیں۔

نیشاپور میں ایک اللہ کی نیک بندی گزری ہے جن کا نام فاطمہ نیشاپوری تھا ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہر وقت دھیان نہیں رکھتا وہ گناہ کے ہر میدان میں جا گرتا ہے جو منہ میں آیا کہہ ڈالتا ہے اور جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھتا ہے وہ فضول باتوں سے گونگا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے شرم وحیاء کرنے لگتا ہے۔

دیکھئے انہوں نے گناہوں سے بچنے کی کتنی اچھی تدبیر بتلائی یعنی اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا انہوں نے خود بھی اپنی بات پر عمل کیا تو اللہ نے ان کو اتنا بڑا رتبہ دیا کہ مشہور ولی اللہ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ اس نیک خاتون سے مجھ کو بھی دینی فیض حاصل ہوا ہے اور ایک اور بزرگ حضرت ابو یزید کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کے برابر کوئی نیک عورت نہیں دیکھی اور ان کو کشف بھی ہوتا تھا چنانچہ ابو یزید کہتے ہیں کہ ان کو جس جگہ کی جو خبر دی

جاتی وہ ان کو پہلے ہی معلوم ہو جاتی تھی عمرہ کے رستے میں مکہ معظمہ میں ۲۲۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے نیکی اور عبادت کی برکت سے اللہ نے ان کو کتنا بڑا رتبہ عطاء فرمایا کہ ایک تو انکو صاحب کشف بنادیا اور دوسرا یہ کہ بڑے بڑے بزرگوں کو ان سے دینی نفع پہنچا۔

نیک خواتین میں سے ایک حضرت رابعہ یا رابعہ مشامیہ بنت اسماعیل بھی ہیں ان کی عبادت کے حالات بھی قابل رشک ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ یہ ساری رات عبادت کرتیں اور ہمیشہ روزہ رکھتیں تھیں اور فرماتی تھیں کہ جب اذان سنتی ہوں تو قیامت کے دن کا پکارنے والا فرشتہ یاد آ جاتا ہے اور جب گرمی کو دیکھتی ہوں تو قیامت کی گرمی یاد آ جاتی ہے۔ اور فرماتی تھیں کہ جب کوئی عبادت میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کی اس کو خبر کر دیتے ہیں پھر وہ دوسروں کے عیبوں کو نہیں دیکھتا۔ اور فرماتی تھیں کہ میں جنات کو آتے جاتے دیکھتی ہوں اور مجھ کو حوریں بھی نظر آتی ہیں۔ دیکھئے ماشاء اللہ کس قدر عبادت کا شوق تھا اور جو کوئی ہر وقت دوسروں کے عیبوں کے پیچھے پڑا رہے اس کا کتنا اچھا علاج بتایا کہ اپنے عیبوں کو دیکھے۔ خواہ مخواہ کسی کے عیبوں کی کھود کرید کرنا تو برا ہے ہاں اگر کوئی بغرض اصلاح کسی شرعی عذر سے حالات کی تفتیش کرے تو یہ درست ہے جیسے استاد شاگرد کے حالات پر نظر رکھے والدین اولاد کے حالات کی خبر گیری کریں یا شیخ مریدین کے حالات کی تفتیش کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

خدارسیدہ خاتون کی دعاء

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیت المقدس کے صحراء میں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں پڑی کوئی کہتا ہے اے بے حدو بے انتہا نعمتوں والے اور اے سخاوت اور بقاء والے میری قلبی نگاہ کو میدان جبروت میں جولانی دے کر نفع مند کر۔ اور میری ہمت کو اپنے لطف کے متصل فرما اور اے رؤف اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہ سے پناہ دے۔ تنگی وفراخی کی دونوں حالتوں میں مجھ کو اپنا طالب اور خادم رکھ۔ اور اے میرے دل کے روشن کرنے والے اور میرے مطلوب حقیقی میرے قصد میں تو ہی میرے ساتھ رہ۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سن کر اس آواز کے پیچھے ہو لیا۔ شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت کی آواز تھی جو ریاضت ومجاہدات کی آگ سے جل کر مثل سوختہ آتش ہوگئی تھی اور بدن پر اس کے ایک اون کا کرتہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا مشقت نے اسے بالکل لاغر بنا کر رکھا دیا تھا اور عشق الٰہی کی آگ نے پگھلا دیا تھا میں نے قریب جا کر کہا السلام علیکم۔ اس نے کہا وعلیکم السلام اے ذوالنون! میں نے تعجب سے کہا **لا اله الا الله** تو نے میرا نام کیسے جانا؟ کہا ذوالنون میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے ہٹا دیئے ہیں اور قلب سے اندھا پن کھو دیا اس لئے مجھے تیرا نام معلوم ہوگیا۔

ذوالنون کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تو اپنی مناجات پھر کر۔ یہ سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا اے نور اور رونق والے۔ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شی کے شرکو میں ادراک کرتی ہوں اسے مجھ سے علیحدہ کردے کیونکہ میں اس زندگی سے بہت متوحش ہوں۔

یہ کہہ کر ذرا سی دیر کے بعد وہ مردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران ومتفکر کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرے کو دیکھ کر بولی **الحمدلله الذی اکرمها** (تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے اس کو معزز بنایا)۔

میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ اور تم کون ہو؟ اور یہ کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے زہراء والہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے بیس برس سے اس کی یہی حالت ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہوگئی ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ شوق الٰہی نے اس حال کو پہنچایا تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے

قالوا جننت بمن تهوىٰ فقلت لهم ما لذة العيش الا للمجانين

ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق سے دیوانہ ہوگیا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ زندگی کی لذت بھی دیوانوں کو نصیب ہے۔ پھر میں کیونکر ایسا دیوانہ نہ بنوں؟

سبحان اللہ، اللہ نے اس نیک بندی کو کس قدر اپنی محبت وقرب سے نوازا تھا یا اسکی مناجات سے بالکل واضح ہے اور درحقیقت حاصل کرنیکی چیز بھی اللہ کی محبت ہی ہے۔ جو شوق، خلوص اور عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنی محبت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 21)

شوہر کے حقوق

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حسین دوشیزہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جوان ہوں لوگ مجھ سے شادی کے پیغامات بھیجتے ہیں لیکن مجھے شادی پسند نہیں ہے اب آپؐ یہ بتا دیجئے میں شادی کروں یا نہ کروں؟ فرمایا ضرور کرو اسی میں تمہاری خیر ہے، اس کے بعد اس دوشیزہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ عورت پر شوہر کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ شوہر کے حقوق تو بہت ہیں اس کا اندازہ تم اس طرح کرلو کہ اگر شوہر کا جسم سرتا بقدم پیپ سے لتھڑا ہوا ہو اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے جب بھی اس کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے۔ (احیاء العلوم) اس حدیث سے شوہر کے حقوق کی بہت زیادہ اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

شوہر کی اطاعت کا انعام

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سفر پر جاتے ہوئے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ گیا کہ میری واپسی تک مکان کے بالائی حصے سے نیچے مت آنا اور اس عورت کے والدین نیچے کے مکان میں رہتے تھے، شوہر کی واپسی سے قبل عورت کا والد بیمار ہو گیا تو اس عورت نے کسی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرایا کہ میں والد کی تیمارداری کیلئے نیچے اتروں یا شوہر کے حکم کو پورا کروں؟ آپؐ نے اس کو شوہر کے حکم کی تعمیل کا فرمایا چنانچہ عورت کا والد اسی مرض میں انتقال کر گیا مگر وہ عورت شوہر کے حکم پر کاربند رہی نیچے نہیں اتری مگر اس کو طبعی طور پر بہت دکھ اور صدمہ ہوا ادھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ذریعے اس عورت کو یہ خوشخبری سنائی کہ شوہر کی اطاعت پر یہ اجر ملا ہے کہ تیرے والد کی مغفرت ہوگئی ہے۔ (طبرانی اوسط، احیاء العلوم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو شوہر کے حکم کی تعمیل سے اگر بہت زیادہ تکلیف اور صدمہ بھی ہو تو جب بھی وہ تعمیل کرنے کی پوری کوشش کرے کہ اسمیں اس کو اجر بھی بہت بڑا ملے گا جیسا کہ مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہے (یعنی والد کی مغفرت)۔

سب سے افضل عورت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں میں سے سب سے افضل ترین عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور سوائے گناہ کے کاموں کے اس کی تمام خواہشات میں اس کی فرمانبرداری کرے ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے جو صبر کے ساتھ خدا کی راہ میں شہید ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس اجر کی توقع رکھتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

اس حدیث میں شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل ترین عورت قرار دیا جو یقیناً بہت بڑا طمغہ اور طرۂ امتیاز ہے اور خوش بختی کی علامت ہے۔

جنتی عورت

ایک بدشکل شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی بیوی نہایت حسین تھی آپؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ تیری بیوی تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہت قدر کرتی ہے اور میری بلا اجازت گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ اپنے حسن و جمال کا لحاظ نہیں میری خدمت کا خیال کرتی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ جا اور اس سے کہہ دے کہ وہ جنتی عورتوں میں سے ہے کیونکہ باوجود حسن و جمال کے اپنے شوہر کی تابعداری کرتی ہے اس کی بدصورتی پر نہیں جاتی۔ (تحفۃ النساء صفحہ ۱۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت کرنے سے عورت کو جنت حاصل ہوتی ہے بالخصوص وہ عورت جو کہ حسن و جمال میں شوہر سے بڑھ کر ہے مگر وہ حسن و جمال پر فخر کی بجائے شوہر کی خدمت پر فخر کرتی ہو۔ جیسا کہ ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

حضرت اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں گیا مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک حسین عورت ایک انتہائی بدشکل کی شریک زندگی ہے۔ میں نے اس عورت کے سامنے اپنی اس حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ کیا تم اس جیسے شخص کی بیوی بننے پر خوش ہو؟ تو اس نیک عورت نے ڈانٹ کر مجھے خاموش کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ شاید اس شخص نے کوئی نیک کام کیا ہے جس کا صلہ اس کو اللہ نے مجھ جیسی حسین بیوی کی شکل میں دیا ہے لہٰذا ہماری رفاقت

میں اللہ کی مرضی شامل ہے اس لئے میں اللہ کی مرضی پر راضی ہوں۔ (تحفۃ النساء ص ۱۳۰)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ نے بھی تراشے میں نقل فرمایا کہ ایک شخص نہایت بدشکل اور اس کی بیوی نہایت خوبصورت تھی ایک دن شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو بھی جنتی اور میں بھی جنتی ہوں۔ بیوی نے حیران ہوکر پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری جیسی حسین وجمیل بیوی عطاء فرمائی ہے میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور تجھے میرے جیسا بدشکل شوہر ملا ہے تو اس پر صبر کرتی ہے اور صبر کرنے اور شکر کرنے پر جنت کا وعدہ ہے اس لئے ہم دونوں جنتی ہیں۔ واقعی بڑی عجیب بات ہے اور خواتین کیلئے سبق آموز بھی اور باعث تسلی بھی ہے اس لئے کہ جن خواتین کے شوہران کے ہم مزاج ہیں اور سیرت وصورت کے اعتبار سے بہت اچھے ہیں ان کو اس نعمت پر سجدہ شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی کا شوہر اس کے ہم مزاج نہیں یا سیرت وصورت کے اعتبار سے اچھا نہیں جس کی وجہ سے بیوی کو پریشانی ہوتی ہے تو جب بھی اس کو چاہیے کہ صبر سے کام لے اور شوہر کی ناقدری نہ کرے ان شاء اللہ اس کے صبر پر اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ اجر سے نوازیں گے۔

شوہر سے بدسلوکی نہ کریں

مذکورہ بالا روایات سے شوہر کے حقوق کی اہمیت بالکل واضح ہے اس لئے شوہر کی بے ادبی کرنا، اس سے بدسلوکی کرنا، اس سے بدکلامی کرنا، اس کی غیبت کرنا، اس کے عیب دوسروں کے آگے ظاہر کرنا اور بداخلاقی سے پیش آنا، اس کو حقیر جاننا ناجائز اور حرام ہے چنانچہ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خاوند کے عیب کو بیان کرے وہ اپنے اوپر دوزخ کو تیز کرے۔ (تحفۃ النساء ص ۱۳۲)

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے محتاج شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے، بداخلاقی اور بدکلامی سے پیش آتی ہے تو اس کو جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی اور ہمیشہ خدا کی پھٹکار اس پر پڑتی رہے گی۔ (الا یہ کہ وہ توبہ کرلے) پس مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت اور فرماں برداری جنت کا ذریعہ ہے اس کی نافرمانی جہنم کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت والے اعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 22)

بہترین عورت

قال الله تعالیٰ فالصلحت قانتات حفظت للغیب بما حفظ الله.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو عورتیں نیک ہوتی ہیں وہ (شوہر کی) اطاعت گزار ہوتی ہیں اور مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی (ان کے حقوق کی) نگہداشت کرتی ہیں۔

قرآن کریم کے ان چند الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے نیک سیرت اور پاکیزہ عادت اور بلند کردار عورتوں کی کچھ خاص علامات اور صفات کا ذکر کیا ہے کہ نیک سیرت اور بہترین وہ عورتیں جو شوہر کی حاکمیت اور فضیلت کو بسر وچشم تسلیم کر کے ان کی اطاعت شعار ہوتی ہیں اور دل جوئی سے ان کی فرماں برداری کرتی ہیں۔ اور مرد کی عدم موجودگی میں بھی بحفاظت الٰہی اپنے نفس وآبروان کے اموال کی نگہداشت کرتی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ شریعت کی نظر میں نیک و دیندار اور عمدہ سیرت و بلند کردار وہ عورت ہے۔ جو اپنے گھر کی تعمیر اور اپنے مال کی حفاظت اور نفس واولاد کی اصلاح میں مصروف رہے، نماز، روزے کی پابندی کرے اور شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کا کوئی دوست یا جاننے والا آئے تو شرم وحیا اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے کوئی کلام نہ کرے اور اگر زیادہ ضروری بات ہو تو آواز بدل کر گفتگو کرے یعنی اپنا طرز کلام جاذبانہ اور مٹھاس والا نہ رکھے۔ شوہر کی حلال آمدنی پر اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو قناعت کرے اور شوہر کی حرام کمائی سے ہر ممکن اجتناب کرے۔ پہلے زمانے کی نیک عورتیں ان باتوں کا بہت زیادہ دھیان رکھتی تھیں چنانچہ جب کوئی شخص کمانے کیلئے گھر سے جاتا تو اس کی بیوی اسکو یہ نصیحت کرتی کہ دیکھنا ذرا حرام کمائی سے بچنا اور یہ یقین دلاتی تھیں کہ ہم بھوک پر صبر کرلیں گے تنگ دستی سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے لیکن دوزخ کی آگ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔ ایک خدا پرست انسان نے کہیں جانے کے لئے سامان سفر باندھا تو صرف اہلیہ کے علاوہ تمام لوگوں نے اس کے سفر کی مخالفت کی۔ بیوی کے رویئے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں نے اس سے کہا کہ تم اس کے سفر پر کیسے رضا مند ہوگئی ہو؟ وہ تمہارے اخراجات کیلئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جا رہا اس پر اہلیہ نے جو سبق آموز جواب دیا وہ یہ کہ ''میرا

شوہر کمانے والا ہے نہ کہ رزاق، میرا رب رزاق ہے کمانے والا جا رہا ہے کھلانے والے رزاق پہلے بھی موجود تھا اور آج بھی موجود ہے۔ (احیاء ص ۷۴ا ج ۲ بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۲۰)

بیوی کے ذہن میں یہ بات بھی رہنی لازمی ہے کہ شوہر کا حق خود اسکے شخصی حقوق اور اس کے تمام اعزاء واقرباء کے حقوق پر مقدم ہے جس کی بہترین تعبیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب اسکی طرف اس کا شوہر دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر اس کو حکم کرے تو وہ شوہر کی اطاعت کرے اور جب شوہر اس سے غائب ہو (یعنی گھر میں نہ ہو) تو اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرے اپنے نفس میں بھی اور شوہر کے مال میں بھی۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۲۰)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ شکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے (یعنی ایسی خاتون سے نکاح کرے) جو مومنہ ہو اور آخرت پر اسکی مدد کرنے والی ہو۔ (ترمذی بحوالہ ایضاً)

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر اور ذکر جیسی عظیم عبادتوں کے ساتھ ہی نیک اور صاحب ایمان بیوی کا تذکرہ کیا ہے پس اس حدیث کا مصداق وہ عورت ہو سکتی ہے جو مومنہ ہو نیک سیرت اور حسن اخلاق والی ہو اور گھر کا نظم باقی رکھنے میں ماہر ہو اور دین کے معاملہ میں شوہر کی معاونت کرنے والی اور مددگار ہو یعنی اس نے اپنے شوہر کی خدمت اور اسکے کاموں کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈال کر شوہر کے قیمتی اوقات کو علم وعمل کی ترقی کیلئے اور دین کی تبلیغ واشاعت کیلئے اور عبادت الٰہی کے لئے فارغ کر دیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو دنیا میں کسی کو مل گئیں تو سمجھ لو اس کو دین ودنیا کی تمام بھلائی مل گئی ہے۔ (۱) شکر گزار دل (۲) ذکر کرنیوالی زبان (۳) صبر کرنے والا بدن (۴) نیک بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کوئی گناہ نہ کرے۔ (طبرانی بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۲۲)

مذکورہ بالا احادیث میں خوب واضح ہو جاتا ہے کہ نیک اور بہترین عورت دنیا میں کون ہو سکتی ہے؟ اور اسکے کیا اوصاف ہیں پس جو عورت چاہے کہ وہ مذکورہ بالا چند روایات میں بیان کردہ صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل دین پر عمل کرنے والا بنا دے، آمین! (شمارہ نمبر 25)

مثالی بیوی

مثالی بیوی! وہ بہتر خاتون ہوتی ہے جو مرد کو نیکی پر ابھارے، ذہین ہو اور اس کی توجہ اپنی طرف منعکس کرے، خوبصورت ہو اور اسے اپنا قیدی بنا لے، محبت وشفقت والی ہو، اپنا حق شوہر پر باقی رکھے۔ کہتے ہیں! شیطان عورت سے کہتا ہے تو میری نصف فوج ہے، تو میرا وہ تیر ہے، جسے میں جب چلاتا ہوں کبھی خطا نہیں ہوتا! اس لئے جب کسی کی اپنی ہی بیوی اسے راحت نہیں پہنچائے گی تو شیطان اسے حرام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے گا۔
اسی طرح کہتے ہیں عورت جتنے قدم زمین پر رکھتی ہے ہر قدم کے پیچھے جہاں زندگی پوشیدہ ہوتی ہے وہاں اپنے پیچھے سامان ہلاکت بھی لئے ہوئے ہے وہی سعادت کا سبب بھی بنتی ہے، وہی ہلاکت کا سبب بھی بنتی ہے، وہی ہر سر بلندی کیلئے آگے بڑھاتی ہے کبھی دونوں ہاتھوں سمیت منہ کے بل پستی میں بھی گراتی ہے۔ یہی عورت سادہ اور بالکل بے غبار بھی ہے اور اسی نازک بدن کے اندر قدرت نے فضیلت، پاکیزگی اور خوبصورتی کے اثرات بھی رکھے ہیں۔ اور اسی چھوٹے سے سر کے اندر انقلاب اور آگ بھی بھری ہوئی ہوتی ہے، جب چاہے خاندانوں کے خاندانوں کو آگ لگا کر صفحہ ہستی سے مٹانے کا سبب بن جائے۔
بے دین بیوی، شوہر اور آنے والی نسلوں کیلئے وبال جان ہے۔ نیک بیوی کی حیثیت، شمع خانہ اور گھر کی بے تاج ملکہ کی سی ہے، شادی شدہ ہونے کی صورت میں شوہر کی طرف سے اس کو یہ حیثیت حاصل ہے۔ کافروں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی عادات واطوار، پوشاک، زیب وزینت، وغیرہ اپنانے سے بچتی ہے، یہاں تک کہ کافروں کے ملکوں سے حاصل کردہ خوشبوؤں سے ان کے بنائے ہوئے سامان سے بھی بچتی ہے۔ زمانہ کی لہروں اور یورپین فیشن سے متاثر نہیں ہوتی۔ لباس گھریلو اسباب کا حصول ہو یا عادات و

اطوار اختیار کرنے والا مرحلہ، کہیں بھی آنکھ بند کر کے دوسروں کے پیچھے نہیں چلتی۔ اس لئے کہ گھر کی زندگی میں برکتیں میاں بیوی کی آپس کی محبت، نرمی اور مفاہمت کے ساتھ زندگی گزارنے میں ہے۔ ازدواجی زندگی اس کا نام نہیں کہ کپڑے، گھر کا ڈھیروں سامان، امریکن کچن۔ اچھے پردے، مہمانوں اور پڑوسیوں کو دکھا کر ان پر فخر کیا جائے۔

مثالی بیوی! وہی ہوتی ہے جو شوہر کو نیکیوں اور بھلائیوں پر آمادہ کرتی ہے اس لئے ایک خاتون کا قول ہے، وہ مردوں کو خطاب کر کے کہتی ہے تم میں بہادر جانباز وہی ہے جسے ہم گناہوں کی طرف پھسلا نہ سکیں۔ اس لئے کہ دھرتی پر سب سے پہلے بہنے والا خون آدم کے اس ایک بیٹے کا ہے جس کا خون محض عورتوں سے متعلق تکرار اور رسہ کشی کے نتیجہ میں بہا۔

مثالی بیوی! کے اندر شوہر کے ساتھ پورے پورے تعاون کا جذبہ ہونا چاہئے، بلکہ یہ تو دونوں کیلئے ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکیں، اور مانگنے سے پہلے دینے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ ایثار اور قربانی کی عادت ڈالیں۔

مثالی بیوی! شوہر کیلئے جینے کا فیصلہ کرلے، اگر بیوی نے یہ فیصلہ کرلیا کہ آج نہ میں نے اپنے لئے جیوں گی نہ اپنے لئے مروں گی۔ اب سب کچھ شوہر کی رضا کیلئے اور اس کی پسند کے موافق کروں گی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا شمار دنیا کی صالحات عورتوں میں سے ہوگا اور تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا شوہر بھی پھر اسی کیلئے اسی کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کردے گا مگر اس کے لئے بیوی کو ابتدائی مدت میں قربانی دینی ہوگی۔

مثالی بیوی! کبھی بھی نفس کی خواہشات کے پیچھے چلنا پسند نہیں کرتی، نہ اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہوتی ہے نہ اپنے گھر کی عزت کو بٹہ لگاتی ہے، نہ ہی اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت اور انہیں آداب زندگی سکھانے میں غفلت برتتی ہے اور نہ ہی شوہروں کے حقوق میں کبھی کوتاہی کرتی ہے، اس دیندار نیک بیوی کی ایک یہی صفت کافی ہے کہ دل کی تشفی کی یہ مؤثر تدبیر ہے یہ مثالی بیوی! شوہر کو ہمیشہ یہ وصیت کرتی رہتی ہے۔

" ایاک و کسب الحرام، فأنا نصبر علی الجوع، ولا نصبر علی النار".

ترجمہ: خوب بچنا حرام کمائی سے، ایسا پیسہ جس میں کسی کا حق مارا گیا ہو، کسی کو دھوکہ دیا

گیا ہو، یا ملازمت کے اوقات میں ڈنڈی مارلی، یا نمازوں کو قضا کر کے کمایا گیا ہو، اذان ہونے کے باوجود دکان بند نہ کی، ایسا مال ہمیں نہیں چاہئے ہم بھوک برداشت کرلیں گے مگر ہم جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تکلیف سے ہماری حفاظت فرمائیں۔آمین! (ماخوذ تحفہ دلہن بتغیر) (شمارہ نمبر28)

مثالی بیوی

بعض اوقات شوہر کسی وجہ سے بیوی کو ڈانٹ دیتا ہے یا ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کچھ سخت سست بھی کہہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں بعض خواتین مقابلہ پر اتر آتی ہیں اور جوابی کارروائی کرتی ہیں یا پھر ناراض ہوکر والدین کے گھر چلی جاتی ہیں اور دونوں خاندانوں میں اختلافات جنم لیتے ہیں جن کے بھیانک نتائج ہمارے سامنے موجود ہیں اور اس وقت زیادہ افسوس ہوتا ہے جب قصوروار بھی عورت ہو، اور بعض ناعاقبت اندیش خواتین تو طلاق کا بھی مطالبہ کردیتی ہیں اور جس میں کچھ زیادہ ہمت ہوتو وہ عدالت تک پہنچ کر عدالت سے طلاق حاصل کرلیتی ہے (علماء کا فیصلہ ہے کہ بعض صورتوں میں عدالت سے لی گئی طلاق معتبر نہیں ہوتی) حالانکہ یہ سب کچھ اس عورت کے شایان شان نہیں ہے جو گھر کی ملکہ اور اپنے شوہر کی مثالی بیوی بننا پسند کرتی ہو، اس لئے کہ ہر شوہر کے اپنی بیوی پر کچھ احسانات ضرور ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی درجہ میں وہ اپنی بیوی کے ناز بھی اٹھاتا ہے تو مثالی بیوی کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی تکالیف پر نہیں بلکہ اس کے احسانات پر نظر رکھتی ہے اور خلاف طبیعت بات پر منہ بنانے کے بجائے خندہ پیشانی سے اس کو ٹال دیتی ہے جیسے حضرت لقمان علیہ السلام نے جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں ایک باغ میں نوکری کرلی، مالک باغ ایک روز باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں، ان کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا تو وہ بالتکلف کھاتے رہے اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ بڑی لذیذ ہے ایک قاش اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا اے لقمان تم تو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ کڑوی زہر ہے کہا جی ہاں! کڑوی تو ہے کہا پھر تم نے

کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے کہا میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہو اگر اس ہاتھ سے ایک دفعہ ساری عمر میں کڑوی چیز ملی ہو تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مذکورہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ ایسا اصول ہے کہ اس کو اگر میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی پیش نہ آئے بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے میرے ناز اٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کوئی بات نہیں ہے اور خاوند خیال کرے کہ بیوی نے ہزاروں قسم کی میری خدمت کی ہے اگر کبھی کوئی خلاف طبیعت بات کہہ دی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طریقے سے دین پر عمل کرنے والا بنادے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 24)

ماں......اور......سوتیلی ماں

تین حرفوں (م۔ا۔ں) سے مرکب اس چھوٹے سے لفظ ماں میں محبتوں، شفقتوں کے کتنے سمندر موجزن ہیں کوئی انسان اس کا نہ تو اندازہ لگا سکتا ہے اور نہ اس کی گہرائی جان سکتا ہے کئی ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں رکھنا اور پھر بچے کی پیدائش کے کٹھن مراحل سے گزرنا یہ بھی ماں کا کمال ہے۔ ابتدائی پرورش کے زمانے میں بچے کی راحت کیلئے خود گرمی، سردی کی راتیں بیدار رہ کر گزارنا، بچے کو سردی نہ لگے اور خود سخت سردی برداشت کرنا بھی ماں کی محبت فطری کا نتیجہ ہے صرف یہی نہیں بلکہ پوری زندگی بچوں کی راحت کو اپنی راحت پر، بچوں کی خوشی کو بھی خوشی پر مقدم رکھنا بھی ماں ہی کی خصوصیت ہے، اگر کبھی وقت مقررہ پر بچہ آنکھوں کے سامنے آ موجود نہیں ہوتا تو ماں کی بے چینی و بے قراری اس مچھلی سے کم نہیں ہوتی جس کو میٹھے پانی کے دریا سے نکال کر تپتی زمین پر پھینک دیا گیا ہو اگر خدانخواستہ کسی ماں کا بیٹا رات کو دیر سے گھر آنے کا عادی ہو تو ذرا اس ماں سے تو پوچھیں کہ بیٹے کی کس شدت سے منتظر رہتی ہے اور نگاہیں دروازے پر لگی رہتی ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خلوص و محبت میں ڈوبی نہ جانے کتنی دعائیں نکلتی رہتی ہیں: یا اللہ! میرا بیٹا خیریت سے ہو، یا اللہ! میرے بیٹے کی حفاظت کرنا، اس کو جلدی گھر لوٹا دیجئے، سارا دن گھر کا کام کاج کرنے

کی تھکاوٹ اور نیند کی شدید ضرورت کے باوجود یہ ممکن نہیں کہ بیٹے کو دیکھے بغیر آنکھیں بند ہو جائیں، بلاشبہ اتنی بے چینی و بیقراری ماں کی خصوصیت ہے اور جس ماں میں اتنی محبت نہیں اس کو ماں کہلانے کا بھی حق نہیں ہے'' ماں کی ڈانٹ اولاد کیلئے اتنی پیاری ہے کہ دوسروں کا پیار بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یقیناً ماں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اس کی قدر وہی جانتے ہیں جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے ذرا اس کا دوسرا رخ بھی دیکھئے کہ وہ کتنا خوفناک ہے اس محبت کی پتلی ماں کے ساتھ جب ''سوتیلی'' کا لفظ لگتا ہے تو پھر تصویر کا رخ بدل جاتا ہے ساری دعائیں بددعاؤں سے، ساری محبتیں نفرتوں سے تبدیل ہو جاتی ہیں وہی ماں جس کو اپنا بیٹا دنیا کا سب سے پیارا بچہ لگتا تھا سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلا بیٹا سب سے زیادہ نالائق بچہ لگتا ہے حالانکہ دونوں بچے ایک ہی باپ کے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ وہی ماں جو بیٹے کے دیر سے آنے پر بے چین رہتی تھی اور دل کی گہرائیوں سے بیٹے کی واپسی اور خیریت کی دعائیں کرتی تھی سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلے بیٹے کے دیر سے آنے پر بددعائیں کیوں کرتی ہے؟ کہ یا اللہ! ہلاک ہو جائے کسی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے وغیرہ وہ ماں جو اپنی اولاد کو جلد از جلد صبح پراٹھے کھلا کر کر تعلیم گاہ کی طرف روانہ کرتی ہے سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلی اولاد کو کیوں نظر انداز کرتی ہے بجائے اس کو جلد تعلیم کی طرف روانہ کرنے کے اس کو تعلیم سے روکنے کی کوشش کرتی ہے آخر کیوں؟ وہ ماں جو ہر وقت شوہر کے سامنے اپنی اولاد کی تعریفیں کر کے اسکی توجہ اپنی اولاد کی طرف مبذول کرتی رہتی ہے آخر کیا وجہ ہے کہ سوتیلی اولاد کی ہر وقت شکایتیں کر کے اس کو سزا دلوانے کی کوشش کرتی ہے اور شوہر کو ان بچوں سے بددل کرنے کی فکر میں رہتی ہے آخر اس سوتیلی اولاد کا کیا قصور ہے جس کی سزا ان کو زندگی بھر برداشت کرنا پڑتی ہے بعض اوقات تو وہ بچے اپنی سوتیلی ماں کی بلاوجہ دشمنی سے تنگ آ کر گھر سے فرار ہو جاتے ہیں آئے دن ایسے واقعات لڑکوں کے بھی اور لڑکیوں کے بھی اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور یہ سوتیلی ماں کا جھگڑا تقریباً ہر بستی اور ہر شہر کے ہر ہر محلے کے کسی نہ کسی گھر میں تو ضرور رہتا ہے۔

اے سوتیلی ماں! ذرا سوچ تو سہی! کیا تیرے اس رویہ پر خدا تعالیٰ کو غصہ اور ناراضگی نہیں آتی ہوگی؟ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اس رویہ کی جوابدہی کر سکے گی؟ اور ذرا یہ بھی تو سوچ کہ جیسے آج تو سوتیلی اولاد پر زیادتی کر رہی ہے، بددعائیں دے رہی ہے اور ان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر رہی ہے تو اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے آپ کی اولاد بھی کسی اور کی سوتیلی اولاد بن گئی تو پھر کیا ہوگا؟ آپ کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو اور اس کیلئے بددعائیں ہوں اور ان کی سوتیلی ماں بھی آپ کی اولاد کی شکایتیں کر کر کے باپ کو اولاد سے بددل کر دے۔ اور پھر مزید تنگ کر کر کے گھر سے نکلنے پر اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دے تو پھر......؟

اے سوتیلی ماں اگر تو اپنی اولاد کا یہ حشر پسند نہیں کرتی تو پھر تو بھی سوتیلی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ اس کو بھی وہی محبت وشفقت دے جو اپنی اولاد کو دیتی ہے بلکہ سوتیلی اولاد شفقت کی زیادہ مستحق ہے اس لئے کہ ان کی ماں نہیں اور آپ کی اولاد کیلئے تو آپ موجود ہیں اور ایسی سوتیلی مائیں بھی موجود ہیں جو سوتیلی اولاد کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتی ہیں۔ (شمارہ نمبر 30)

مثالی خواتین کی تین صفات

موجودہ دور میں ہر اقسام خواہ وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو، مرد ہو یا عورت، اپنے کردار پر مطمئن ہے وہ اپنے کردار کو مثالی کردار اور اپنے عمل کو مثالی عمل اور اپنے آپ کو مثالی مسلمان تصور کرتا ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان اسی وقت ہی مثالی ہو سکتا ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بھی مثالی ہو صرف اپنے خیال سے یا دو چار افراد کے کہہ دینے سے خود مثالی تصور کرنا بجا نہیں ہے جیسے ایک مرتبہ کسی بادشاہ نے ایک حجام کی تعریف کر دی کہ اس کو بہت عمدہ حجامت بنانی آتی ہے...... جب حجام کی بیوی کو پتہ چلا کہ بادشاہ نے میرے شوہر کی حجامت پر تعریف کی ہے تو اس کو کوئی خوشی نہ ہوئی وہ کہنے لگی کہ بات تو جب تھی کہ جب دو چار حجام مل کر یہ تعریف کرتے، اس لئے کہ بادشاہ اس فن سے واقف نہیں اسے کیا معلوم کہ حجامت کیسی ہوتی ہے فن کی باریکی کو تو صاحب فن ہی سمجھ سکتا ہے جیسے کسی مصور نے تصویر بنائی کہ جیسے پرندہ ٹہنی پر بیٹھا ہے اور پھر دیگر مصوروں کو بلوا کر پوچھا کہ

میرے فن کی غلطی نکالیں تو کوئی بھی اس کی کمزوری اور غلطی نہ پکڑ سکا سب نے ہی اس کے فن کو سراہا لیکن ایک بوڑھا مصور کہنے لگا کہ اس تصویر میں غلطی یہ ہے کہ ٹہنی جھکی ہوئی نہیں کیونکہ جب پرندہ ٹہنی پر بیٹھتا ہے تو وہ کچھ جھک جاتی ہے پس مثالی مسلمان بھی وہی ہوسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں پر پورا اترے اس وقت ہم چندان اوصاف کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جو مثالی خواتین میں ہونا ضروری ہیں چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔''ان الذین یرمون المحصنت الغافلات المؤمنت لعنوا فی الدنیا و الاخرۃ'' یعنی وہ لوگ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں جو تہمت لگاتے ہیں ایسی عورتوں پر جو پاکباز ہیں اور دنیوی بکھیڑوں سے ناواقف ہیں اور ایمان والیاں ہیں اس آیت میں تین صفات کا ذکر آیا ہے۔(۱) عورت کا پاکدامن ہونا یہ صفت اگرچہ مردوں کیلئے بھی ضروری ہے اور عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے لیکن مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت عورتوں کیلئے ذکر کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی مسلمان مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور وہ اس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو عورت کیلئے دنیوی امور میں مہارت اور دخل اندازی کو ضروری سمجھتے ہیں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جو خواتین دنیوی دھندوں میں دخل نہیں دیتیں ان کو برا سمجھتے ہیں اور وہ عورتیں بھی غور کریں جو اپنے لئے سیاست، ملازمت وغیرہ کو ضروری سمجھتی ہیں پس اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا دنیوی امور سے غافل ہونا اچھی بات ہے اور عند اللہ پسندیدہ صفت ہے۔(۳) تیسری صفت ایمان کی ہے، ایمان تو نیکوں کی قبولیت کیلئے بنیادی چیز ہے اگر کسی میں ایمان نہیں تو اس کی کوئی بھی نیکی قابل قبول نہیں اس لئے سب سے پہلے مسلمان کا اپنے عقائد کو درست کرنا ضروری ہے چنانچہ عقائد کی تفصیلات دینی کتابوں میں دیکھ لینی چاہئیں جیسا کہ بہشتی زیور وغیرہ کہ خدانخواستہ اگر عقیدے میں تھوڑی سی بھی گڑ بڑ ہوئی تو نہ نماز کام آئے گی نہ روزہ وحج زکوٰۃ اور دیگر عبادات کام آئیں گی، خلاصہ یہ کہ مثالی خواتین کیلئے مذکورہ تینوں صفات کا اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔(شمارہ نمبر 31)

اصلاح خواتین

خواتین کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم ارشادات:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کیلئے (گھر سے) باہر نکلنے میں کوئی حصہ نہیں مگر بحالت و مجبوری (اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ) عورتوں کیلئے راستوں میں (چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے)(اسوۂ رسول اکرم ص ۲۴۶) مذکورہ حدیث میں عورتوں کیلئے دو باتوں کی تعلیم دی گئی ہے ایک یہ کہ بغیر ضرورت شدیدہ گھر سے نہ نکلیں دوسری یہ کہ اگر نکلنا ناگزیر ہو تو پھر راستے کے کناروں پر چلیں، درمیان سڑک لوگوں کے ساتھ مل کر ہرگز نہ چلیں، آج سے چند سال قبل تک تو یورپ کی عورتیں مردوں کے ساتھ گھل مل کر بھرے بازار میں چلتی تھیں مگر اب تو...... اللہ معاف کرے مسلمان عورتیں بھی ان کی طرح بیباکی سے بھرے بازار میں گھستی چلی جاتی ہیں بلکہ کئی کئی عورتیں گروپ بنا کر بازار جاتی ہیں اور جب سڑک پر چلتی ہیں تو دائیں بائیں قطار باندھ لیتی ہیں جس کی وجہ سے آدھی سے زیادہ سڑک روک کر چلتی ہیں جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو بالخصوص سواری پر چلنے والوں کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات تو ایسی عورتیں مردوں سے ٹکرا بھی جاتی ہیں مگر جب بھی احساس نہیں ہوتا (اور ایسے مردوں کیلئے جو کہ عورتوں سے ٹکرا جائیں حدیث میں بڑے سخت الفاظ وارد ہوئے ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آدمی کا گارے میں اٹے ہوئے اور بدبودار سڑی ہوئی کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سور سے ٹکرا جانا گوارا ہے اس کے مقابلہ میں کہ اس کے شانے کسی ایسی عورت سے ٹکرا جائیں جو اس کیلئے حلال نہ ہو، لیکن اگر عورتیں خود بھی بے احتیاطی کریں گی اور مردوں میں گھل مل کر چلیں گی تو اس صورت میں بھی مردوں کے ساتھ گناہ میں برابر کی شریک ہونگی۔) یہ عورتیں اپنے اس عمل کی بناء پر بھی اور دوسرے لوگوں کی تکلیف پہنچانے کی بناء پر بھی گنہگار ہوتی ہیں

حضرت عمار بن یاسرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہونگے۔(۱) دیوث (۲) مردانی شکل بنانے والی عورتیں (۳)

ہمیشہ شراب پینے والا، صحابہ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا جس کو اس کی پرواہ نہیں کہ اس کے گھر والی کے پاس کون آتا جاتا ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

مذکورہ روایت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو عورت مردوں کی سی شکل وصورت بنائیگی، ان جیسے بال اور ان جیسا لباس اپنائے گی وہ جنت سے محروم رہے گی اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو بتایا گیا کہ وہ مردوں جیسا جوتا پہنتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی وضع قطع بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، پس جن عورتوں کو بیوٹی پارلر جا کر ہیئر کٹنگ کا یا پھر پینٹ شرٹ کا شوق ہے ان کو مذکورہ روایت میں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں جنت سے محرومی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی مستحق ہو رہی ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عورت کا سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے غیر محرم کے سامنے بدن کھولنا درست نہیں (سر کے بال کھولنے پر فرشتوں کی لعنت آتی ہے) اس لئے غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی کھلا نہیں رکھنا چاہئے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

مگر آج کل ننگے سر گھومنے کا عام رواج ہو گیا ہے، بھلا بتلایئے کہ جو عورتیں ننگے سر گھوم کر فرشتوں کی لعنتیں اپنے سر لیتی ہیں ان کو اس ننگے سر گھومنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ کچھ بھی نہیں نہ دنیا کا نہ آخرت کا، بلکہ دنیا میں فرشتوں کی لعنت حاصل ہوئی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی۔

اسی طرح عورت کیلئے اپنی آواز کی حفاظت بھی ضروری ہے کہ غیر محرم کے کان نہ پڑے ضرورت شدیدہ میں بقدر ضرورت غیر محرم سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں الغرض عورت کو چاہئے کہ گھر میں ہو یا باہر پردہ، لباس، وضع قطع اور دیگر امور میں اتباع شریعت کا پورا پورا اہتمام کرے۔ (شمارہ نمبر 34)

بے صبری...... بے فائدہ

بے صبری...... خواہ کسی بھی معاملہ میں ہو بے فائدہ ہے لہٰذا جب بھی کوئی خلاف طبیعت ناگوار بات سامنے آئے یا خوش گوار واقعہ پیش آئے یا پھر حالات ناسازگار ہوں تو

صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے بلکہ تقدیر کے فیصلہ پر دل سے راضی رہنا اور صبر کرنا ہی مسلمان کی شایان شان ہے اور یہی حکم خداوندی ہے کہ اے ایمان والو اور طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور از روئے حدیث ایمان کے دو حصوں میں سے ایک حصہ صبر کا ہے اور دوسرا شکر کا ہے اس لئے ہر لمحہ انسان کو خوشی نصیب ہوتی ہے یا غمی، ہر آنے والا لمحہ یا موافق طبیعت ہوگا یا خلاف طبیعت، پہلی حالت میں شکر واجب ہے اور دوسری میں صبر واجب ہے اس لحاظ سے شکر کے بھی بیشمار مواقع پیش آتے ہیں اور صبر کے بھی، اس وقت اس مختصر تحریر میں اگرچہ روئے سخن صبر کی طرف ہے لیکن اس کے تمام واقعات کا ذکر مقصود نہیں بلکہ ایک خاص موقع پر صبر کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے گھریلو حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی فراوانی ہوتی ہے تو کبھی بے سروسامانی، کبھی کھانے کو عمدہ ولذیذ کھانے میسر ہوتے ہیں تو کبھی دال تک ندارد چنانچہ ایسے الٹ پھیر کے ایام میں خواتین کو بجائے بے صبری کے رضا بالقضاء کا مظاہرہ کرنا چاہئے یعنی اپنے شوہر کے ساتھ اسی طرح خوش رہنا چاہئے کہ جیسے عیش وعشرت کے دور میں خوش رہتی ہیں اور شوہر کو تکلیف دینے، مطالبے کرنے اور اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کی بجائے تسلی دینا بھی اچھی اور مثالی بیوی کی صفت ہے اور ذیل میں اسی قسم کی ایک بزرگ کی بیوی کا واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعات میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہتر تاثیر رکھی ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضرت حبیب عجمی کی بی بی بدخلق تھیں ایک دن شوہر سے کہنے لگیں اگر اللہ تعالیٰ تمہارے پاس کوئی فتوحات (مال وغیرہ) نہیں بھیجتا تو پھر مزدوری کرلو تاکہ گھر میں اخراجات پورے ہوں حضرت اہلیہ کی بات سن کر جنگل میں تشریف لے گئے اور دن پھر عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر شام کر گھر تشریف لے گئے مگر گھر داخل ہوتے ہی اہلیہ نے ایک ہی سوال کیا کہ مزدوری کہاں ہے؟ فرمایا کہ میں جس آقا کا مزدور ہوں وہ بے حد سخی ہے اس سے مزدوری کا سوال کرتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے چنانچہ کئی دن تک یونہی سلسلہ سوال وجواب کا چلتا رہا یہاں تک کہ اہلیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ اپنے شوہر کی بات کو نہ سمجھ سکی بالآخر ایک دن مطالبہ کیا کہ یا تو اپنے آقا سے مزدوری کا مطالبہ کردیا پھر کسی اور کی ملازمت و مزدوری کرو، کہا کہ اچھا آج مزدوری لاؤں گا حسب سابق دن بھر جنگل میں

عبادت میں مصروف رہ کر جب شام کو لوٹے تو انتہائی پریشان ورنجیدہ خاطر تھے کہ بیوی کو کیا جواب دوں گا؟ اسی پریشانی کے عالم میں جب گھر داخل ہوئے تو حیران انگشت بدندان رہ گئے کہ گھر کا نقشہ بدلا ہوا ہے تنور میں روٹیاں پک رہی ہیں اور اہلیہ محترمہ خوش وخرم، ہشاش بشاش شوہر کو دیکھتے ہی کہنے لگی واقعی آپ جس کی مزدوری کرتے ہیں وہ آقا بے انتہا سخی ہے اور اس نے ہم سے اپنی سخاوت کے مطابق معاملہ کیا ہے اور تمہارے متاجر نے کریموں کی سی اجرت روانہ کی ہے اور اس کے قاصد نے پیغام دیا کہ حبیب سے کہو کہ عمل میں زیادہ کوشش کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم نے اجرت میں جو تاخیر کی ہے وہ اس لئے کہ ہمارے پاس کچھ ہے نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ ہم بخیل ہیں، تم اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش رکھو، پھر بیوی نے چند توڑے دیناروں کے بھرے ہوئے دکھائے جنہیں دیکھ کر حضرت بہت روئے اور پھر بیوی کو حقیقت سے آگاہ کیا کہ یہ اجرت اللہ تعالیٰ نے بھجوائی ہے اور بیوی کو آگاہ کیا کہ یہ اس کی بے صبری کا نتیجہ ہے یہ سن کر بیوی نے اپنی بے صبری سے توبہ کی آئندہ شوہر کو ایسی تکلیف نہیں دے گی (قصص الاولیاء) بہرحال بے صبری اللہ کو ناپسند ہے اگر گھر میں کھانے پینے، رہنے سہنے کی تکلیف ہو تو بجائے شوہر کو ستانے یا پریشان کرنے کے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں تو اس سے ان شاء اللہ اطمینان وسکون حاصل ہو جائے گا۔ (شمارہ نمبر 34)

خواتین کیلئے اسلام کا اہم حکم

خواتین کی عزت وعفت کا محافظ

پردہ

پردہ کی اہمیت وفضیلت .... پردہ...حیا وغیرت کا تقاضا

پردہ...آبرو ونسب کا محافظ .... پردہ نہ کرنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

برقعہ کیسا ہو؟ .... بے پردگی کے خطرناک نتائج

خواتین کے اہم مسائل کا فقہی حل .... میک اپ کے نقصانات

پردہ کی اہمیت

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں اگر ان میں سے ایک چیز چلی جائے تو دوسری بھی چلی جاتی ہے۔

(۲) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **ان المراۃ عورۃ مستورۃ** کہ عورت چھپی ہوئی ہے۔

(۳) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **لا تسافرن امراۃ الا و معھا محرم** کہ ہرگز کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور بعض بخاری ومسلم کی روایات میں ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے حلال نہیں کہ ایک دن رات کا سفر (تقریباً ۱۶ میل) اکیلی طے کرے۔

(۴) کسی عورت کو اگر ساری عمر حج پر جانے کیلئے محرم نہ ملا تو اسے حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا، البتہ حج بدل کی وصیت کر دینا اس عورت کے ذمہ واجب ہے بغیر وصیت مرجانے پر گناہ ہوسکتا ہے۔

(۵) ام حمید رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے اندرونی کمرے میں تمہاری نماز بیرونی کمرے میں پڑھنے سے افضل و بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل و بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں پڑھ لینا محلہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے افضل ہے سلیم الطبع سمجھدار آدمی کیلئے کہ وہ یہ سوچے یہ غور کرے کہ اسلام کا سب سے اہم فریضہ نماز ہے، پھر جماعت کے ساتھ پڑھیں تو ستائیس نمازوں کا ثواب، پھر مسجد نبوی میں پڑھیں تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب، پھر سردار دو جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا ایمان کی دولت کے بعد سب سے بڑی دولت ہے، ان سب چیزوں کو ترک کر کے جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لینا اور گھر میں عورت کا نماز پڑھنا سب سے بہتر ہے۔

(۶) پھر بھی شریعت نے عورت کے لئے مسجد میں جانا حرام نہیں قرار دیا بلکہ شرائط کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے۔

شرط نمبر ا:۔ خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلے، اگر خوشبو لگا کر عورت گھر سے باہر نکلے تو ابوداؤد کی حدیث کے مطابق اسے زانیہ کہا گیا ہے، لہذا کوئی عورت (اکیلی) خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے۔

شرط نمبر ۲:۔ میلی کچیلی (بغیر اہتمام کئے) نکلے تا کہ دوسروں کو گناہ کی طرف مائل کرنیوالی شمار نہ ہو۔

شرط نمبر ۳:۔ کوئی عضو کھلا نہ رہے، کیونکہ رنگ دیکھ کر بھی دوسرے کا طبعی میلان ہو جاتا ہے، ہم تو کیا ایک بزرگ لڑکیوں کا امتحان لینے گئے تو ایک لڑکی کی انگلی (جو کہ سفید تھی) پر نظر پڑ گئی تو حیران ہو گئے کہ اتنا حسن اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کئی دن تک ہوش اڑے رہے۔

شرط نمبر ۴:۔ چادریں (برقعہ) اوڑھ کر مکمل پردہ کر کے نکل سکتی ہے، سر سے پاؤں تک چھپانے کا نام پردہ ہے اور یہ قرآن کریم میں وجلا بیبھن سے ثابت ہے۔

شرط نمبر ۵:۔ مذکورہ شرائط مکمل ہونے پر جب باہر نکلے تو پاؤں زور زور سے نہ مارے تا کہ زیور بجنے اور دوسروں کی توجہ سے پرہیز رہے۔

شرط نمبر ۶:۔ ایک طرف ہو کر چلیں درمیاں میں چلنے سے عورتیں ہمیشہ پرہیز رکھیں۔

شرط نمبر ۷:۔ نگاہیں نیچی رکھیں مردوں اور عورتوں سب کیلئے یہ قرآنی حکم ہے تا کہ فتنہ سے بچ سکیں۔

شرط نمبر ۸:۔ عورت نہ کسی اجنبی مرد کو سلام کرے نہ ہی جواب دے لیس للنساء سلام ولا علیھن. (حدیث)

شرط نمبر ۹:۔ مجبوراً راستہ میں بات کرنی پڑے تو نرم آواز سے بات نہ کرے۔ کیونکہ یہ بھی زبردست فتنہ ہے۔

(۷) گذشتہ باتیں تاکیداً پردہ کا ثبوت دے رہی ہیں مگر مزید شواہد ذکر کرتا ہوں، مثلاً عورت کا صف امام کے پیچھے وہاں ہو گی جہاں بچوں کی صف بھی ختم ہو، یعنی امام کے پیچھے مرد، مردوں کے پیچھے بچے، بچوں کے پیچھے عورتیں۔

(۸) امام صاحب کو لقمہ دینے (غلطی نکالنے) کی ضرورت پڑے تو عورت بول کر نہیں بلکہ تصفیق یعنی اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر متنبہ کرے۔ اس لئے کہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے جو غیر محرم کے سامنے بلا ضرورت ممنوع ہے۔

(۹) عورت کی نماز ساری کی ساری ہی ستر ہے۔

ا۔ ہاتھ سینے پر باندھنا، ۲۔ فرش بچھی بن کر پیٹ اور رانوں کو ملا کر سجدہ کرنا، ۳۔ قعدہ میں دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بیٹھنا وغیرہ۔

(۱۰) عورتوں کے بچے ہوئے پانی سے مردوں کو وضو کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

(۱۱) امام مقتدیوں کی نیت کرے تو عورتوں کی نیت نہ کرے۔

(۱۲) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے عورت جھگڑوں میں ثالث نہ بنے۔

(۱۳) عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں، جبکہ مرد کیلئے تین جیسا کہ سب واقف ہیں۔

(۱۴) عورت کو دفنانے کیلئے محرم ہونا چاہئے۔

(۱۵) عورت کا جنازہ پڑھانے کیلئے امام صاحب سینے کے سامنے سے ہٹ کر کھڑے ہوں۔

(۱۶) غم کے وقت میں بھی عورت کو جنازے کے ساتھ جانے سے شریعت نے روکا ہے۔

(۱۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر دوپٹہ بھی گھر (روضہ اقدس) میں چلی جاتی تھیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ساتھ دفن کر دیا گیا پھر بھی فرماتیں کہ بغیر دوپٹہ کے چلی جاتی رہی کہ وہ زوج محترم ہیں اور یہ والد محترم، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے بعد دوپٹہ یا چادر اوڑھ کر اندر جاتیں، فرماتیں کہ یہ غیر محرم ہیں مجھے شرم آتی ہے۔

(۱۸) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت زیادہ فکر لگی رہتی کہ میرے جنازے میں میرا جسم نظر آئے گا، اس بات سے اس قدر پریشان تھیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مشورہ دیا تو کافی تسلی ہوگئی، وہ مشورہ یہ دیا کہ حبشہ میں، میں نے دیکھا کہ چارپائی پر ڈولی بنا کر لے جاتے ہیں، جس سے جسم چھپا رہتا ہے، یہ سب پردہ کی دلیلیں ہیں۔

(۱۹) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا صحابی جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما دونوں پاس تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان (صحابی) سے پردہ کرو، وہ دونوں عرض کرنے لگیں کہ حضرت یہ تو نابینا ہیں ہمیں دیکھ ہی نہیں سکتے، تو فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۲۰) ہیجڑے اور نابینے سے پردہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پردہ دونوں جانب سے ضروری ہے غیر محرم کو عورت بھی بلا ضرورت نہ دیکھے اور مرد بھی بلا ضرورت کسی اجنبیہ پر نظر نہ ڈالے، اگر غیر اختیاری طور پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالے اس میں گناہ نہ ہوگا، نظر جما کر رکھے گا یا دوبارہ دیکھے گا تو گناہ ہوگا۔

(۲۱) ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ دیکھنا سب بدنگاہی ہے، بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ٹی وی گھر رکھنا ستر خنزیر پالنے سے بدتر ہے۔

(۲۲) حدیث میں بدنگاہی اور بے پردگی کو آنکھوں کا زنا قرار دیا گیا ہے، حق تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دیں، آمین۔ (شمارہ نمبر 13)

عورتوں کیلئے پردہ کیوں ضروری ہے؟

☆ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علی گڑھ یونیورسٹی کی خواتین نے پردہ سے متعلق ایک سوال بھیجا تھا حضرت حکیم الاسلامؒ نے تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں بڑا حکیمانہ اور تسلی بخش جواب دیا۔ ذیل میں ہم قارئین کے افادہ کے لئے سوال اور جواب اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں امید ہے قارئین اسے غور وتوجہ سے پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے۔

سوال:۔ عورتوں کو بلا وجہ گھروں میں مقید کیا گیا ہے اور ان کیلئے حکم یہ ہے کہ ہر وقت منہ چھپائے رکھیں اس سے ایک نقصان تو یہ ہے کہ **الانسان حریص فیما منع**. یعنی انسان جس چیز سے روکا جاتا ہے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس پردے کی وجہ سے عورتیں گھروں میں گھٹتی ہیں باہر کی ہواؤں سے محروم ہو گئیں۔ گھر میں رہ کر مکمل تعلیم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انکو کھلے بندوں چھوڑ دینا چاہئے تا کہ ان کی حرص ختم ہو تازہ ہواؤں سے فائدہ اٹھائیں اور آزادی سے تعلیم حاصل کریں۔

جواب:۔ الزامی جواب یہ ہے کہ دنیا میں دو ہی چیزیں عام طور پر چھپانے کی رکھی گئیں ہیں ایک دولت دوسری عورت اگر دولت کے چھپانے سے چوروں کو حرص بڑھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ دولت کو بنکوں سے نکال کر سڑکوں پر ڈال دیں تا کہ چوروں کی حرص ختم ہو جائے اور ان کو دلوں میں خوب سیری ہو جائے اس طرح کرنے سے اگر آپ کی دولت محفوظ رہی تو میں فتویٰ دوں گا کہ عورتیں بھی کھلے بندوں آ جائیں اور اگر دولت رات ہی رات صاف ہوگئی تو میں عورتوں کو وہی حکم دوں گا جو دولت کے چھپانے کے بارے میں دیتا ہوں۔ چوروں کا خطرہ تو الگ ہے مگر دولت فی نفسہ ایسی چیز نہیں ہے جو سڑکوں پر پھیلا دی جائے بلکہ وہ چھپانے کی چیز ہے اس لئے اس کو چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کی حرمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مردوں سے الگ ہو کر پردے میں رہے۔ چونکہ عورت کی فطرت میں حیاء ہے اس لئے وہ مردوں سے طبعی طور پر منہ چھپاتی ہیں۔

عورتوں کے سوال کا تحقیقی جواب:

تم جو یہ کہتی ہو کہ عورتوں کو گھونٹ دیا گیا وہ تعلیم سے محروم ہوگئیں اور تازہ ہواؤں سے بھی محروم ہوگئیں اور ان کی صحت خراب ہوگئی اور تم نے جو یہ کہا کہ **الانسان حریص فیما منع**. یہ اس وقت ہے جب کہ کلیۃً عورتوں کو مردوں سے ملنے کو روک دیا جائے حالانکہ کلی طور پر نہیں روکا گیا ہے بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا کہ نکاح کے ذریعہ سامنے آؤ اور ملو، بغیر نکاح کے نہ ملو تو اسلام نے ایک راستہ یعنی بذریعہ نکاح، ملنے کا راستہ کھول دیا اور ایک راستہ بغیر نکاح کے بند کر دیا گیا پھر ادھر محرمات ابدیہ سے بھی پردہ کا حکم نہیں دیا گیا، البتہ محللات سے پردہ کروایا تو ایک نوع کے ملنے اور ایک کے سامنے آنے سے روک دیا۔ لہٰذا جب اس کا بدل سامنے رکھ دیا تو اب حرص کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اور مان لیجئے کہ عورتیں زائد بھی ہوں تو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی گئی لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ وہ مردوں سے کلی طور پر الگ تھلگ رہیں رہا یہ سوال کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے تو گھر یہ پنجرہ ہے رات کو تو اسی میں ہم بھی رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدھی زندگی پنجرے میں گزرتی ہے اور آدھی زندگی باہر گزرتی ہے۔ مرد آٹھ بجے کام پر جاتا ہے اور ۔ بجے واپس آ

جاتا ہے تو آدھی زندگی میں کوتی ہوگئی تو مردوں کی عمر کا زیادہ حصہ گھر ہی کے پنجرے میں گزرتا ہے۔ اور تھوڑا حصہ باہر گزرتا ہے تو گھر میں رہنے سے اگر صحت خراب ہوجایا کرتی تو پھر مردوں کی صحت بھی خراب ہونی چاہئے تھی۔ لہٰذا یہ سوال ہی غلط ہے کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہوجاتی ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم) (شمارہ نمبر 45)

پردہ شریعت کا تاکیدی حکم ہے

عورت کے لئے حکم: فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلی وہ بمنزلہ زنا کار کے ہے۔ گویا اس نے زنا کرلیا۔ اور زنا کا راستہ صاف کر دیا۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں یہاں تک بھی ہے وہ گھر آ کر غسل کرے۔ اس نے ناپاکی کا راستہ اختیار کیا۔

مرد کے لئے حکم: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اجنبیہ عورت سے نگاہ بچائے اور نگاہ کو روک لے تو حق تعالیٰ اس کے قلب میں وہ علم ومعرفت پیدا فرمائیں گے۔ جو پہلے سے اسے حاصل نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ علم کا راز عفت و پاک نگاہی میں مضمر ہے۔ اور جہل بدنگاہی اور بے حیائی میں ہے۔ جو بے پردگی کا ثمر ہے۔ (شرعی پردہ، ۱۰۸)

عورت کے پردہ کی اہمیت: عورت کے حجاب کا دائرہ اسکی زندگی ہی تک محدود نہیں بلکہ مرد وعورت کو بھی ستر وحجاب میں چھپا رکھنے کے احکام صادر فرمائے۔ جو نہ محل شہوت رہتی ہے نہ محل جذب وکشش۔

مرد کو ہر یگانہ و بیگانہ قبر میں اتار سکتا ہے۔ لیکن عورت کیلئے محرم کی قید لگائی۔ مرد کی نماز جنازہ کیلئے امام کو میت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن عورت کے جنازہ پر سینے سے کچھ ہٹ کر وسط میں آجانے کی ہدایت ہے کہ سینہ کی وضع فطری محل کشش ہے۔

مقام عبرت: آج ہماری مائیں اور بہنیں جوانی میں اپنے جسم کے ان حصوں کو نہیں چھپاتیں جن حصوں کو مرنے کے بعد اللہ کی غیرت یہ کہتی ہے کہ انکو چھپایا جائے۔

(خطبات احتشام ص ۳۶۷ ج ۱)

چہرہ کا پردہ: بعض لوگ چہرے کے پردہ کو حجاب سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ چہرے کا پردہ ستر سے مستثنیٰ ہے، حجاب سے نہیں۔ چہرہ ہی تو حسن کا اعلیٰ مرکز اور محل شہوت ہے۔ حجاب

سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک ہے جس میں چہرہ بھی ہے۔ البتہ عورت کے ستر میں چہرہ ہاتھ پاؤں پردہ سے مستثنیٰ ہے۔ جبکہ حجاب میں ان کو بھی چھپانے کا حکم ہے۔ پردے کی فضیلت کا بیان مردوں میں کرنا چاہئے۔ یہ مرد ہی عورت کو بے پردہ بناتے ہیں۔ اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

پیر سے بھی پردہ فرض ہے: بعض بے حیاء عورتیں پیر سے پردہ نہیں کرتیں اور بعضے مرد بھی اپنی عورتوں کو جلوت وخلوت میں پیر کے سامنے کر دیتے ہیں۔ ایسا پیر بھی جو اس کو سختی سے منع نہ کرے شیطان ہے اور جو مرد اس پر راضی ہو وہ پکا دیوث ہے۔ پیر، ولی، استاد سب سے پردہ کرنا فرض ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابیات سے پردہ فرماتے تھے تو یہ لوگ کس شمار میں ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت)

نت نئی بیماریوں کا علاج: آج ہمارے معاشرے میں جو آئے دن نت نئی بیماریوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے منجملہ دوسری وجوہات کے اسکی ایک وجہ بے پردگی بھی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف کے مطابق فحاشی وبے حیائی سے نئے نئے امراض پیدا ہونگے۔ یہ فحاشی وبے حیائی اسی بے پردگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم بے پردگی سے توبہ کرلیں تو بہت سے امراض سے نجات مل جائے گی۔

آسان پردہ: ایک ہی گھر میں نامحرم سے اختلاط یا زیادہ خاندانوں کی وجہ سے مرد اور عورتیں درج ذیل ہدایات پر عمل کریں تو نہ عورتوں کو پردہ کرنے میں کوئی دقت پیش آئے اور نہ مردوں کو کوئی پریشانی ہو۔ (۱) خواتین بے پردگی کے مواقع سے حتی الامکان اجتناب کریں۔ لباس میں احتیاط رکھیں۔ بالخصوص سر پر چادر رکھنے کا اہتمام کریں۔ (۲) مرد آمد ورفت کے وقت ذرا کھنکار کر یا دستک دے کر خواتین کو پردہ کی طرف متوجہ کریں۔ (۳) خواتین کسی غیر محرم کی موجودگی میں آپس میں یا اپنے محارم کے ساتھ بے تکلفی کی باتیں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں۔

ان احتیاطوں کے باوجود بھی اگر کبھی اچانک نظر پڑ جائے یا بار بار بھی نظر پڑتی تو بھی

معاف ہے۔ جس حد تک احتیاط ہو سکے اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مردوں اور عورتوں کو شرعی پردہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اس سلسلے میں رسالہ ''شرعی پردہ'' کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ (شمارہ نمبر 20)

شرعی پردہ......آبرو اور نسب کا محافظ

شریعت مطہرہ نے جو پردہ کا حکم دیا ہے وہ عورت کے لیے قید و بند نہیں بلکہ ناپاک نظروں اور گندی نگاہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے عورت کا چہرہ بدکاروں کی ناپاک نظروں سے محفوظ رہے پردہ عورت کی عفت اور عصمت اور آبرو کا محافظ و نگہبان ہے جس سے اس کی پاکدامنی اور آبرو پر حرف نہیں آ سکتا پردہ عورت کے حسب نسب کا محافظ ہے بے پردہ عورت اور اس کی اولاد مشکوک ہے پردہ والی عورت کے خاوند کو اپنے بچہ کی نسب میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا، پردہ والی عورت کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے شوہر یقین کرتا ہے کہ یہ میرا ہی بچہ ہے اور بے پردہ والی عورت کا شوہر یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مولود میرا ہی بچہ ہے اور میرا ہی بیٹا ہے اور اس بے پردگی کی وجہ سے یورپ کے اکثر باشندے کسی کو یقینی طور پر اپنا بیٹا نہیں کہہ سکتے۔

ایک انگلستانی خاتون کی حسرت: انگلستان کی ایک شریف عورت نے بصد حسرت و ندامت اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے ماہنامہ ''المنار'' میں شائع ہوا جس میں یہ تھا کہ ''انگلستان کی عورتیں اپنی عفت اور عصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبہ سے آلودہ نہ کیا ہو ان میں شرم و حیاء تام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا وہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔''

بے پردگی بے غیرتی کا دروازہ ہے

جس طرح زنا تمام انبیاء علیہ السلام اور تمام علماء اور تمام عقلاء کے نزدیک ایک نہایت شنیع اور قبیح خصلت ہے اسی طرح دیوثیت بھی ایک نہایت شرمناک خصلت ہے اور زنا سے بڑھ کر قبیح ہے پس مخالفین پردہ کے نزدیک جب ان کی بیوی اور بیٹی کا دوسروں کے ساتھ پھرنا جائز ہوگیا تو گویا ان کے نزدیک دیوثیت بھی جائز ہوگئی کہ باوجود اس علم اور خبر کے ان کی رگِ حمیت جوش میں نہیں آتی جس میں ذرا بھی حیاء اور غیرت کا مادہ ہے وہ اس بے حیائی اور بے غیرتی کو کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی یا بیٹی کسی کے ساتھ تعلقات قائم کرے اور بے حجابانہ اس سے خلط ملط رکھے۔

بے غیرتیوں کا علاج:

ان بے حیائیوں اور بے غیرتیوں کا دروازہ بند کرنے کیلئے اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے اور بے پردگیوں کی خرابیوں پر آگاہ کر دیا اور بتلا دیا کہ عورت کے پردہ میں رہنے میں یہ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور گھر سے باہر نکلنے میں یہ خرابیاں اور برائیاں ہیں اور اگر بالفرض ان دلدادگان مغربیت اور اسیرانِ شہوت ونفسانیت کے خیال کے مطابق یہ مان لیا جائے کہ بے حجابی میں کچھ فوائد اور منافع ہیں تو شراب اور قمار اور سود میں بھی ضرور فوائد اور منافع ہیں لیکن ان کی مضرتیں اور خرابیاں ان کے چندوہی اور خیالی فوائد اور منافع سے کہیں بڑھ کر ہیں اور اگر شہوت اور نفسانیت سے ہٹ کر ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو سمجھ میں آجائے کہ پردہ میں کس قدر فوائد منافع ہیں اور بے پردگی کس قدر مضرتیں اور خرابیاں ہیں۔

بے پردگی خاندانی نظام کی تباہی

(۱) یہ کہ بے پردگی سے بے غیرتی اور بے حمیتی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) زنا کا دروازہ کھلتا ہے (۳) اولاد حرام ہوتی ہے۔ (۴) حسب اور نسب ضائع ہو جاتا ہے۔ (۵) شوہر کو اپنی بیوی پر اطمینان نہیں رہتا تو دل سے کیسے محبت رہے۔ (۶) بے پردہ بیوی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے شوہر کو اس پر یقین نہیں ہوتا کہ یہ میرا ہی بچہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو عورت بے پردہ

پھرتی ہو اور غیروں سے میل جول رکھتی ہو اس کی اولاد پر کیسے یقین ہو سکتا ہے۔ (۷) اور جب اس بچہ کا اس کی اولاد ہونا یقینی نہ رہا تو پھر اس کے مرنے کے بعد اس بچہ کا وارث ہونا بھی یقینی نہ رہا، حلال اولاد میراث کی مستحق ہوتی ہے۔

ایک عجیب سانحہ

شادی میں دلہن کی بہنوں نے خلاف شرع رسم پوری کرنے کیلئے دولہا کا جوتا چھپالیا اور ضد کی کہ اتنے پیسے دو گے تو جوتا واپس کریں گی اس اثناء میں بے پردگی ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جوتا چھڑانے کے بعد دولہا میاں دلہن کے پاس گئے اور اسے یہ کہا کہ مجھے تو تیری بہن پسند آ گئی ہے میں تو اسی سے شادی کروں گا لہٰذا تجھے طلاق۔

غور کیجئے! کہ اس بے پردگی سے کس قدر نقصان ہوتے ہیں یہ تو صرف ایک واقعہ ہے ورنہ آئے دن اخبارات اس سے بھرے پڑے ہیں کوئی ہے! جو اس سے عبرت حاصل کرے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم خواتین کو اسلام کے نفع مند اور حکیمانہ احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 31)

شرعی پردہ نہ کرنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی بڑھتی جارہی ہے اس منکر کی اصلاح کی بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ کیوں صاحب جب آپ لوگ ایک پاؤ گوشت خریدتے ہیں تو اس کو چھپا کر کیوں لے جاتے ہیں تا کہ چیل نہ اڑا لے جائے اور سو روپے کے نوٹ کو اندر کی جیب میں سینے کے ساتھ کیوں رکھتے ہیں تا کہ جیب کترا نہ اڑا لیجائے اور روٹی کو ڈھک کر کیوں رکھتے ہیں تا کہ چوہا نہ لے جائے۔ اچھا صاحب یہ بتایئے کہ گوشت اڑ اکر چیل کے پاس یا نوٹ اڑ کر جیب سے جیب کترے کے پاس یا روٹی اڑ کر چوہے کے بل میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں اور اگر چیل گوشت اڑا کر لے جائے اور پھر آپ کے گھر پر گرا دے تو آپ اسے دھو کر کھائیں گے یا عیب دار سمجھ کر پھینک دیں گے ظاہر ہے کہ اس گوشت میں کیا عیب آیا اور شکر یہ بھی چیل کا ادا کیا چلو گھر تک لانے سے بچے۔ خود پہنچا گئی اسی طرح

چوہا روٹی لے گیا اور آپ نے اس کے بل میں دیکھا کہ روٹی کا ایک حصہ بل میں اور تین حصہ بل کے باہر ہے آپ نے ہاتھ سے کھینچ کر اس کے کترے ہوئے حصہ کو کاٹ کر باقی حصے کو کھالیا تو کیا عیب ہوا اسی طرح نوٹ سو روپے کا جیب کترا لے گیا مگر تھانہ والوں نے اسے پکڑ کر پیٹا اور اس سے چھین کر آپ کو دے دیا تو اس نوٹ میں کیا عیب آیا؟ ظاہر ہے کہ وہ بے عیب رہا اور آپ کے کام کا اب بھی ہے۔

اب عورت کے معاملہ میں سنجیدہ ہو کر غور کیجئے کہ اگر اس کو کوئی اڑا لے جائے اور واپس کر دے یا آپ تھانے کی مدد سے یا عدالت کی مدد سے واپس کرالائیں تو وہ عورت آپ کے لئے عیب دار ہوگئی یا نہیں اور عورت میں خود اڑنے کی صلاحیت ہے یا نہیں آپ لوگ خود فیصلہ کیجئے، جو عقلائے زمانہ بنے ہوئے ہیں کہ کیا عورت کی قیمت آپ کے نزدیک ایک پاؤ گوشت، ایک سو کے نوٹ اور ایک روٹی سے بھی کمتر ہے کہ ان سب کو پردہ میں رکھیں اور عورت کو بے پردہ کر دیں اور جب کہ ان چیزوں میں خود اڑنے کی صلاحیت نہیں اور عورت جو خود بھی نفسیاتی طور پر متاثرہ ہو کر بھاگ سکتی ہے اس کے لئے پردہ کی ضرورت نہیں۔ ڈوب مرنے کی بات ہے اور کس قدر بے غیرتی کا مقام ہے، اس پر ناز ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہیں، اور عقلائے زمانہ ہیں۔

اذا سالتموهن فاسئلوهن من وراء حجاب ذالكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن.

حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے کچھ بات کرنا ہو، پوچھنا ہو، تو پردے میں سے پوچھو یہ تو ان پاکیزہ نفوس کیلئے حکم ہے تو ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس حکم سے اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں۔ اطاعت اور نیکی سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں گناہ اور نافرمانی سے وہ بسا اوقات ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر گناہ سے بہت بچنا چاہیے بالخصوص بدنگاہی سے اور شرعی پردہ نہ کرنے سے۔ شرعی پردہ سے مراد یہ ہے کہ جو اعزۂ نامحرم ہیں ان سے شریعت کے حکم کے موافق پردہ کرنا۔ صرف ان نامحرموں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے لوگ جن کو نامحرم نہیں سمجھتے۔ مرد کیلئے :۔ ۱۔ بھائی کی بیوی، ۲۔ بیوی کی بہن، ۳۔ خالہ، پھوپھی، ماموں، چچا کی لڑکیاں، ۴۔ ممانی، ۵۔ چچی۔

عورت کے لئے :۔ ا۔ بہن کا شوہر،۲۔ شوہر کا بھائی،۳۔ خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے،۴۔ خالو، ۵۔ پھوپھا۔ بدنگاہی سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہیے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا زہریلا تیر ہے جس سے طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ "خالہ زاد سے پردہ کو معیوب سمجھنا کفر ہے"۔

سوال: خالہ، ماموں، پھوپھی اور چچا کے لڑکوں سے پردہ کو برا سمجھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ بسم ملھم الصواب: خالہ زاد وغیرہ سے پردہ فرض ہے اور شریعت کے کسی حکم کو برا سمجھنا کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔(احسن الفتاویٰ، جلد اول، ص:۵۴)

پردہ اور تعلیم

☆ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ایک دفعہ علی گڑھ یونیورسٹی میں خواتین نے کچھ سوالات کئے ایک قسط پہلے محاسن اسلام کے صفحات کی زینت ہو چکی ہے دوسری قسط پیش ہے جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ پردہ کی وجہ سے خواتین کی تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔

پرانے زمانے کی عورتیں جو پردہ نشین تھیں اگر ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو تو ان میں تعلیم بھی زیادہ معلوم ہوگی کیونکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی عورتوں میں محدثات بھی تھیں اور فقیہات بھی تھیں متکلمہ اور صوفیہ بھی تھیں۔ ان کے متعلق بڑی بڑی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں آج کل کی عورتوں میں وہ چیزیں نہیں ہیں جو ان میں تھیں تو کیا وہ عورتیں بے پردگی میں یہ تعلیم وتربیت پاتیں تھیں ہرگز نہیں بلکہ وہ پردہ ہی میں رہ کر یہ تعلیم وتربیت پاتی رہیں۔ وہی خاص تعلیم جو بغیر اسکول جاتے ہوئے حاصل نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ اس خاص تعلیم کی ضرورت ہی کیا ہے۔ عورتوں کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ دفتروں میں جا کر کلرک بنیں یا ریلوے میں جا کر ٹکٹ ماسٹر یا گارڈ بنیں یا فوجوں میں جا کر چیف کمانڈر بنیں۔ یہ عورتوں کے فرائض نہیں ہیں لہٰذا اس کی تعلیم دینا بھی غیر ضروری ہے۔ لہٰذا غیر ضروری چیز کی وجہ سے ضروری چیز کو ختم کر دینا یہ کون سی عقل مندی ہے۔

اور جو ضروری تعلیم ہے یعنی گھریلو تعلیم مثلاً مسائل کی تعلیم اور قرآن شریف کی تعلیم اس کے لئے بے پردگی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے ازواج مطہرات کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن ۔ ترجمہ:۔ یعنی یاد کرو تم ان حکمتوں کو جو گھروں میں تم کو نبوت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو تعلیم مقصود ہے وہ گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے اور جو تعلیم گھروں سے نکل کر باہر حاصل ہو وہ ضروری نہیں ہے۔ تو غیر ضروری کی وجہ سے ضروری کیسے ترک کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پردہ کا ہونا اور مردوں سے اختلاط نہ ہونا اس کی بناء پر معصیت نہیں ہے بلکہ عورت کی حرمت کا یہی تقاضہ ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ آپ مردوں کو بھی وہاں جانے سے روکتے ہیں مثلاً وہاں کا ماحول اچھا نہیں سوسائٹی خراب ہے اس لئے وہاں پر مت جاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس اختلاط کو معصیت ہی کی وجہ سے روکا جاتا ہے بلکہ ہر دائرے کا ایک طبعی تقاضا ہوتا ہے اس کی وجہ سے روکتے ہیں کہ تمہارے موضوع کا وہ کام نہیں ہے بلکہ جو کام تمہارے موضوع کا ہے اس میں لگو اسی طرح عورت کا بھی ایک تقاضا ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے حق تعالیٰ سبحانہ نے زندگی کے دو حصے کر دیئے ہیں ایک گھریلو زندگی اور ایک باہر کی زندگی تو باہر کی زندگی کا ذمہ دار مردوں کو بنایا ہے۔

اور گھریلو زندگی کا عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ تو مرد کا یہ کام نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے اور بچوں کو دودھ پلائے اور ان کی پرورش کرے۔ یہ تو عورتوں کا کام ہے اور مرد کا کام یہ ہے کہ باہر جائے اور کمائے اور ذریعہ معاش پیدا کرے اور عورتوں و بچوں کے نان ونفقہ کا انتظام کرے اگر عورتوں کو باہر کی زندگی میں لگاؤ تو گھریلو زندگی کا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح اگر مردوں کو گھریلو زندگی میں پھانس دو تو باہر کی زندگی کا کیا حال ہوگا۔ اگر ایسا کر دیا گیا تو جو فطری نظام بنا ہوا ہے وہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے مرد وعورت ہر ایک اپنے دائرے میں رہ کر کام کریں تبھی فطری نظام درست ہو سکتا ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام)

جنتی عورت

حدیث: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت پانچ نمازیں پڑھا کرے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ابن حبان)(شمارہ نمبر 43)

عورتوں کیلئے جدید تعلیم مضر ہے

فرمایا عورتوں کو علوم جدیدہ کی تعلیم دینا ان کو تباہ و برباد کرنا ہے بس ان کو تو قرآن شریف اور ضرورت کے مطابق دینی مسائل کی تعلیم دینا چاہیے۔(ملفوظات حکیم الامت)(شمارہ نمبر 44)

توجہ:۔ ممانی اور چچی سے شرعاً پردہ فرض ہے۔ بعض دین دار حضرات لاعلمی کی وجہ سے اس کا خیال نہیں کرتے۔ (احسن الفتاویٰ جلد اول)

کتنی عمر کی لڑکی پر پردہ فرض ہے؟

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دلائل و تجربات کی روشنی میں فیصلہ فرمایا ہے کہ لڑکی نو سال کی عمر میں حد شہوت کو پہنچ جاتی ہے اس لئے نو سال کی لڑکی پر پردہ فرض ہے۔ نو سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے تو اس عمر میں قریب البلوغ بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے اور قریب البلوغ پردہ کے حکم میں بالغہ کیطرح ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زمانے میں بچیوں کو غیر محارم رشتہ داروں سے سات سال کی عمر میں اور اجانب سے سات سال سے بھی پہلے پردہ شروع کروا دینا چاہیے۔ یہ آج سے ۶۰، ۷۰ سال پہلے کی بات ہے، آج کے پرفتن دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا عادت ڈالنے کے لئے سات سال کی عمر سے پردہ شروع کروا دینا بہتر ہے۔ تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ نو سال کی لڑکی اور دس سال کا لڑکا احکام حجاب کے مکلف ہیں اگر وہ خود کوتاہی کریں تو ان کے سرپرستوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے ان احکام پر عمل کروائیں اور اس میں ہرگز تساہل سے کام نہ لیں۔(شمارہ نمبر 25)

دیورتو موت ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خبردار عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو! تو ایک انصاری نے آپ سے پوچھا اے اللہ کے رسول اور دیور کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے (صحیح بخاری)

دوسری حدیث: خبردار کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت اختیار نہ کرے الا یہ کہ ذی محرم ہو۔ (شمارہ نمبر 25)

برقعہ...... کیسا ہو؟

آجکل ہمارے ہاں جو مسائل موضوع بحث بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمان خواتین کو پردہ کیلئے کس قسم کا برقعہ استعمال کرنا چاہئے کہ جس سے پردہ اور برقعہ کا مقصد حاصل ہو جائے؟ سو اس بارے میں پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ پردہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور اسکے بارے میں شریعت مطہرہ کی اصل تعلیم کیا ہے؟

پردہ کا اصلی مقصد

اسکے بعد برقعہ کا تعین آسانی سے ہو جائیگا۔ چنانچہ جہاں تک پردہ کی تعلیم کا تعلق ہے تو اسکے بارے میں قرآن مجید کا فرمان ہے **و قرن فی بیوتکن** الخ اس آیت میں خواتین کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ گھروں میں ٹکی رہیں، پس اس آیت کے پیش نظر خواتین کیلئے اصل تعلیم یہی ہے کہ وہ گھروں سے باہر قدم نہ رکھیں نہ پردہ میں لپٹ کر اور نہ بغیر پردہ کے اور اس مضمون کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے " **المرء ة عورت اذا خرجت استشر فها الشیطن** " کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکو تکنا شروع کر دیتا ہے، اسی طرح دوسری ایک روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عورت کیلئے بہترین چیز ہے " **ان لا یرین الرجال ولا یرونھن** " کہ عورتوں کے رنگ روپ کو، چال ڈھال کو، زیب زینت کو، لباس پوشاک کو، قد و قامت کو غرض کسی بھی چیز کو غیر مرد نہ دیکھیں، اسی طرح عورتیں بھی مردوں کو

نہ دیکھیں نہ بازاروں میں جا کر دیکھیں اور نہ گھروں میں رہتے ہوئے باہر جھانک جھانک کر دیکھیں، اور یہ دونوں باتیں عورتوں کو جب ہی حاصل ہونگی جب وہ پردے کا مکمل اہتمام کرتے ہوئے گھروں میں ہی رہیں ایک اور روایت میں ہے کہ عورت اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر میں ہو، اسی طرح دیگر روایات بھی ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عورت کیلئے بھلائی، خیر، عزت اور سلامتی اندرون خانہ زندگی گزارنے میں ہے لہٰذا جب تک باہر کا کام کرنے والے دیگر افراد موجود ہوں اس وقت تک عورت کو بیرونی کاموں کیلئے گھر سے باہر ہرگز قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ اسلئے کہ عورت کا گھر سے نکلنا خواہ باپردہ ہو یا بے پردہ، ہر حال میں فتنہ کا ذریعہ ہے اسلئے کہ اگر بغیر پردہ کے نکلے گی تو اس صورت میں فتنہ ہونا تو ظاہر ہے کہ دوسروں کو بدنگاہی کا موقع فراہم کر کے انکو میں مبتلا کر رہی ہے اور خود بھی گناہگار ہو رہی ہے۔ اور اگر خود تو مکمل پردہ میں مستور ہے اور اس پر کسی اور کسی نظریں نہیں پڑسکتیں تو اس صورت میں اسکی نظریں تو دوسرے مردوں پر جائیں گی جو اس کیلئے فتنہ کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اسلئے تقویٰ اور احتیاط گھر سے نہ نکلنے میں ہے، پھر شریعت مطہرہ کیونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس نے اگرچہ عورت کو گھر سے نکلنے سے منع کیا ہے لیکن شریعت جانتی ہے کہ کسی نہ کسی وقت عورت کو گھر سے ضرور نکلنا ہوگا، کبھی والدین کی زیارت کیلئے نکلنا ہوگا تو کبھی کسی مریض کی عیادت کیلئے بھی جانا ہوگا، کسی وقت عزیز و اقارب کی خوشی میں شمولیت کیلئے جانا پڑے گا تو کسی وقت انکی پریشانی اور غمی میں بھی شرکت کرنی ہوگی اسلئے شریعت نے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت تو دیدی مگر کچھ شرائط کیساتھ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔ **یایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن.**

برقعہ کی صورت

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج مطہرات اور بنات طیبات کو بھی مؤمنین کی عورتوں کو بھی حکم فرمادیں کہ وہ اپنے اوپر لمبی چادریں اوڑھ لیں۔ یعنی جب گھروں سے نکلیں تو لمبی چادروں میں مستور ہو کر نکلیں، روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر

کرتے ہوئے چادر اوڑھ کر دکھلائی تو صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی تھی باقی سارا بدن سرتا پاؤں چادر میں چھپا ہوا تھا، اور پردہ کا مقصد درحقیقت انسانیت کو جرائم سے اور گناہ سے محفوظ رکھنا ہے، اگر مکمل پورے بدن کا پردہ نہ ہو بلکہ چہرہ کھلا ہو، ہاتھ پاؤں، پنڈلیاں کھلی ہوں تو پردہ کا مقصد حاصل نہ ہوگا اسلئے کہ مذکورہ اعضاء زیب وزینت کا محل ہیں انکو دیکھنا، دکھلانا، خود فتنہ کا ذریعہ ہے اور انکے کھلے رہنے کی صورت میں یہ احتمال قوی ہے کہ شریر قسم کے لوگ ان عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کر انکو تکلیف پہنچائیں، جبکہ مکمل پردہ ہو تو یہ خطرہ نہیں رہتا چنانچہ مذکورہ آیت میں آگے فرمایا۔ **ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین**، کہ پردہ کی صورت میں یہ زیادہ ممکن ہے کہ عورتوں کی شناخت بھی نہ ہو سکے گی اور نہ ان کو تکلیف پہنچے گی۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ **ولا یبدین زینتھن**، کہ عورتیں اپنی زینت کی جگہوں کو ظاہر نہ کریں۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چہرہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ظاہر نہ کیے جائیں کہ یہی محل زینت اور محل حسن وجمال ہیں اور فتنہ کا ذریعہ ہیں۔ اس مذکورہ تفصیل کے بعد یہ فیصلہ کرنا کہ برقعہ کس قسم کا ہونا چاہئے بالکل آسان ہے۔ تاہم ہمارے خیال میں ٹوپی والا برقعہ استعمال کرنے میں عافیت بھی ہے اور پردے کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ برقعہ انتہائی سادہ ہونے کی وجہ سے جاذب نظر نہیں ہوتا اور لمبا چوڑا ہونے کی وجہ سے اسمیں سے عورت کی جسامت وغیرہ کا اظہار بھی نہیں ہوتا اور آنکھوں کے سامنے جالی ہونے کی وجہ سے چہرہ اور آنکھیں بھی چھپی رہتی ہیں اور قدیم طرز کا ہونے کی وجہ سے عموماً اس کا استعمال رسیدہ عمر عورتیں کرتی ہیں۔ اگر کوئی نوجوان خاتون اس کو استعمال کرے تو لوگ اسکو بڑی عمر کی خاتون سمجھ کر نہ تو اسکی طرف التفات کرتے ہیں اور نہ کوئی بدتمیزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

فیشنی برقع کے نقائص

اس کے برخلاف سیاہ رنگ کا فیشنی برقعہ جو مروج ہے اس میں بہت سے نقائص ہیں مثلاً نمبر(۱)۔ بعض اوقات یہ برقعہ جسم پر فٹ ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے عورت کی جسامت ہی نہیں بلکہ بعض اوقات اس کے اعضاء کی بناوٹ تک دور سے ظاہر ہوتی ہے جسمیں پردے کی بجائے بے پردگی کا مظاہرہ بلکہ جسم کی نمائش ہوتی ہے۔ جو صریح گناہ ہے۔ نمبر(۲) بعض

اوقات یہ برقعہ نصف پنڈلی یا اس سے کبھی اوپر تک ہوتا ہے۔اس صورت میں لباس اور پنڈلی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے اسلئے یہ بھی ناقص پردہ ہے۔نمبر(۳)۔بعض اوقات اس برقعے کی آستین ہاف سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اسلئے اس صورت میں بھی ہاتھوں کے علاوہ کچھ حصہ کلائیوں کا بھی ظاہر ہوتا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔نمبر(۴)۔سیاہ برقعہ استعمال کرنے والی عورتیں مکمل چہرہ یا نصف چہرہ کھلا رکھتی ہیں جو فتنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسلئے کہ انسان کی خوبصورتی کا اصل محل چہرہ ہے۔نیز چہرہ زیب وزینت کا بھی محل ہے اگر برہنہ چہرے پر میک اپ وغیرہ کیا ہوا ہو تو پھر تو سنگین گناہ ہے۔اور کھلے چہرے کو دیکھ کر شریر قسم کے لوگ چھیڑ چھاڑ۔آوازیں کسنا جیسی حرکات بھی کرنے لگتے ہیں۔نمبر(۵)۔ایسے برقعوں پر بعض اوقات نقش ونگار بھی کیا جاتا ہے جس کے بعد وہ برقعہ اور زیادہ پرکشش ہونے کی وجہ سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔اور اپنے طرف مائل کرتا ہے حالانکہ پردہ یا برقعہ تو لوگوں کی نظروں سے بچنے کیلئے تھا لیکن مذکورہ برقعہ تو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرر ہا ہے۔اور حدیث میں ایسی عورتوں کے بارے میں سخت وعید ہے جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں۔نمبر(۶)۔سیاہ برقعے کی صورت میں سر پر ایک اسکارف باندھا جاتا ہے جو نہایت چھوٹا ہوتا ہے اس وجہ سے کمر پر لٹکے ہوئے بال کھلے رہتے ہیں یہ بھی بے پردگی اور حرام ہے کیونکہ عورت کے مکمل جسم کا پردہ ضروری ہے جسمیں سر کے بال بھی داخل ہیں اور بال کھلے رکھنا یہ بھی فتنے کا ذریعہ ہے اسلئے کہ سر کے بال بھی عورت کے حسن وجمال کو اجاگر کرتے ہیں،اسلئے مذکورہ خرابیوں اور نقائص کی صورت میں سیاہ برقعہ کے استعمال کی اجازت ہرگز نہ ہوگی لیکن اگر کوئی عورت سیاہ برقعہ استعمال کرتی ہے مگر وہ اتنا کشادہ ہے کہ جسم کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوتی،اور سر سے پاؤں تک مکمل ہے اور کلائیاں بھی پوری ہیں اور سر پر اسکارف کی جگہ بڑی چادر اوڑھتی ہے کہ جس سے سر کے بال،کمر اور سینہ مکمل چھپ جاتے ہیں اور چہرے کے آگے باریک پردہ ڈال لیتی ہے اور نقش ونگار بھی نہیں کیا ہوا تو ایسے برقعہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں تاہم سیاہ رنگ کی بجائے کسی اور رنگ کا برقعہ ہو تو وہ اور بھی بہتر ہے۔(شمارہ نمبر 43)

بے پردگی کے خطرناک نتائج

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ

(اورتم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔اور پچھلی جاہلیت کیطرح بناؤسنگھار کر کے باہر نہ پھرا کرو)

ضرورت کے موقعہ پر عورت کو اسلام نے گھر سے باہر جانے کی اجازت تو دی ہے لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے۔ اسلام نے عورت کو یہ مقام اس لئے بخشا ہے کہ وہ کسب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کی بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دیں۔ اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نونہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم وملک کا بوجھ اٹھانا ہے اسی میں مرد عورت کی عزت کا پورا تحفظ ہے۔ مگر مغرب میں جب تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو حل نکالا اس کا خوبصورت اور معصوم نام ''تحریک آزادی نسواں'' رکھا۔ عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ اب آزادی کا دور ہے۔ اس لئے تم باہر آ کر مردوں کے شانہ بشانہ ہر کام میں ہر تحریک میں حصہ لوان دل فریب نعروں نے عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لا کھڑا کیا اسے دفتروں میں کلرکی سکھلائی گئی۔ اسے اجنبی مردوں کی پرائیویٹ سیکرٹری کا منصب بخشا گیا اسے ''اسٹینو ٹائپسٹ'' بننے کا اعزاز دیا گیا اسے سینکڑوں انسانوں کی حکم برداری کیلئے ''ایئر ہوسٹس'' کا عہدہ عنایت کیا گیا اسے تجارت چمکانے کیلئے ''سیلز گرل'' اور ''ماڈل گرل'' بننے کا شرف بخشا گیا اور اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار رسوا کر کے گاہکوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو۔ یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے غیرت وآبرو کا تاج رکھا تھا اس جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے تجارتی اداروں کیلئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی تھی۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کردیا ہے کہ عورت اگر گھر میں اپنے شوہر، والدین، بہن بھائیوں اوراولاد کیلئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے۔لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کیلئے کھانا پکائے ان کے کمروں کی صفائی کرے ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے دکانوں پر اپنی مسکراہٹ سے گاہکوں کومتوجہ کرے اوردفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کے اورسینکڑوں لوگوں کی زہریلی نگاہوں کا نشانہ بنے تو یہ آزادی نسواں یا بربادی نسواں ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ایسی سوچ رکھنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

کیا کوئی مسلمان شریف آدمی یہ پسند کرے گا کہ اس کی بیٹی اس طرح معاشرے میں ذلت کا سامان کرے؟ ہرگزنہیں پسند کرے گا اسی آزادی کا نتیجہ ہے کہ بے پردگی عام ہے اور سیرگاہیں پارک، چوراہے مستورات سے بھرے ہوئے ہیں اور جب سے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے اسی وقت سے اغواء زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ان لعنتوں کے سدباب کا اگرکوئی راستہ ہے تو صرف یہ ہے کہ ہم پردے کے سلسلہ میں اپنا رویہ بدلیں۔ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواریوں پر بھی پردے ہوتے تھے لیکن آج انہیں شریف گھرانوں کی بیٹیاں برہنہ سرگھوم رہی ہیں۔بے پردگی کے اس سیلاب نے حیاء وغیرت کا جنازہ نکال دیا ہے ہمارے خطباء واعظین نے بھی اس مسئلہ کی وضاحت چھوڑ رکھی ہے شاید اس لئے کہ ان کے ذہن میں ہے کہ اس معاملہ میں واعظ ونصیحت اثرنہیں کرے گی لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی رہے وہ ایک نہ ایک دن ضروری اثر کرتی ہے اور یہ قرآن مجید کا وعدہ ہے فرمایاو ذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔ اورنصیحت کروکہ بلاشبہ نصیحت مومنوں کوفائدہ پہنچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت زار پر رحم فرمائیں اورہمیں اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کی توفیق عطاءفرمائیں۔آمین! (شمارہ نمبر5)

شرعی پردہ......ایک شبہ کا ازالہ

شرعی پردہ کے متعلق بہت سے شبہات میں سے ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ہماری خواتین نہایت ہی نیک ہیں ان سے گناہ کا صدور تو کجا اس کا تصور بھی مشکل ہے ان کے دل ودماغ میں گناہ کھٹک بھی نہیں سکتا اور ہمارے خاندان کے مرد بھی ایسے صالح ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے جو گناہوں سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ پردہ سے مقصود گناہ کا سد باب ہے ہمارے خاندان کے مرد وزن ایسے نیک ہیں کہ ان سے گناہ کا ہونا مفقود ہے لہٰذا پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر بنظر تحقیق وانصاف دیکھا جائے تو یہ نظریہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ:۔ گناہ سے معصوم ہونا فقط انبیاء علیہم السلام کا خاصہ باقی لوگوں سے گناہ کا صدور ممکن بھی ہے اور حقیقت میں واقع بھی ہے اور اس کا وقوع ہر عام وخاص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

دوسری وجہ:۔ پردہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کی بلا چوں وچرا اور بغیر قیل وقال کے تعمیل کی جائے اس کے خلاف اپنے عقل کو چلانا شان عبدیت کے منافی ہے۔

تیسری وجہ:۔ بتصریح حدیث یہ بات ثابت ہے کہ جو مرد وعورت کسی خلوت کے مقام پر جمع ہوتے ہیں تو شیطان دونوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء کرام نے کہا ہے کہیں خلوت میں حضرت حسن بصریؒ جیسے بلند پایہ بزرگ اور حضرت رابعہ بصریؒ جیسی نیک سیرت خاتون بھی جمع ہوں تو شیطان ان پر بھی وساوس ڈالنے کیلئے حملہ آور ہوگا۔

چوتھی وجہ:۔ مشاہدہ اور واقعہ بھی مذکور نظریہ کی تردید کرتے ہیں ایسے افراد جن کی دیانت اور تقویٰ پر لوگوں کو پورا اعتماد ہوتا ہے وہ بھی بے پردگی کی وجہ سے شیطانی جال کا شکار ہو جاتے ہیں ان سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جو معاشرہ میں ذلت ورسوائی کا باعث بنتے ہیں۔

پانچویں وجہ:۔ پردہ کا حکم جن نصوص (قرآنی آیات واحادیث) سے ثابت ہے وہ مطلق ہیں ان میں مرد وزن کے نیک یا برے ہونے کی کوئی قید نہیں ان واضح احکام کو اپنی عقل کے ذریعہ مقید کرنا قطعاً مردود ہے۔

چھٹی وجہ:۔ اپنے آپ کو پارسا اور نیک سمجھنا غیر پسندیدہ چیز ہے جو خود کو نیک و پارسا

سمجھتا ہے تو دل میں عجب و پندار پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں اور گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ساتویں وجہ:۔ اگر معاشرے کے افراد کو نیک سمجھتے ہوئے شرعی پردہ ترک کر دیں تو اس سے حکم خداوندی کا بے کار ہونا لازم آئے گا کہ شرعی پردہ کی ضرورت تو نہ تھی اور معاذ اللہ یوں ہی فضول اس کا حکم دیا گیا۔

آٹھویں وجہ:۔ شرعی پردہ کا حکم سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو دیا گیا ہے جن کی پاکدامنی اور تطہیر کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ سامنے جو مرد تھے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا مقدس گروہ ہے جن کے مقام و مرتبہ پر فرشتوں کو بھی رشک آئے۔ اس کے باوجود بھی انہیں شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا ہے۔ اگر نیک ہونے کی صورت میں پردہ معاف ہوتا تو اس معافی کی سب سے زیادہ لائق اور مقدم ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

نویں وجہ:۔ اگر شرعی پردہ سے نیک افراد کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک بہت بڑا بہتان آئے گا کہ وہ معاذ اللہ نیک نہ تھے اس لئے ان کو شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا حالانکہ ان کا نیک سیرت ہونا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

دسویں وجہ:۔ شرعی پردہ نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے تو فاسق کو نیک اور پارسا کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ہے

چچا زاد۔ پھوپھی زاد۔ ماموں زاد۔ خالہ زاد۔ دیور جیٹھ۔ بہنوئی۔ نندوئی۔ پھوپھا۔ خالو۔ شوہر کا چچا۔ شوہر کا ماموں۔ شوہر کا پھوپھا۔ شوہر کا خالو۔ شوہر کا بھتیجا۔ شوہر کا بھانجا۔ (شرعی پردہ) (شمارہ نمبر 53)

کبھی آپ نے سوچا؟

کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟

اے بہنو! عذاب بھگتنے سے پہلے پردہ کا اہتمام کرلو۔

میری بہن! اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ جن پانچ باتوں کا حکم ازواج مطہرات اور آپ کے واسطے سات آسمانوں کے اوپر سے نازل فرمایا ہے ان میں ایک پردہ کا حکم بھی ہے۔ آپ کیلئے سات آسمانوں کے اوپر سے پردہ کا نزول آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی عظمت کیا ہوگی کہ آپ کی عزت وآبرو کی حفاظت کیلئے اور آپ کو غنڈے اور بے حیاء لوگوں کی شیطانی نظروں سے بچانے کیلئے آسمانوں سے آپ کے حفاظتی انتظام کے احکام نازل ہورہے ہیں۔ اور خداتعالیٰ اس حکم کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ بھیج رہے ہیں۔ کہ جاؤ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم سنا کر آؤ۔

یاایھا النبی قل لا زواجک وبنا تک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفوراً رحیماً. (الاحزاب ۲۹)

ترجمہ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچے کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس میں بہت قریب ہے کہ پہچان میں آجائیں تو کوئی ان کو نہ ستائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

امام ثعلبی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب یہ آیت پڑھتی تھیں۔ **وقرن فی بیوتکن.** آیہ کہ ''تم اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح بے پردگی اختیار نہ کرو۔'' تو اس قدر روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہوجاتا تھا۔

اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ آپ اپنی دوسری بہنوں کی طرح کیوں حج اور عمرہ ادا نہیں کرتیں تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں حج اور عمرہ کرچکی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے گھر ہی میں ٹھہری رہوں۔

اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عائشہؓ اپنے حجرے کے دروازہ سے باہر نہ نکلتی تھیں حتیٰ کہ ان کے جنازہ نے ہی ان کو باہر نکالا۔

پردہ مسلمان عورتوں کا شعار ہے اور تقویٰ کا لباس، عزت واحترام کا تمغہ اور حیاء و احتشام کی دلیل ہے۔

شرعی حجاب عورت کو فاسقوں کی تکالیف سے بچاتا ہے۔ شرعی حجاب ہماری نوجوان بہنوں کو ان انسانی بھیڑیوں کی خون خوار نظروں سے بچاتا ہے، جن کا نشانہ صرف مومن اور مسلمان عورت کو شکار کرنا ہے اور ان کی طرف للچائی اور خبیث نگاہوں سے دیکھنا ہے۔

شرعی حجاب ہماری بہنوں کو حشمت و وقار کے قلعہ میں محفوظ رکھتا ہے جس وقت کہ وہ اپنی بعض حاجات کیلئے گھر سے باہر نکلتی ہیں۔

جہاں تک بے پردگی، بے حیائی کا تعلق ہے تو ان کے انجام برے اس کی تکلیف دردناک، اس کے خطرات عظیم، اس کی رسوائیاں بہت زیادہ اور اس کی برائیاں سب کو معلوم ہیں، یہ کفار و مشرکین اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید ہے۔

سی این این کی رپورٹ

۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء کو سی این این نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں ہر دوسری عورت پر مجرمانہ حملہ ہوتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ امریکہ کے بڑے بڑے بارونق شہروں کے پارکوں میں آئے دن صبح کے وقت نوجوان لڑکیوں کی برہنہ لاشیں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔ (تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا خط، مطبوعہ ماہنامہ الرشید لاہور دسمبر ۱۹۹۱ء)

یورپ میں عورتوں کے بارے میں مرد جس سنگدلانہ رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ برطانوی جریدے ''سکوائر'' کے حالیہ سروے کے مطابق نوجوان عورتوں کی اکثریت شادی سے گریزاں ہے، سروے کے مطابق ۱۸ سے ۳۶ برس کی عمر کی خواتین کی اکثریت نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا ہے کہ شادی کرنا لڑکے، لڑکی کے لئے آئیڈیل خوشی کا باعث ہے ان عورتوں کا کہنا ہے کہ مرد فطری طور پر بے وفا اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس لئے شادی کو خوشگوار عمل نہیں۔ (خبریں۔ لاہور ۱۸ اگست ۱۹۹۵ء)

اس کے علاوہ ماضی بعید سے تا حال جتنے بھی اخبارات میں آپ عورتوں کے اغواء قتل اور مجرمانہ حملوں کے اندوھناک واقعات پڑھتے ہیں اگر بغور وفکر اس کی وجوہات تلاش کریں تو وہ صرف اور صرف شرعی پردہ نہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں، شرعی پردہ نہ کرنا

معاشرہ کیلئے کتنا تباہ کن ہے خوب خوب غور فرمائیے۔

مسلمان! معزز خواتین کیلئے مزید غور طلب پہلو یہ بھی ہے جب وہ بے پردہ اور میک اپ سے آراستہ ہوکر بازاروں میں پھرتی ہیں تو ان کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ جن لوگوں کی بری نظریں ان پر پڑی ہیں اور ان کی نگاہیں زناء جیسی برے عمل کی مرتکب ہوتی ہیں۔ تو اس گناہ کا سبب وہ ہی خواتین بنتی ہیں۔

اس لئے ان مردوں کی بدعملی میں یہ خواتین بھی پوری پوری حصہ دار بنتی ہیں۔ ایک اچھی مسلمان بننے کا تقاضا ہے کہ خود بھی گناہ سے بچیں اور مردوں کیلئے گناہ کا سبب بننے سے بھی گریز کریں۔ اللہ پاک ہم سب کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق دیں۔ (شمارہ نمبر 11)

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں اکبر زمیں میں غیرت قوی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ پردہ، وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

بے پردگی کا رجحان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی فطرت میں دو ہی چیزیں شامل ہیں۔ ایک کمزوری اور دوسری پوشیدگی، تمہارے لئے ان کی کمزوری کا علاج خاموشی ہے اور پوشیدگی کی تدبیر چاردیواری ہے۔ (تحفہ النساء صفحہ ۶۱)

اس روایت میں عورت کی دو صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کمزوری اور دوسری پوشیدگی اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ پوشیدہ رہے۔ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ عورت اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر میں ہوتی ہے لیکن آج کل بے پردگی کا رجحان اس قدر بڑھتا جا رہا ہے۔ دیندار طبقہ بھی اس کے اثرات سے غیر محفوظ نظر آتا ہے۔ بڑی عمر کی خواتین جب بازار میں نکلتی ہیں تو اپنی جوان عمر بیٹیوں کو بھی ہمراہ لے جاتی ہیں مگر ان کی عقلی کمزوری کی انتہا ہے کہ خود جو کہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہیں برقعہ اور چادر میں ملبوس ہوتی ہیں اور جوان بیٹی کی جس کی وجہ سے فتنہ پھیلنے کا زیادہ امکان ہے اس کو بغیر برقعہ اور

چادر کے ہمراہ کر لیتی ہیں بلکہ بعض تو بغیر دوپٹہ اور نصف آستین والا لباس پہنا کر بیٹیوں کو بازار میں لاتی ہیں۔ گویا اپنے ہاتھوں اپنی بیٹیوں کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان کو بازار ہی نہ لایا جاتا لیکن اگر کسی وجہ سے لانا ضروری تھا تو کم از کم اپنے سے زیادہ نہیں تو اپنے برابر ہی اس کے پردے کا بھی خیال کر لیا ہوتا، یہ عمل شریعت کے خلاف تو ہے ہی مگر عقل اور غیرت اور حیاء فطری کے بھی خلاف ہے اور اس احتیاط کرنا انتہائی ضروری ہے۔

اسی طرح تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طالبات کی بے پردگی بھی انتہا کی حدود سے تجاوز کر چکی ہے چنانچہ ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ روزانہ بن سنور کر بے پردہ اور ننگے سر تن تنہا تعلیمی اداروں کی طرف آتی اور جاتی ہیں۔ جو انتہائی سنگین جرم اور گناہ بھی ہے اور اس میں ان کی عزت وآبرو کا عدم تحفظ بھی ہے۔ اور ایسی عورت جو کہ بے پردہ ہو کر لوگوں کے سامنے آئے اور لوگوں کو بدنگاہی کا موقعہ فراہم کرے اس پر اللہ کی طرف سے لعنت برستی ہے۔ دنیوی اداروں کی طالبات تو بجائے خود رہیں دینی اداروں میں پڑھنے والی طالبات کے بارے میں بھی سننے میں آتا ہے کہ وہ بھی پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ ان میں بھی بہت سی ایسی ہیں جو کہ مدارس کی طرف آتے جاتے چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھتی ہیں ان کا جرم دیگر خواتین کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے اس لئے کہ دیگر خواتین کے پاس علم نہیں اور مدارس دینیہ کی طالبات کو علم ہے اور ان کے پڑھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ خود بھی عمل کریں گی اور دیگر خواتین کو بھی اس کی تلقین کریں گی مگر یہ پڑھنے کے باوجود بھی عام عورتوں کی طرح بے پردگی کرتی ہیں تو یہ ان سے بڑھ کر مجرم ہیں چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ۔

ویل للجاھل مرۃ و ویل للعالم سبع مرات

یعنی جاہل کیلئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور عالم غلطی کرے تو اس کیلئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔ عالمہ بننا یا چار پانچ سالہ کورس کرنا عورتوں پر فرض ہے نہ واجب ہے، صرف بقدر ضرورت علم حاصل کرنا فرض ہے جو کہ تعلیم الاسلام بہشتی زیور کے پڑھنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کئی سالہ کورس کرنا صرف جائز ہے اس میں اگر خلاف شریعت کام ہونے لگے اور بے پردگی ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دینا ہی افضل ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو بار

بار گھر میں رہنے اور پوشیدہ رہنے کی تلقین کی ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے عورت کا گھر کے صحن کی بجائے برآمدہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور برآمدہ کی بجائے کمرہ اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اور زیادہ افضل ہے۔ نماز جو کہ ایک فرض ہے اس میں یہ ترغیب وتعلیم دی جا رہی ہے کہ اس کو گھر میں اور چھپ چھپ کر ادا کیا جائے اور تعلیمی اداروں کے کورس جو نہ فرض ہیں نہ واجب زیادہ سے زیادہ مستحب یا فرض کفایہ ہونگے ان کو حاصل کرنے کیلئے بے پردگی کرنا کہاں سے جائز ہوسکتا ہے؟ اس بنیاد پر ہمارے بعض اکابرین اس طرح کے تعلیمی اداروں کو پسند نہیں کرتے لیکن جن اکابرین نے انکو جاری کیا یا چلا رہے ہیں ان کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ طالبات کو دین کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل ہوتا کہ مستقبل میں وہ اپنے اپنے گھروں اور اپنی اولادوں کو دینی اصولوں کے مطابق چلا سکیں۔ لیکن جو طالبات خود ہی دینی اصولوں کی پابند نہ ہوں خود ہی پردے کا اہتمام نہ کرتی ہوں اور والدین کی خدمت وعظمت کو اہمیت نہ دیتی ہوں تو وہ مستقبل میں اپنے گھروں کو کس طرح دیندار بنائیں گی؟ اللہ تعالیٰ فہم نصیب فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 46)

پردہ اور ایک غیرت مند خاتون

پردہ کے متعلق ایک غیور مسلمان خاتون کے خط کا اقتباس:

انسانی فطرت اور تعلیم نبوی کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں حیاء عفت اور پردہ کا عقیدہ جزو ایمان تھا، لیکن مغربی تہذیب کے تسلط سے اب یہ حالت ہے کہ شاید ہمیں معلوم بھی نہیں کہ شرم وحیاء اور پردہ کس چیز کا نام ہے، مردوں کی نظر اور عورتوں کی حرمت وآبرو سے پہرے اٹھا دیئے گئے ہیں۔

تاہم ہمارے ایمانی اقدار کے بچے کھچے اثاثے میں اب بھی بہت سی غیور خواتین کے تذکرے سننے کو ملتے ہیں جنہیں دل کے کانوں سننے سے سوئے ضمیروں کو جھنجھوڑا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں ایک غیور مسلمان خاتون کا خط بھی پڑھ لیجئے، جو ہمارے مخدوم حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی مدظلہ کو موصول ہوا، وہ لکھتی ہیں:

''لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر پختہ ہو گیا ہے کہ حکومت پاکستان پردے کے خلاف ہے یہ خیال اس کوٹ کی وجہ سے ہوا ہے جو حکومت کی طرف سے حج کے موقع پر خواتین کیلئے پہننا ضروری قرار

دے دیا گیا ہے، یہ ایک زبردست غلطی ہے اگر پہچان کیلئے ضروری تھا تو نیلا برقعہ پہننے کو کہا جاتا۔''

حج کی جو کتاب رہنمائی کیلئے حجاج کو دی جاتی ہے اس میں تصویر کے ذریعے مرد عورت کو احرام کی حالت میں دکھایا گیا ہے، اول تو تصویر ہی غیر اسلامی فعل ہے۔ دوسرے عورت کی تصویر کے نیچے ایک جملہ لکھ کر ایک طرح سے پردے کی فرضیت سے انکار ہی کر دیا۔

وہ تکلیف وہ جملہ یہ ہے کہ ''اگر پردہ کرنا ہو تو منہ پر کوئی آڑ رکھیں تا کہ منہ پر کپڑا نہ لگے'' یہ تو فرض ہے، پھر کسی کی پسند یا ناپسند کا کیا سوال؟ بلکہ پردہ پہلے فرض ہے، حج بعد کو۔ کھلے چہرے ان کی تصویروں کے ذریعہ اخبارات میں نمائش، ٹی وی پر نمائش، یہ سب پردے کے احکام کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟

جب کوئی برائی پیدا ہو اس کو پیدا ہوتے ہی کچلنا چاہئے۔ جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو مصیبت بن جاتی ہے، علماء ہی کا فرض ہے کہ امت کو برائیوں سے بچائیں۔

تعلیمی ادارے جہاں قوم بنتی ہے غیر اسلامی لباس اور غیر زبان میں ابتدائی تعلیم کی وجہ سے قوم کیلئے سودمند ہونے کے بجائے نقصان کا باعث ہیں۔ معلم اور معلمات کو اسلامی عقائد اور طریقے اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے طالبات کیلئے چادر ضروری قرار دی گئی لیکن دوپٹے گلے میں پڑے ہیں، چادر کا مقصد جب ہی پورا ہو سکتا ہے جب معمر خواتین باپردہ ہوں۔

بچیوں کے ننھے ننھے ذہن چادر کو بار تصور کرتے ہیں جب وہ دیکھتی ہیں معلمہ اور اس کی اپنی ماں گلی بازاروں میں سر برہنہ نیم عریاں لباس میں ہیں تو چادر کا بوجھ کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگتا ہے بے پردگی ذہنوں میں جڑ پکڑ چکی ہے ضرورت ہے پردے کی فرضیت واضح کی جائے، اور بڑے لفظوں میں پوسٹر چھپوا کر تقسیم بھی کئے جائیں۔ اور مساجد، طبی ادارے، تعلیمی ادارے، مارکیٹ جہاں خواتین ایک وقت میں زیادہ تعداد میں شریک ہوتی ہیں، شادی ہال وغیرہ وہاں پردے کے احکام اور پردے کی فرضیت بتائی جائے۔ بے پردگی پر وہی گناہ ہوگا جو کسی فرض کو ترک کرنے پر ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد برائیاں بے پردگی کی وجہ سے وجہ میں آئی ہیں اور جب تک بے پردگی ہے برائیاں بھی رہیں گی۔

راجہ ظفر الحق صاحب مبارک ہستی ہیں اللہ پاک ان کو مخالفتوں کے سیلاب میں ثابت قدم رکھیں آمین۔ ٹی وی سے فحش اشتہار ہٹائے تو شور برپا ہو گیا۔ ہاکی ٹیم کا دورہ منسوخ ہونے سے ہمارے صحافی اور کالم نویس رنجیدہ ہو گئے۔ جو اخبار ہاتھ لگے دیکھئے، جلوہ رقص و نغمہ، حسن و جمال، روح کی غذا کہہ کر موسیقی کی وکالت! کوئی نام نہاد عالم ٹائی اور سوٹ کے بین الاقوامی لباس ثابت کر کے اپنی شناخت کو بھی مٹا رہے ہیں۔ ننھے بچے ٹائی کا وبال گلے میں ڈالے اسکول جاتے ہیں۔ کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جہاں غیروں کی نقل نہ ہو''۔

عورتوں کی فطری حیاء

فرمایا کہ عورتوں کے اندر فطرتاً حیاء ہوتی ہے ایک مقام پر ایک آزاد خیال رئیس نے اپنی بیوی سے پردہ توڑنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ ایک دن بندوق لے کر آئے کہ یا تو پردہ توڑ دو ورنہ آج ہی ختم کرتا ہوں اس نے کہا مرنا منظور ہے پردہ توڑنا منظور نہیں چنانچہ فائر کر دیا بیچاری نے جان دے دی (اللہ مغفرت کرے) مگر پردہ نہیں توڑا۔ (ملفوظات جلد ۱۱) (شمارہ نمبر 22)

غیرت ایمانی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ موسیٰ بن اسحاق قاضی کی عدالت میں ایک (برقعہ پوش) خاتون نے اپنے شوہر پر پانچ سو اشرفی مہر کا دعویٰ کیا، شوہر مہر کی اس مقدار کا منکر تھا، عورت کے وکیل نے دعویٰ کے ثبوت پر دو گواہ پیش کئے۔ دونوں گواہوں میں سے ایک نے مطالبہ کیا کہ میں عورت کا چہرہ دیکھ کر گواہی دوں گا، چنانچہ گواہ (چہرہ دیکھنے کے لئے) اور عورت (چہرہ دکھانے کے لئے) کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر شوہر کی غیرت کو جوش آ گیا اور اس نے کہا کہ آخر کس وجہ سے میری بیوی پر اجنبی مرد کی نظر ڈلوائی جا رہی ہے؟ میں قاضی کے سامنے خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے ذمے میری بیوی کے مہر کے پانچ سو دینار خالص سونے کے واجب ہیں، مگر میری بیوی اپنا چہرہ ہرگز نہ دکھائے۔ (شوہر کی اس غیرت وحمیت کا عورت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اس وقت وہ سارا مہر معاف کر دیا، یہ عجیب واقعہ دیکھ کر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس واقعہ کو مکارم اخلاق کے یادگار واقعات میں درج کیا جائے۔ (شمارہ نمبر 18)

شرابی معالج سے پرہیز

"سلطان عالمگیر کی بیگم جہاں زیب بانو بیگم کے سینے میں زخم ہوگیا۔ اس زمانہ کے ڈاکٹر مارٹن فرنگی (انگریز) نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کو حیدر آباد بلایا، مگر بیگم نے شرط لگائی کہ:

اگر وہ عورت شرابی نہیں ہے تو میرے بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے ورنہ اندر نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ وہ چالیس سال سے شراب نوش ہے، ملکہ نے کہا کہ

ایسی فاسقہ میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ آخر دو سال بیمار رہ کر ہی انتقال کر گئی، لیکن فاسقہ سے علاج نہیں کرایا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ (شمارہ نمبر 18)

خواتین کے اہم مسائل اور حل

عملیات سے معلوم کر کے کسی کو مجرم سمجھنا:

ان عملیات کے ذریعے کسی کو واقعۃً چور سمجھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک بالکل ناجائز ہے کیونکہ عوام حد احتیاط سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ صفحہ ۸۷/۴)

نابالغ بچے قرآن کریم کو بلا وضو چھو سکتے ہیں:

چھوٹے نابالغ بچوں پر وضو فرض نہیں ان کا بلا وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ (البتہ عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے) (مفتی یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

ناپاک کپڑے ہوں تو تلاوت کا حکم

نجاست کے قریب قرأت مکروہ ہے۔ نجس کپڑے پہن کر تلاوت جائز نہیں ہونی چاہئے۔ البتہ تسبیح وتہلیل مکروہ نہیں ہے۔ اور لحاف اگرچہ پاک بھی ہو تب بھی منہ ڈھانپ کر تلاوت نہ کرے۔ (جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے) لہٰذا بصورت ناپاکی تو بطریق اولیٰ منہ ڈھانپ کر تلاوت کرنا درست نہ ہوگا۔ (مفتی عبدالستار)

رشتہ کیلئے وظیفہ: نماز عشاء کے بعد اول وآخر ۱۱۔۱۱ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں گیارہ سو مرتبہ یالطیف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ رب العزت آپ کی مشکل کو

آسان فرمائے؟ (مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

نہانے کے بعد وضو غیر ضروری ہے: نہانے سے وضو بھی ہو جاتا ہے بعد میں وضو کی ضرورت نہیں۔ (مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

مرد وعورت کے رکوع میں فرق: مرد وعورت کے رکوع میں چند باتوں کا فرق ہے۔

(۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر، پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

(۲) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ رکھے۔

(۳) مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملالے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے۔ جیسا کہ شامی میں عورت کے رکوع کا طریقہ لکھا ہے کہ وہ معمولی سا جھکے گی اور انگلیاں نہیں کھولے گی اور گھٹنوں پر ہاتھ کو دے گی اور گھٹنوں کو خم دے اور بازوؤں کو پہلو سے جدا نہ کرے گی۔ الخ۔ اسی طرح عالمگیری میں بھی بڑی تفصیل سے اسے بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا واشنگ مشین کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں؟

دھلائی مشین میں صابن کے پانی میں کپڑوں کو دھویا جاتا ہے اور پھر اس میں پانی کو نکال کر اوپر سے نیا پانی ڈالا جاتا ہے اور یہ عمل بار بار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کپڑوں سے صابن نکل جاتا ہے۔ اس لئے دھلائی مشین میں دھلے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کا حکم:

اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلاشبہ وضو درست ہے، اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی بھی صورت میں درست نہیں اور اگر شک ہو تو بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کریں۔ اس کیساتھ ساتھ اگر وضو کر لیں تو درست ہو جائیگا جیسا کہ (فتاویٰ خانیہ، ج ا، صفحہ ۵ پر ہے) (مفتی انور)

کوایا مرغی کا دودھ یا پانی میں چونچ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوتا: وہ دودھ اور پانی پاک ہے۔

غریب والدہ نصاب بھر سونے کی زکوٰۃ زیور بیچ کر دے:
زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ یہ زیور نصاب کی مالیت کو پہنچتا ہو، زیور بیچ کر زکوٰۃ دی جائے۔(شمارہ نمبر 43)

عورت اذان کا جواب دے؟ عورتوں کو اذان کا جواب دینے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ مگر حیض ونفاس والی جواب نہ دیں۔

حلال پرندے کو شوقیہ پالنا جائز ہے: حلال پرندے کو گھر میں رکھ کر پالنا جائز ہے بشرطیکہ بندر کھنے کے علاوہ اس کو کوئی اور ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی خوراک کا خیال رکھے۔

نذر اور منت کی تعریف: نذر کے معنی ہیں کسی شرط پر کوئی عبادت اپنے ذمہ لے لینا مثلاً اگر فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گی اتنے روزے رکھوں گی بیت اللہ کا حج کروں گی یا اتنی رقم فقراء کو دوں گی وغیرہ اسی کو منت بھی کہا جاتا ہے منت اور نذر کا گوشت نہ خود استعمال کر سکتی ہے نہ کسی غنی کو دے سکتی ہے بلکہ اس کا گوشت فقراء پر تقسیم کرنا ضروری ہے۔

خلع کسے کہتے ہیں؟

خلع کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بوقت ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کر سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اسی کو واپس کر کے اس سے گلوخلاصی کر لے اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعہ لے لے اور عدالت کے ذریعہ جو خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہو سکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے اور اگر شوہر کے اس کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کر سکتی خلع سے ایک بائن طلاق ہو جاتی ہے اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

عورت کا بال کاٹنا:

بال قدرتی طور پر چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اس میں کوئی برابری کی بات نہیں ہے لہٰذا بال

نہ کاٹے جائیں چھوٹی بچیوں کے بال بھی بطور فیشن کاٹنا ممنوع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کا بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانا (فشل کرانا)

یہ فضول خرچی اور لغو کام ہے بلکہ دھوکے بازی بھی ہے۔ اپنی اصل رنگت کو چھپانا اور مصنوعی خوبصورتی کی نمائش کرنا ہے، اس قسم کے کاموں سے بچنا چاہیے عورت اپنے شوہر کی خاطر سادہ اور پرانے طریقے کے مطابق جو فیشن میں داخل نہیں اور فساق و فجار (گناہ گاروں) کیساتھ جسمیں مشابہت لازم نہ آتی ہو تو ایسی زیب وزینت کرسکتی ہے بلکہ مطلوب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

خاوند بیوی کو نام سے پکار سکتا ہے

مرد اپنی بیوی کو اس کے نام سے پکار سکتا ہے لیکن عورت اپنے خاوند کو اس کے نام سے نہ پکارے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی کی بناء پر مکروہ ہے۔ یکرہ ان یدعوا الرجل اباہ والمرأۃ زوجھا باسمہ. کذا فی السراجیہ. لہٰذا سردار وغیرہ تعظیمی الفاظ سے بلائے۔ بل لا بدمن لفظ یفید التعظیم کیا سیدی ونحوہ. (شامی ج ۵ صفحہ ۳۵۹) بچہ بچی کے نام سے ایک دوسرے کو پکارنا مناسب نہیں۔ ابو محمد وغیرہ کنیت شوہر کے لئے استعمال کرے۔ (اور شوہر اسے ام فلاں کہہ کر پکارے، یا جیسے اردو میں پرانے لوگ ''ماجد کی ماں''، فضل کی ماں وغیرہ کہہ کر اپنی بیویوں کو پکارتے ہیں یعنی اس صورت میں جب اسے نام لینے میں حجاب ہو یا کہیں وہ نام نہ لینا چاہتا ہو۔ مرتب)

تنبیہ:۔ ہم نے تمام مسائل باحوالہ دیئے ہیں اگر کسی مسئلے میں وضاحت کی ضرورت ہو تو مقامی علماء سے رجوع کریں۔ (شمارہ نمبر 44)

تربیت میں ماں کا کردار

آج ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں بچے کا یقین اللہ کے ساتھ بناتی ہوں! ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں صبح وشام کھانا کھلاتے کھلاتے اپنے بچے کو تربیت دیتی ہوں کہ ہر حال میں سچ بولنا ہے! ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ ذرا سی باپ نصیحت کردے تو ماں فوراً

کہتی ہے کہ بڑا ہوگا ٹھیک ہو جائے گا۔ تربیت نہ ہونے کیوجہ سے آج اولاد جب بڑی ہوتی ہے تو وہ اپنے ماں باپ سے یوں نفرت کرتی ہے جیسے کہ گناہ سے نفرت کی جاتی ہے۔ ماں اپنے مقام کو بھول گئی۔

ایک وقت تھا کہ صبح کی نماز عورتیں پڑھا کرتی تھیں اور بچوں کو اپنی گود میں لے کر کوئی سورۃ یاسین پڑھ رہی ہوتی تھی، کوئی سورہ واقعہ پڑھ رہی ہوتی تھی، کوئی قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تھی اور اس وقت بچے کے دل میں انوارات اتر رہے ہوتے تھے۔ آج وہ مائیں کہاں گئیں جو صبح کے وقت بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھا کرتی تھیں۔ آج تو سورج نکل جاتا ہے، بچہ بھی سویا ہوا ہے اور ماں بھی سوئی ہوتی ہے۔ شام کا وقت ہوتا ہے بچے کو ماں نے گود میں ڈالا، ادھر سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہوتی ہے ساتھ ہی بیٹھی ڈرامہ دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اے ماں جب تو ڈرامہ میں غیر محرم مردوں کو دیکھے گی موسیقی سنے گی اور غلط کام کرے گی اور ایسی حالت میں بیٹے کو دودھ پلائے گی تو بتا تیرا بیٹا جنید بغدادیؒ کیسے بنے گا؟ بتا کہ تیرا بیٹا عبدالقادر جیلانیؒ کیسے بنے گا؟ یہی وجہ ہے کہ اولاد کے اندر نیکی کے وہ اثرات جو منتقل ہونے چاہئیں ماں باپ سے، وہ منتقل نہیں ہوتے۔

ایک صحابیہ کا شوق تلاوت:

جس طرح مرد عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت بھی اگر عبادت کرے تو اللہ رب العزت کا تعلق اور معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک صحابیہؓ نے تنور پر روٹی لگائی اور اس کو اپنے سر پر رکھا اور چلتے ہوئے کہنے لگی۔ لے بہن! میرے تو تین پارے بھی مکمل ہو گئے اور میری روٹیاں بھی پک گئیں۔

تب پتہ چلا کہ یہ عورتیں جتنی دیر روٹی پکنے کے انتظار میں بیٹھی تھیں ان کی زبان پر قرآن جاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس دوران تین تین پارے قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کا ذوق عبادت

ایک وقت تھا کہ جب سارا دن عورتیں گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں اور جب

رات آتی تھی تو مصلیٰ کے اوپر رات گزار دیا کرتی تھیں۔سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی۔

• طبیعت میں ایسا سرور تھا، ایسا مزہ تھا، ایسی حلاوت نصیب ہوئی تلاوت قرآن میں پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں، حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ اب تو صبح کا وقت ہونے کو ہے۔تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی کتنی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔

ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹے ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا ایک آج ہماری مائیں بہنیں ہیں جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

چاشت کی نماز اور رزق میں برکت

ایک وقت تھا کہ جب خاوند تجارت کیلئے گھر سے نکلا کرتے تھے اور ان کی بیویاں مصلیٰ پر بیٹھ کر چاشت کی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی بیویاں اپنے دامن پھیلا کر اللہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔اے اللہ! میرا میاں اس وقت رزق حلال کیلئے محنت کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہے۔اس کے رزق میں برکت عطا فرما۔عورت رو رو کر دعا مانگ رہی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ مرد کے کام میں برکت دے رہے ہوتے تھے۔

کہاں گئیں وہ عورتیں جو گھر میں بیٹھ کر اپنے خاوندوں کی تجارت میں برکت کے لئے یوں دعا کریں۔اے بہن! تو نے جس گھر میں سو پچاس سال مشکل سے رہنا ہے اس گھر کو چمکا کے رکھتی ہے اور جس گھر میں تو نے ہمیشہ ہمیشہ جا کر رہنا ہے اس گھر کے بنانے کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ ہیں ایسی عورتیں! جو بتائیں کہ ہم تو روزانہ بیٹھ کر ایک گھنٹہ اللہ کا ذکر کرتی ہیں، ہم تو روزانہ دس پارے قرآن پاک پڑھتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی پر زندگی گزارنے اور اس دنیا میں بھی کامیابی کی توفیق نصیب فرما۔(از تربیتی بیانات) (شمارہ نمبر 56)

میک اپ کے نقصانات

حضرت انسان جس طرح جسم و روح سے مرکب ہے اسی طرح سیرت وصورت سے بھی

مرکب ہے۔ جسم انسانی سے روح نکل جائے تو اس بے روح میت کی جلد از جلد تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں اصل روح ہے اور جسم اس کے تابع ہے کہ جسم بھی اس وقت تک کار آمد ہے جب تک روح اس میں موجود ہے۔ بالکل اسی طرح حیات انسانی میں سیرت وصورت میں سیرت اصل ہے۔ صورت ہمیشہ انسان کو فتنوں میں ڈالتی ہے۔ سیرت ہمیشہ امن پیدا کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے۔ لیکن یوسف علیہ السلام جہاں جہاں مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اسکی وجہ خوبصورتی تھی۔ آپ کا حسن وجمال برادران کیلئے حسد کا سبب بنا۔ کنویں میں ڈالے گئے۔ مصر کے بازار میں بیچے گئے۔ غلام بنے اور زلیخا عاشق ہوئی۔ اسکی وجہ سے نو برس جیل گئے ان سب کا باعث صورت کی خوبصورتی تھی اور جب مصر کی سلطنت ملنے کا وقت آیا تو اس کی وجہ یہ بیان نہیں فرمائی کہ انی حسین جمیل۔ بلکہ یہ فرمایا انی حفیظ علیم. غرض جب فتنے میں پڑنے کا وقت آیا تو صورت اس کا سبب بنی۔ اور جب سلطنت ملنے کا وقت آیا تو سیرت آگے بڑھی۔ تو سیرت انسان کو بلندی پر پہنچاتی ہے۔

انسان کا خوبصورت ہونا کوئی کمال نہیں، بہت سے جانور بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ بہت سے درندے بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ شیر کی کھال ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے بہت اعلیٰ قسم کا کمبل اوڑھ لیا ہو۔ اگر خوبصورتی باعث ترقی ہوتی انہیں اشرف المخلوقات بنا دیا جاتا۔ اگر صورت معیار ہوتی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی تعریف نہ کرتا۔ امام عطا ابن ابی رباح کی کبھی تعریف نہ کرتے اس لیے کہ صورت کالی کلوٹی تھی لیکن سیرت سامنے تھی۔ اس لیے انکی آج تک عظمت و بڑائی کی جاتی ہے۔ معلوم ہوا صورت سے انسان انسان نہیں بنتا بلکہ سیرت سے آدمی آدمی بلکہ اشرف المخلوقات بنتا ہے۔

دور جدید میں بھی اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنی صورت سے زیادہ اپنی سیرت پر توجہ دیں۔ جس کو بقا و دوام ہے۔ جبکہ صورت سنوارنے کے چکروں میں مرد و عورت نے خود کو اتنا منہمک کر لیا ہے اصل چیز یعنی سیرت اس کی طرف کبھی التفات ہی نہیں رہا اور ظلم یہ کہ اس ظاہری حسن کی زیب وزینت میں عورت کی سبک رفتاری خطرناک حد تک

تمام شرعی و اخلاقی حدود سے متجاوز ہوتی چلی جا رہی ہے۔ وہ صنف نازک عورت جس کی آواز تک کو شریعت نے پردہ میں رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ جگہ جگہ عورتوں کو حسین بنانے کیلئے بیوٹی پارلر قائم ہو چکے ہیں۔ سائن بورڈ۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے حسین بننے کی جو خواہش عورتوں میں پیدا کی جاتی ہے اس خواہش کی تکمیل میں لاکھوں گھرانوں کا کروڑوں روپے برباد ہو رہے ہیں۔ جو اخروی لحاظ سے قابل گرفت فضول خرچی ہے ہی لیکن جو دنیاوی لحاظ سے بھی خسران عظیم ہے۔

میک اپ اور انسانی صحت

لندن (بی بی سی) ایک تحقیق کے مطابق اوسطاً ایک مرد اور عورت سال میں کل دو کلو گرام تک کاسمیٹکس کے ذریعے کیمیکلز اپنے جسم میں جذب کرتے ہیں۔ ان میں جلد کی کریمیں، شیمپو اور پرفیوم وغیرہ بھی شامل ہیں۔ پرفیوم کی بوتل میں 600 کے قریب سنتھیٹک کیمیکلز موجود ہوتے ہیں اور اس میں سے 95 فیصد پٹرولیم سے بنائے جاتے ہیں جو صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ پالشوں میں پائے جانے والے کیمیکل کے متعلق ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ تولید کے نظام کو متاثر کرتا ہے۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح وقت کو تھام لے اور کبھی بوڑھا نہ ہو۔ اس واسطے وہ چہرے پر جھریوں اور آنکھوں کے نیچے بننے والے حلقوں کو غائب کرنے کیلئے ہزاروں طرح کی کریمیں استعمال کرتا ہے۔ ان کریموں میں الفا اور بیٹا ہائیڈروکسی ایسڈز ہوتے ہیں جو جلد کی باہر والی تہہ کے ڈیڈ سیلز یا خلیوں کو جذب کرتے ہیں جس کی وجہ سے نئی جلد تو آ جاتی ہے لیکن وہ موٹی اور سخت ہوتی ہے۔ اس طرح چہرے کی نرمی کی کوششیں دراصل اسے سخت سے سخت تر بناتی چلی جاتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق ان مضر صحت چیزوں سے ایک بہت سادہ اور آسان حل ہے اور وہ ہے پانی۔ جتنا ہو سکے پانی پئیں۔ ہمارے خون میں بانوے فیصد پانی ہے اور باقی آٹھ فیصد دوسرے مرکبات اسی طرح ہمارے پورے جسم میں ساٹھ فیصد سے زیادہ پانی موجود ہے۔ زیادہ پانی پئیں تاکہ وہ جسم میں ہر جگہ چہرے تک پہنچے اور اسے تروتازہ اور شاداب رکھے۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)

بیوٹی پارلرز......شرعی حکم

خواتین کو آرائش وزیبائش کی تو اجازت ہے بشرطیکہ وہ حدود کے اندر ہو لیکن موجودہ دور میں بیوٹی پالرز کا جو ''پیشہ'' کہا جاتا ہے اس میں چند در چند قباحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ پیشہ حرام ہے اور وہ قباحتیں مختصراً یہ ہیں۔

1۔بعض جگہ مرد اس کام کو کرتے ہیں اور یہ خالصتاً بے حیائی ہے۔ 2۔ایسی خواتین بازاروں میں حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ یہ بھی بے حیائی ہے۔ 3۔ بیوٹی پارلر سے واپس آنے کے بعد مرد وعورت اور لڑکے ولڑکی میں امتیاز مشکل ہوتا ہے حالانکہ مرد کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت کرنا موجب لعنت ہے۔ 4۔بعض جگہ یہ ''مراکز حسن'' فحاشی کے خفیہ اڈے بھی ہیں۔ 5۔ عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے کاروبار کرنے والوں کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) دین وایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا اس لئے یہ ظاہری زیبائش باطنی بگاڑ کا ذریعہ بھی ہے۔ (شمارہ نمبر 57)

ایک خاتون کا درد بھرا خط

میں آپ کی توجہ ایک نہایت کرب انگیز مسئلہ کی طرف مبذول کروانا چاہتی ہوں۔ میں ایک غریب مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں، والد صاحب فوت ہو چکے ہیں، بوڑھی ماں اور ہم چھ بہنیں گھریلو دستکاری کا کام کر کے گزر اوقات کر رہی ہیں۔ ہماری غربت سے خائف ہمارے عزیز واقارب ہم سے روٹھ کر یعنی ہم سے اپنی جان چھڑا کر اپنی ہی دنیا میں مگن ہیں، ہمیں ان سے کوئی امید نہیں۔ میں اور میری دیگر دو بہنیں اپنی عمر کے ۳۴، ۳۲ اور ۲۹ سال گزار چکی ہیں اور اب تک شادی کے سلسلہ میں کوئی امید نہیں۔کیا دنیا صرف مردوں کیلئے بنائی گئی تھی؟ عورتوں، بچیوں اور لڑکیوں کے بارے میں ہمارا معاشرہ تضادات کا شکار کیوں ہے؟ عرب میں قبل از اسلام بچیوں کو پیدائش کے فوراً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور اب فرق صرف اتنا ہے وہ جوان ہو کر خدبخود زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔ پتہ نہیں آپ کو میری باتوں پر ہنسی آ رہی ہو گی یا ترس؟ ہماری یہ قابل رحم حالت کس وجہ سے ہوئی آپ نے کبھی

سوچا ہوگا؟ ہم ایک بیمار معاشرہ میں رہ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دے رکھی ہے آپ اپنے اخبار روزنامہ ''اسلام'' اورہفت روزہ ''ضرب مومن'' کے ذریعے جہاں دیگر مذہبی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں، اس شعبہ کی طرف فوراً بھرپور توجہ فرمائیں۔

دوسری تجویز یہ کہ تحریر وتقریر کے ساتھ ساتھ عملی طور پر علماء حق کی زیر نگرانی ہر شہر وقصبہ کی سطح پر شادی کروانے والی سوسائٹیاں بنوائیں۔ اس شعبہ میں پہلے جتنا کام ہورہا ہے یا تو ہندوانہ تہذیب کی ماری خواتین یا پھر مغرب زدہ خوائین پیش پیش ہیں۔ مذہبی لوگ اس شعبہ سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے شکاری کو دیکھ کر ہرن بھاگتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں ایک بیوی والے خاندان کا رواج ہے۔ ہر دور میں مردوں کی تعداد کم رہی ہے، مردوں کو دودو تین تین اور چار چار شادیاں کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔ مگر ہم ایک پر کیوں بضد ہیں؟ جو ماں اپنے بیٹے کیلئے، جو بہن اپنے بھائی کیلئے اور جو بیوی اپنے شوہر کیلئے دوسری شادی کی قائل نہیں ہے وہ ذرا اپنے آپ کو ہماری جگہ لاکر دیکھے تو اسے ہمارا مسئلہ سمجھ آجائے گا۔ کاش! ہمارا معاشرہ مسلمانوں کا معاشرہ ہوتا۔ (بشکریہ ضرب مومن)

میں بیوٹی پارلر نہیں جاؤنگی

میں اکثر بیوٹی پارلر جایا کرتی تھی اور ساتھ اپنی خالہ زاد بہن کو بھی لے جایا کرتی تھی۔ ہمیں دیکھ کر محلے کی لڑکیاں بھی بیوٹی پارلر سے میک اپ کروانے کیلئے جانے لگ گئیں، اس طرح بہت عرصہ گزر گیا کہ اچانک میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اسی جگہ بیوٹی پارلر میں بیٹھی ہوئی ہوں لیکن میرے چہرے کو کوئی خوفناک چیز اپنے پنجوں سے نوچ رہی ہے اور میرے ناخنوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ کھینچا جارہا ہے اور میں چیخیں مار مار کر لوگوں کو مدد کیلئے پکارتی ہوں، کوئی میری مدد کو نہیں آرہا، اسی خوف کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، میں اپنے چہرے کو خوفزدہ حالت میں ہاتھ لگا کر دیکھ رہی تھی اسی اثناء میں ہمارے محلے کی مسجد میں اذان فجر ہورہی تھی میں جلدی سے اٹھی اور ناخن تراش کے ساتھ اپنے لمبے لمبے ناخنوں کو تراشنے لگی، پھر میں نے وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ یا اللہ آئندہ

وہ کام کبھی نہیں کروں گی جن کاموں میں تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو اور جن کاموں میں اُمہات المومنین کی زندگیوں کے طرز عمل کی خلاف ورزی ہو۔

آج ہمارے دل میں سے دین اٹھ چکا ہے، میں اپنی تمام مسلمان بہنوں اور ماؤں سے اپیل کرتی ہوں کہ خداوند کریم کا واسطہ! ان گناہوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بشکریہ: (ضرب مومن وخواتین کا اسلام)

اسلامی تعلیمات کا اہم باب

معاملات کی درستگی

سیرت طیبہ کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی معاملات کے بارے میں احتیاط اور حکیمانہ ہدایات

اسلام اور معاملات.... قرض کی ادائیگی کی فکر کیجئے

درستگی معاملات..... جھگڑوں سے نجات

علم میراث کی اہمیت.... تقسیم وراثت کی برکات

حکیم الامت تھانویؒ اور صفائی معاملات

مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کو صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز حاصل تھا چنانچہ خود فرماتے تھے، اتنا چاہتا ہوں کہ صاف بات ہو، جو معاملہ ہو ایک طرف ہو کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ لوگوں کو ان کی خدمت انجام دے کر فارغ کرنا چاہتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ)

اپنے معمولات میں دوسروں کی راحت کی تدابیر

میں نے اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں یہ ہی میرا اصل مذاق ہے اور صرف اپنی ہی راحت مقصود نہیں دوسروں کی راحت کا بھی خیال رکھتا ہوں۔ اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کا کیا خیال ہوگا کہ راستہ چلنے میں بھی اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اگر پشت کی جانب سے کسی آنے والے کی آہٹ معلوم ہوتی ہے تو میں سڑک کے کنارے ہو جاتا ہوں تاکہ اس آنے والے کو راستہ کی کوئی تنگی نہ ہو آزادی سے چلا جائے حالانکہ بعض مرتبہ وہ آنے والا بھنگی ہوتا ہے چمار ہوتا ہے مگر میں اس کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ بچ کر نکل جائے بلکہ خود ہی بچ جاتا ہوں۔ میں بحمد للہ ہر امر میں اس کا لحاظ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی پر ذرہ برابر گرانی نہ ہو بار نہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ)

حقوق مدرسہ وحقوق مدرسین سے متعلق صفائی معاملات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنے کا وقت اس میں خود لکھ دیا کریں۔ میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور

مدرسہ کی رقم زائد دے دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینہ کے ختم پر منٹ تک جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلاواسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔ (الافاضات الیومیہ)

اہل خانہ سے صفائی معاملات

فرمایا سہواً کبھی خلاف ہو گیا تو ہو گیا ہو لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھا کر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں برتن اٹھوالو گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جوان کو اپنے گھر میں محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام چاہئے پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لئے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہہ دیتا ہوں وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست ان ہی کی محکوم ہے اس لئے میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں پھر اجنبی عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

گھر میں جو چیز اٹھاتا ہوں بعد فراغت اس کو وہیں جا کر رکھتا ہوں جہاں وہ رکھی تھی تا کہ جس نے رکھی ہے وہ پریشان نہ ہو اور ڈھونڈنا نہ پڑے۔

گھر رات کو سوتے وقت احتیاطاً لوٹے میں پانی بھر کر رکھ دیتی ہیں اگر مجھے کبھی پانی کے استعمال کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹا بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو نہ بھرنا پڑے۔

اسی ضمن میں ارشاد فرمایا مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم ضروری جزو ہے اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لئے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ لے بھی لیتے ہیں۔ میں ان کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوں۔ میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس کا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلائے میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔ (اسعد الابرار)

اسی لئے حضرت حکیم الامتؒ جب اپنے گھر والوں سے قرض لیا کرتے تو اسے باقاعدگی

سے واپس فرماتے۔ایک مرتبہ بڑی پیرانی صاحبہؒ سے ایک روپیہ لیا، رات کوخیال آ گیا دیکھا تو وہ جاگ رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ انہوں نے کہا اسے ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ارشاد فرمایا مجھے واپس کئے بغیر نیند نہ آئے گی۔ چنانچہ انہوں نے لے لیا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ اعظم گڑھ کے سفر میں فتوحات سے ایک ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ میرے اوپر اتنے روپیہ کا رکھنا بار ہو گیا۔ کیا کہوں ضعف قلب ہے زیادہ چیزوں کا بھی ملک میں ہونا گراں ہوتا ہے۔ میں نے پانچ سو کی چوڑیاں گھر والوں کو بنوا کر دیں اور پانچ سو ان کو نقد دے دیا۔ ان سے تو ظاہر نہیں کیا لیکن بجائے کرایہ کے میں نے وہ چوڑیاں بنوا دیں کیونکہ میں ان کے گھر میں رہتا ہوں۔ هل جزاءُ الا حسان الا الاحسان. کیونکہ حضرت حکیم الامتؒ ان کو مکان حق مہر میں دے چکے تھے۔(حسن العزیز)

یہاں تک کہ وصال سے تقریباً دو تین گھنٹے قبل چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ میں دونوں کو ماہوار خرچ دے چکا ہوں۔ انہوں نے تسلی دی کہ بہت کچھ مل چکا ہے ہمارے پاس خرچ کافی موجود ہے آپ دے چکے ہیں تسلی رکھیں۔(خاتمه السوانح)

مالی معاملات کو لکھنے کی تاکید

مالی معاملات کو ہمیشہ لکھنے کی تاکید فرماتے چنانچہ فرمایا، کانپور میں ایک شخص کا قرضہ دو مرتبہ ادا کیا، مجھے یاد تھا کہ میں دے چکا ہوں لیکن اس نے اعتبار نہ کیا اور کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تسئموا ان تكتبوه صغيراً او كبيراً الیٰ اجله۔ یعنی لکھنے سے اکتاؤ نہیں، چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا (مقالات حکمت)

معاملات کو لکھنے کا فائدہ

ایک مولوی صاحب نے برتن استعمال کیلئے حضرت والا کے یہاں سے منگا لئے تھے۔ حضرت والا نے بوجہ اس کے کہ مختلف گھروں کے تھے انہیں تحریر فرما لیا کہ فلاں فلاں برتن فلاں فلاں جگہ کے ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے معاملات کو لکھ لو ذالک ادنیٰ الا ترتابوا آجکل یہ عیب میں داخل ہے کہ بڑے وہمی آدمی ہیں۔ بعض دفعہ یاد نہیں

آتی کہ کس نے فلاں چیز لی تھی تو پریشانی ہوتی ہے۔(حسن العزیز)

اسی ضمن میں خود ارشاد فرمایا کہ منجملہ اور معمولات کے میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ قرض کی یاداشت کیلئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جسکو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو یہ اقساط ادا کرنے والے کے سامنے اس میں وصول لکھ لیتا ہوں اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول لکھ لیا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف سے اطمنان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے تحت ہوگا اس میں الجھن یا پریشانی نہ ہوگی آجکل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ لیا ہے(الافاضات الیومیہ)

فرضِ منصبی

ایک دفعہ جب حکیم الامت حضرت تھانویؒ بیمار ہوئے اور کمزوری کے سبب حضرتؒ کا ایک خادم آپ کو سائیکل رکشہ طرز کی گاڑی میں بٹھا کر خانقاہ امدادیہ کی طرف لا رہا تھا، تو راستے میں ایک بھنگی سڑک صاف کر رہا تھا، گرد بہت اڑ رہی تھی۔ خادم نے بھنگی سے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے! حضرتؒ گزر جائیں، حضرت نے خادم کی بات سن لی۔ فرمایا

"وہ شخص اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے، اس کو فرض منصبی ادا کرنے سے روکتے ہو، مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو۔ مت روکو"۔(مکتوبات اشرفیہ)

معاملات اور فکر آخرت!

☆ شاہ لطف رسول صاحبؒ ایک بزرگ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ تھانہ بھون ہی میں قیام رہتا تھا۔ ان کے پاس ایک کارڈ بیرنگ آیا(پہلے کارڈ بھی لفافہ کی طرح بیرنگ چلتے تھے)انہوں نے بے ضرورت سمجھ کر اس کو بغیر پڑھے ہوئے واپس کر دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: "آپ کارڈ کا مضمون تو پڑھ لیتے پھر ہی واپس کرتے" شاہ صاحب نے فرمایا کہ: "مضمون پڑھ لینے کے بعد واپس کرنا خیانت ہوتی۔ کیونکہ کارڈ سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے وہ فائدہ میں اٹھا لیتا اور ڈاکخانہ کو اس کی

خدمت کا معاوضہ نہ ملنا۔

ف:۔ ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات پر نظر انہیں لوگوں کی جاتی ہے جن کے دل پر آخرت کی فکر اور خوف خدا چھایا ہوا ہو۔ (مجالس حکیم الامت)

صفائی معاملات کا قحط

ارشاد فرمایا کہ روز مرہ کے معاملات میں لوگ ادھوری بات کرتے ہیں جس سے دوسرے کو پریشانی ہوتی ہے تکلیف ہوتی ہے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیے گویا یہ سلوک ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے آجکل لوگوں نے وظائف اور اوراد کو اصل سمجھ کر معاشرت کے تمام احکام سے نظر ہٹالی جو سخت دھوکہ ہے اور اشد غلطی ہے بات ہمیشہ پوری کہنا چاہیے پوری بات کرنے سے کبھی پریشانی نہیں ہوتی میں تو رات دن اسی ہی کی تعلیم کرتا ہوں۔ ایک صاحب یہاں پر تشریف لائے تھے پہلا موقع تھا مجھ کو اجنبی شخص کی خدمت کرنے سے بجائے راحت کے گرانی اور کلفت ہوتی ہے میں مکان کے ارادہ سے چلا انہوں نے دوڑ کر جوتے کا جوڑا میرے ہاتھ سے لینا چاہا میں نے انکار کیا اس پر اصرار کیا سخت پریشانی ہوئی میں نے کہا کہ اپنا جی چاہا کرتے ہو تو کر لو جوتا لئے کھڑے رہو میں ننگے پیر چلا جاؤں گا لوگ اس طرح پر ایذائیں پہنچاتے ہیں کچھ نہیں محض تمرد اور سرکشی ہے اطاعت کا مادہ ہی لوگوں میں نہیں رہا کہاں تک اصلاح کی جائے۔

حقوق العباد کی اہمیت سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

حنین کی فتح کے بعد مقام جعرانہ میں پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ ابھی اموال غنیمت تقسیم ہو رہے تھے کہ دفعتہً ہوزن کے چودہ سرداروں کا ایک وفد زہیر بن مرد کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو یرقان بھی تھے انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ درخواست ہے کہ ہمارے اہل وعیال اور اموال ہمیں واپس دے دیئے جائیں اس درخواست میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بہ سلسلہ رضاعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش وعزیز ہیں، اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر احسان فرمائیں، رئیس وفد ایک شاعر آدمی تھا، اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم بادشاہ روم یا شاہ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیش نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کورد نہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا، ایک طرف ان لوگوں پر رحم وکرم کا تقاضا یہ کہ ان کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کردیئے جائیں، دوسری طرف یہ کہ اموال غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کردینا ازروئے انصاف درست نہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے، جو ان اموال کے حق دار ہیں، میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو، یا اموال غنیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کرو وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے، سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جس میں حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ:

یہ تمہارے بھائی تائب ہوکر آگئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دیدیئے جائیں۔ تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنا حصہ واپس دینے کیلئے تیار ہوں وہ احسان کریں جو اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فئی میں سے اس کا بدلہ دیدیں گے''۔

حقوق کے معاملہ میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے عوامی جلسوں کی آوازیں کافی نہیں، ہر ایک سے علیحدہ رائے معلوم کرنا چاہئے۔

مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عدل وانصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون ایسے ہیں جو شرما شرمی خاموش رہے، معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے، اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حقوق کے معاملہ میں جب تک خوش دلی کا اطمینان نہ ہو جائے کسی کا حق لینا جائز نہیں، مجمع کے رعب یا لوگوں کی شرم سے کسی کا خاموش رہنا رضامندی کے لئے کافی نہیں، اسی کو حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی وجاہت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لئے چندہ کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ ایسی حالت میں بہت سے شریف آدمی محض شرما شرمی کچھ دیدیتے ہیں، پوری رضامندی نہیں ہوتی، اس طرح کے مال میں برکت بھی نہیں ہوتی۔(مزید تفصیل ملاحظہ فرمایئے تفسیر معارف القرآن)

ف: حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے بچے ورنہ آخرت میں تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلوائی جائیں گی۔اللھم احفظنا. آمین

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اقبال مرحوم کا ایک شعر بہت پڑھا کرتے تھے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

مطلب یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدا فرمائی ہے۔اگر غور کرو گے تو ہر ایک کے اندر حکمت اور مصلحت نظر آئے گی لیکن ہوتا یہ ہے کہ آدمی صرف برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے...... اچھائیوں کی طرف نگاہ نہیں کرتا اس وجہ سے بددل ہو کر ظلم اور ناانصافی کا ارتکاب کرتا ہے۔(ارشادات اکابر)

صفائی معاملات

صفائی معاملات: دین کا اہم رکن معاملات کی درستی اور صفائی'' ہے۔ یعنی انسان کا معاملات میں اچھا اور خوش معاملہ ہونا یہ دین کا بہت اہم باب ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ دین کا جتنا اہم باب ہے ہم لوگوں نے اتنا ہی اس کو اپنی زندگی سے خارج کررکھا ہے۔ ہم نے دین کو صرف چند عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ، وظائف اور اوراد میں منحصر کرلیا ہے، لیکن روپے پیسے کے لین دین کا جو باب ہے، اس کو ہم نے بالکل آزاد چھوڑا ہوا ہے گویا کہ دین سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ اسلامی شریعت کا جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ عبادات سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں، اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں۔

تین چوتھائی دین معاملات میں ہے: فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہمارے تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور اس کتاب کو پڑھ کر لوگ عالم بنتے ہیں۔ اس کا نام ہے ''ہدایہ'' اس کتاب میں طہارت سے لے کر میراث تک شریعت کے جتنے احکام ہیں، وہ سب اس میں جمع ہیں۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں، پہلی جلد عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت کے احکام، نماز کے احکام، زکوٰۃ، روزے اور حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور باقی تین جلدیں معاملات یا معاشرت کے احکام سے متعلق ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ دین کے احکام کا ایک چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے اور تین چوتھائی حصہ معاملات سے متعلق ہے۔

معاملات کی خرابی کا عبادات پر اثر

پھر اللہ تعالیٰ نے معاملات کا یہ مقام رکھا کہ اگر انسان روپے پیسے کے معاملات میں حلال وحرام کا اور جائز وناجائز کا امتیاز نہ رکھے تو عبادات ادا ہوجائیں گی لیکن ان کا اجر وثواب اور قبولیت موقوف ہوجاتی ہے۔

دوسری جتنی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہوجائے تو اس کی تلافی آسان ہے مثلاً نمازیں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کرلو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کرسکے تو وصیت کرجاؤ کہ اگر میں مرجاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں سے اس کا فدیہ ادا کردیا جائے اور توبہ کرلو۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تلافی ہوجائے

گی۔لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھالیا تو اس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے۔چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو۔اس لئے معاملات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے۔

حضرت تھانویؒ اور معاملات

اس وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اولیت حاصل تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل، اور وظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ ان کو پورا کرلو۔لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے روپے پیسے کے معاملے میں گڑبڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ایسا چندہ حلال نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسوں کے چندے اور انجمنوں کے چندے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ چندہ اس طرح وصول کرنا کہ دوسرا شخص دباؤ کے تحت چندہ دیدے، ایسا چندہ حلال نہیں۔مثلاً آپ نے مجمع عام میں چندہ لینا شروع کر دیا، اس مجمع میں ایک آدمی شرما شرمی میں یہ سوچ کر چندہ دے رہا ہے کہ اتنے سارے لوگ چندہ دے رہے ہیں اور میں چندہ نہ دوں تو میری ناک کٹ جائے گی، اور دل کے اندر چندہ دینے کی خواہش نہیں تھی، تو یہ چندہ خوش دلی کے بغیر دیا گیا یہ ''چندہ'' لینے والے کے لئے حلال نہیں۔اس موضوع پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اور اس میں یہ احکام لکھے ہیں کہ کس حالت میں چندہ لینا جائز ہے اور کس حالت میں چندہ دینا جائز نہیں۔(وعظ معاملات صاف رکھیں)

انسان کی پہچان معاملات سے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: معاملات اور اخلاق سے انسان کی پہچان ہوتی ہے ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کی

گواہی دے سکے؟ کسی صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کی گواہی دے دیتا ہوں۔آپ نے پوچھا کہ تو کس بنا پر گواہی دیتا ہے۔کیا تو نے اس کو صرف نماز پڑھتے دیکھا ہے یا کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے یا کبھی اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے؟اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کی پہچان معاملات سے ہوتی ہے۔

حقیقت تصوف:

فرمایا: کہ بعض لوگوں نے صرف تسبیح گھمانے چلے کاٹنے کو تصوف کا نام دے دیا۔ حالانکہ یہ تو ذرائع ہیں مقصد ان سب چیزوں کا یہ ہے کہ ہم دین پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائیں۔ہاتھ میں تسبیح ہو اور کم تولیں یا جھوٹ بولیں تو پھر اس تسبیح کا کیا فائدہ؟اسی لئے ایک بزرگ کہتے تھے کہ لوگ انسان تو بنتے نہیں ولی بننے کے چکر میں رہتے ہیں۔اگر تم صحیح انسان بن جاؤ گے تو ولی بھی بن جاؤ گے۔فرمایا! جن درویشوں نے ظاہر حکم پر عمل کیا یعنی حکم کا مقصد ہی نہ سمجھا وہ فیل ہو گئے اور جس نے حکم کی روح کو سمجھا وہ کامیاب وکامران ہوا۔

ایک محدث کو خواب میں زیارت نبوی اور خفگی کا اظہار

فرمایا ایک محدث کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔مکان کچا تھا ایک بار جب حدیثیں لکھتے ہوئے ورق پلٹنے کی نوبت آئی تو سیاہی خشک نہ ہوتی تھی۔اس زمانہ میں سیاہی چوس یا چاک وغیرہ تو ہوتے نہیں تھے۔اس لئے گیلی سیاہی پر مٹی ڈال کر خشک کیا کرتے تھے۔چنانچہ محدث نے مکان کی کچی دیوار سے مٹی کھرچ کر سیاہی پر ڈالنا چاہی مگر فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ مکان تو کرائے کا ہے۔میرا ذاتی مکان نہیں ہے۔اس لئے بغیر مالک مکان سے پوچھے یہ مٹی ڈالنا میرے لئے جائز نہیں مگر پھر خود ہی خیال کیا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے اور مالک مکان کون سا اس سے منع کرے گا؟ چنانچہ تھوڑی سی مٹی دیوار سے کھرچ کر ورق پر ڈال لی۔ لیکن محدث جب رات کو سوئے تو خواب میں سرکار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفا ہو کے فرمایا! کہ کل قیامت میں تجھے اس بات کا پتہ چلے گا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ چنانچہ محدث صبح کو اٹھتے ہی مالک مکان کے ہاں پہنچے اور

ان سے مٹی کھرچنے کا واقعہ سنایا اور معافی مانگی۔ مالک مکان سے کہا کہ میں نے معاف کیا اور آئندہ آپ کو اجازت ہے۔ جب بھی ضرورت پڑے آپ مٹی کھرچ سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا واقعہ

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ سنایا کہ ایک بار آپ بازار میں جارہے تھے۔ آپ نے دور سے ایک واقف کار کو دیکھا۔ اس شخص نے بھی آپ کو دیکھ لیا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ مگر اس شخص نے چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قرض دینا تھا اور معیاد بھی گزر چکی تھی۔ اس لئے اس نے آپ کو دیکھا ان دیکھا کر دیا اور مجمع میں گھس کر ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کی مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بڑھ کر اسے جا لیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: کہ مجھے دیکھ کر تیرے دل کو جو شرمندگی ہوئی دھچکا لگا وہ تو مجھے معاف کر دے اور میں اپنا قرض تجھے معاف کرتا ہوں۔ میری اس زندگی کا کیا فائدہ اگر کوئی مسلمان مجھے دیکھ کر کترانے کی کوشش کریں۔

فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہی واقعہ ہے کہ آپ کو کسی سے قرض واپس لینا تھا۔ چنانچہ آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آپ دھوپ میں کھڑے رہے مگر اس کے مکان کے سایہ میں کھڑے نہ ہوئے۔ جب مالک مکان نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے تجھے قرض دیا ہوا ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میں تم سے اتنا بھی فائدہ حاصل کروں۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تمہارے مکان کے سایہ میں کھڑے ہونا سود میں شامل نہ ہو جائے۔ حالانکہ فتویٰ کی رو سے ایسی کوئی بات نہ تھی۔ مگر یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ تھا۔

حقوق العباد

جس شخص کو آخرت کی فکر ہو وہ کس طرح چین سے بیٹھے:

حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں بیت المال کے اونٹ کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھا پیچھے بھاگے کہ حضرت ایسی گرمی میں کہاں، فرمایا بیت المال کا اونٹ تلاش کرنے جاتا ہوں عرض کیا میں اپنے خادم کو بھیجتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں فرمایا قیامت کے دن نہ تجھ سے سوال ہوگا نہ تیرے خادم سے۔

تب ہی تو جب لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ آپ نے اس قدر سخت مزاج کو حاکم بنا دیا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے فرمایا میں کہوں گا کہ اے اللہ جس شخص سے بہتر تیری زمین پر کوئی نہیں اس کو میں نے خلیفہ بنایا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ایک سال بعد خواب میں دیکھا گیا کہ پسینہ پیشانی سے پونچھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج حساب سے فارغ ہوا ہوں خدائے تعالیٰ کا کرم نہ ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔ (ابن عساکر)

شریعت میں کافر فاسق فاجر بلکہ جانوروں تک کے حقوق ہیں

بعض لوگ بیوی کے حقوق ضائع کرتے رہتے ہیں اکثر عورتیں مظلوم ہیں اور بعض نے عورت کو قبلہ بنا رکھا ہے اور بعض نے مظلوم۔ ایک میاں جی کے پاس باہر سے کسی رئیس کا خط پہنچا جس کو اونچی ملازمت مل گئی تھی وہ رونے لگے بیوی سے کہا کہ تم بھی رو دو، محلے والوں کو کہا کہ تم بھی رو دو، پھر بتاؤں گا۔ پھر بتایا سب حیران ہوگئے کہ یہ ہنسنے کی بات تھی۔ جواب دیا (اونچی ملازمت ملنے پر) سب کے حقوق مارے جائیں گے۔

ایک دھوکے باز کا قصہ

ایک دھوکے باز کا قصہ جو گندم سے اپنا خرچہ نکال کر مٹی اور تنکے ڈال دیتا تھا۔ تین دفعہ قبر کھودی گئی سانپ نکلا حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا فرمایا اسی میں دفن کردو یہ اس کے اعمال ہیں ساری زمین میں یہی ہوگا۔

شیخ احمد رفاعیؒ کا عجیب واقعہ

شیخ احمد کبیر رفاعیؒ کا یہ معمول تھا اذان ہوتے ہی مسجد میں چلے جاتے ایک دفعہ کسی سبب سے کرتہ اتارا ہوا تھا اور خود کسی کام میں مشغول تھے ایک بلی آ کر کرتے پر سوگئی اور اس کو نیند آ گئی۔ ادھر اذان ہوگئی حضرت نماز کو جانے کیلئے متفکر ہوئے نہ جماعت میں تاخیر کرسکیں' نہ بلی کی نیند خراب کرنا مناسب اور نہ اور کرتہ موجود آخر یوں کیا کہ قینچی لے کر بلی کے ادھر ادھر سے کرتہ کاٹ دیا اور کرتہ پہن کر مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے واپس آئے تو بلی جا چکی تھی پڑے ہوئے ٹکڑوں کو کرتہ کے ساتھ سی لیا یہ تھے اللہ والے جو جانوروں کے حقوق ادا کرتے۔

ایک دفعہ مچھر ان کو کاٹ رہا تھا اور ان کا خون پی رہا تھا ایک شخص نے ہٹانے کا قصد کیا فرمایا چھوڑو بیچارا بھوکا ہوگا۔ کتنا خون پی لے گا (یعنی بس ذراسا)۔

فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس برتن میں کھانا کوئی دے اس میں نہ کھائے مگر یہ کہ کھانا خراب ہونے کا خطرہ ہو۔ آجکل لوگ قرض لے کر واپس کرنا نہیں جانتے اسی طرح مہمان کے لئے کھانے کی اباحت (اجازت) ہوتی ہے اس کو اس قدر بھی حق نہیں کہ بلی یا کتے کو ٹکڑا پھینکے لوگ غضب کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کر لیتے ہیں۔

گر گزندت رسد تحمل کن کہ بعفو از گناہ پاک شوی

ترجمہ: اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کر اسلئے کہ معاف کرنے سے تو گناہ سے پاک ہوجائیگا۔

اسلام اور معاملات

باپ کے انتقال پر میراث کی تقسیم فوراً کریں:

جب باپ کا انتقال ہوجائے تو شریعت کا حکم ہے کہ فوراً میراث تقسیم کرو، میراث تقسیم کرنے میں دیر کرنا حرام ہے۔ لیکن آج کل یہ ہوتا ہے کہ باپ کے انتقال پر میراث تقسیم نہیں ہوتی، اور جو بڑا بیٹا ہوتا ہے وہ کاروبار پر قابض ہوجاتا ہے۔ اور بیٹیاں خاموش بیٹھی رہتی ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کیا حق ہے اور کیا نہیں ہے؟ یہاں تک کہ اسی حالت میں دس اور بیس سال گزر گئے۔ اور پھر اس دوران کسی اور کا بھی انتقال ہوگیا۔ یا کسی بھائی نے اس کاروبار میں اپنا پیسہ ملا دیا، پھر سالہا سال گزرنے کے بعد جب ان کی اولاد بڑی ہوئی تو اب جھگڑے انتہاء کی حد تک پہنچے تو اب مفتی صاحب کے پاس چلے آئے کہ اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں مفتی صاحب بیچارے ایسے وقت میں کیا کریں گے۔

مشترک مکان کی تعمیر میں حصہ داروں کا حصہ

یا مثلاً ایک مکان بن رہا ہے، تعمیر کے دوران کچھ پیسے باپ نے لگادیے، کچھ پیسے ایک بڑے بیٹے نے لگادیئے، کچھ تیسرے بیٹے نے لگادیئے۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ کون کس حساب سے کس طرح سے کس تناسب سے لگا رہا ہے، اور یہ بھی پتہ نہیں کہ جو پیسے تم لگا رہے ہو وہ آیا

بطور قرض کے دے رہے ہو اس کو واپس لو گے، یا مکان میں حصہ دار بن رہے ہو، یا بطور امداد اور تعاون کے پیسے دے رہے ہو، اس کا کچھ پتہ نہیں، اب مکان تعمیر ہو گیا اور اس میں رہنا شروع کر دیا۔ اب جب باپ کا انتقال ہوا یا آپس میں دوسرے مسائل پیدا ہو گئے تو مکان پر جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اب مفتی صاحب کے پاس چلے آئے ہیں کہ فلاں بھائی کہتا ہے کہ میرا اتنا حصہ ہے، دوسرا کہتا ہے کہ مجھے اتنا ملنا چاہئے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ جب تم نے اس مکان کی تعمیر میں پیسے دیئے تھے، اس وقت تمہاری کیا نیت تھی؟ کیا تم نے بطور قرض دیے تھے؟ یا تم مکان میں حصہ دار بننا چاہتے تھے؟ یا باپ کی مدد کرنا چاہتے تھے؟ تو یہ جواب ملتا ہے کہ ہم نے تو پیسے دیتے وقت کچھ سوچا ہی نہیں تھا، نہ تو ہم نے مدد کے بارے میں سوچا تھا اور نہ حصہ داری کے بارے میں سوچا تھا، جب ڈور الجھ گئی اور سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تو اب مفتی صاحب کی مصیبت آئی کہ اس کا حل نکالیں۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ معاملات کے بارے میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ نفلیں ہو رہی ہیں تہجد کی نماز ہو رہی ہے۔ اشراق کی نماز ہو رہی ہے۔ لیکن معاملات میں سب الم غلم ہو رہا ہے، کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ سب کام حرام ہو رہا ہے۔ جب یہ معلوم نہیں کہ میرا حق کتنا ہے اور دوسرے کا حق کتنا ہے، تو اس صورت میں جو کچھ تم اس میں سے کھا رہے ہو، اس کے حلال ہونے میں بھی شبہ ہے۔ جائز نہیں۔

حکیم الامت اور صفائی معاملات

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے یہاں معاملات کی جس قدر صفائی تھی اسکی مثال کمتر ملتی ہے۔ اپنے مریدوں کو بھی اسکی تاکید کر رکھی تھی اور وابستہ دوسرے لوگوں کو بھی، اور ساتھ ہی اپنی ذات کو بھی، حقوق العباد کا معاملہ ذرا سخت بھی ہے، کہ جب تک بندہ خود معاف نہ کر دے معاف ہوتا ہی نہیں، اس کی اہمیت ہی کا یہ اثر تھا کہ آپ نے ۱۹۲۶ء میں ایک معذرت نامہ چھپوا کر تقسیم کرایا، اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ احقر، افقر، اذل، ارذل، کام کا اکثف، نام کا اشرف، تمام ان حضرات کی خدمت میں

جن کا کوئی حق میرے ذمہ ہوخواہ وہ حق مالی ہوجس کا اہتمام ضعیف وقلیل ہے، اور خواہ وہ حق غیر مالی ہو جیسے کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو، یا انتقام میں مساوات سے متجاوز ہو گیا ہو، یا کسی کو ناحق بدنی ایذاء پہنچائی ہو، ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ، نہایت لجاجت وسماجت سے درخواست کرتا ہے، کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے عوض لے لیں، اور خواہ حسبۃً اللہ معاف فرمادیں، میں ان دونوں صورتوں میں ان کا شکر گذار رہوں گا، کہ مجھ کو محاسبہ آخرت سے بری فرمایا، اور معافی کی صورت میں دعاء بھی کرتا رہوں گا، کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا، خدا کے واسطے اہل حقوق میری حیات تک، خواہ اپنے گذشتہ اور آئندہ حقوق معاف فرمادیں، خواہ شرعی طریق اور شرائط پر اس کا عوض بالمثل لے لیں، اور حیات کے بعد معاف ہی فرمادیں''۔

اسے پورے غور سے پڑھیے، اور اندازہ لگائیے، کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ حقوق العباد سے اپنے آپ کو کس طرح پاک وصاف رکھنا چاہتے ہیں، اپنی ساری غلطیوں، زیادتیوں اور بھول چوک کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اور یہ گوارا نہیں فرماتے کہ کسی کا کوئی حق مرنے کے بعد باقی رہ جائے اور اسکی آخرت میں جوابدہی کرنی پڑے، یا اسکی وجہ سے کوئی دینی نقصان برداشت کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، بڑا سبق دے گئے، اور اپنے ماننے والوں کے لئے بڑی عمدہ مثال چھوڑ گئے۔

قرض کی ادائیگی کی فکر کیجئے!

انسان بہر حال انسان ہی ہے۔ معاشرے کے ساتھ ہی انسانی زندگی کا تصور ہے اور اسلام نے ہمیں تعاون باہمی کے اصول پر معاشرتی زندگی کے سفر کو طے کرنے کی تعلیم دی ہے اور اسی اصول کی بنیاد پر ہی قرآن وحدیث اور قرآن وحدیث سے مستنبط فقہ کی کتابوں میں انسانوں کے باہمی معاملات کے قوانین وجزئیات کی تفصیلات ملتی ہیں۔

انہیں ضروری قوانین میں سے ایک قرضہ کے لین دین کا معاملہ بھی ہے۔ ہمیں قرآن وحدیث میں ضرورت مندوں کو قرض دینے کی ہدایات دی گئی ہیں اور اس کی فضیلت بھی بہت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت مند کو قرض دینا صدقہ دینے سے افضل ہے۔

لیکن اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ بھی ہمیں ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ضرورت مند کو قرضہ دینا بھی باعث اجر ہے اور جس نے قرض لیا ہے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ جلدی قرض سے جان چھڑائے اس قدر شدید وعید کہ مقروض کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا جب تک کہ دوسرے آدمی نے اس کے قرضہ کی ذمہ داری نہیں لی۔

شہید کے بارے میں ہے کہ وہ بھی اگر مقروض ہوگا تو قرضہ اس کے جنت میں جانے سے رکاوٹ بنے گا۔ پھر یہ نہیں کہ مقروض ہونا قابل پناہ چیز ہے بلکہ اب تو قرضہ دینے والا گویا مصیبت واذیت کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ قرض لینے والا وعدہ خلافی کرتا ہے اس کے حق کا احساس نہیں رکھتا، جس سے قرض دینے والا اس کا محسن کم از کم ذہنی اذیت میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔

اس لئے پہلے تو آدمی قرض سے پناہ مانگے کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور اگر ایسی نوبت آئے اور کوئی محسن قرض دینے کا احساس کردے تو قرض شرعی قواعد کے مطابق وعدہ کی مدت بیان کر کے لیا جائے۔ دوسرے صدق دل سے وعدہ کے مطابق واپسی کی کوشش کی جائے حدیث پاک میں ہے کہ جو مقروض سچے دل سے واپسی کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس شعبہ میں بہت کمزوریاں ہمیں گھیر رہی ہیں تجارتی لین دین میں یہ وباء عام ہے کہ دکاندار مال اٹھا لیتے ہیں اور رقم کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتے حالانکہ کیا خبر ہے کہ زندگی کب تک ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی عام ہے، رابطہ تک نہیں رکھتے، یاددہانی کرائی جائے تو کہتے ہیں ہم کہیں بھاگ رہے ہیں؟ حالانکہ انہیں یہ احساس کرنا چاہئے کہ ہم دوسرے کی حق تلفی کر رہے ہیں اگر ہم اس روش کو چھوڑ دیں اور لین دین کی بے باکی پر ہی کمر بستہ رہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہتی ہے اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ایک مقروض کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے کہ:

اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ایک ہزار دینار مانگے، اس نے کہا کہ گواہ لاؤ تا کہ میں انہیں قرض کے اس معاملے پر گواہ بنالوں، قرض خواہ نے کہا کہ: اللہ کی گواہی کافی ہے، اس نے کہا اچھا کوئی کفیل (ضامن) لے آؤ، کہنے لگا کہ اللہ ہی میرا ضامن اور کفیل ہے، اس نے کہا تم نے سچ کہا، اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے اس نے ہزار دینار اسے قرض دے دیئے۔

قرض لینے والا اپنے کسی کام سے سمندر میں سفر پر گیا اور اپنا کام پورا کیا، فارغ ہونے کے بعد جب اس نے سمندر عبور کرنے کے لئے سواری (کشتی وغیرہ) تلاش کی تا کہ اس پر سوار ہو کر اپنی مقررہ مدت پر جو اس نے متعین کی تھی ادائیگی قرض کے لئے پہنچ جائے تو اسے کوئی سواری نہ ملی، اس نے ایک بڑی لکڑی لی، اسے اندر سے کھود کر کھوکھلا کیا اور ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اور ایک خط قرض دینے والے کے نام لکھ کر رکھ دیا، پھر اس نے کھوکھلی جگہ کو اچھی طرح بند کر دیا اور اسے لے کر سمندر پر آ گیا اور دعاء کی کہ:

"اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرض کے طور پر لئے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا میرا ضامن اللہ ہی ہے، وہ آپ کی ضمانت پر راضی ہو گیا، پھر اس نے گواہ کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لئے اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے، وہ آپ کی گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے اب بہت کوشش کی کوئی ایسی سواری ڈھونڈوں جس کے ذریعہ اس کا قرض اس تک بھیج سکوں، لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہوا اور میں اس قرض کی حفاظت آپ کے ہی سپرد کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی یہاں تک کہ وہ پانی میں داخل ہو گئی، پھر وہ واپس لوٹ آیا اور پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ اپنے شہر کی طرف نکل جائے۔

اُدھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا سمندر کی طرف نکلا تا کہ دیکھے شاید کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہو، اچانک اس نے وہی لکڑی جس میں مال تھا دیکھی، اس نے اسے لے لیا یہ سوچ کر گھر والوں کو ایندھن میں کام آئے گی گھر جا کر اس نے جو اسے چیرا تو اس میں اپنا مال اور خط پایا۔

پھر کچھ دنوں بعد قرض لینے والا شخص آ گیا اور ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا تا کہ تمہارا مال لے کر تمہارے پاس آؤں،

مگر مجھے اب سے قبل کوئی کشتی نہ ملی۔

اس نے کہا کہ کیا تم نے مجھے کچھ بھیجا تھا؟ کہنے لگا کہ: میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے کوئی سواری نہ پائی کہ اس میں آتا اس نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ادائیگی کر دی ہے جو تم نے لکڑی میں بھیجا تھا لہٰذا اپنے ہزار دینار لے کر کامیاب واپس لوٹ جاؤ۔" (صحیح بخاری) آخر میں وہ دُعاء پڑھتے ہیں جو مسنون ہے:

اللهم انی اعوذبک من الهم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبة الدین وقهر الرجال. (رواہ ابوداؤد)

قرض کا وبال

حدیث شریف: جس شخص نے قرض لیا ہے مگر ادائیگی کا ارادہ نہیں رکھتا وہ حرام کھاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور دل میں ہے کہ مہر ادا نہیں کروں گا قیامت کے دن اس کا شمار زانیوں میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی معیت: محمد بن علیؓ کے متعلق آیا ہے کہ وہ قرض حاصل کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس فلاں فلاں مال ہے پھر بھی آپ قرض لیتے ہیں فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ادائے قرض تک مقروض کے ساتھ ہوتے ہیں مجھے پسند ہے کہ اس بہانے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کروں۔

مقروض کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں کسی نے کہا آپ قرض کیوں لیتی ہیں ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایسے مقروض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے جو اپنے قرضہ کی ادا کرنے کا قصد رکھتا ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال ہو۔

(۱) اگر شہید بھی ہو جاوے مگر اس کا قرض بدستور اس کے ذمہ رہے گا۔

(۲) لقمان حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے سے بڑا بھاری پتھر اور لوہا اٹھایا ہے مگر

قرض سے زیادہ وزنی چیز میں نے کوئی نہیں اٹھائی۔

قرض سے نجات کے لئے وظیفہ

ایک مقروض شخص نے پریشانی ظاہر کی تو فرمایا:

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

دوسو بار اول آخر تین تین بار درود شریف کے ساتھ چاشت کے وقت پڑھے پھر چار رکعت نفل نماز دو دو رکعت کی نیت سے اس طرح پڑھے کہ اول میں سورۂ شمس دوسری میں سورۃ اللیل پھر دوسری دوگانہ کے اول رکعت میں والضحیٰ اور دوسری میں الم نشرح پڑھیں بعد فراغت نماز سجدے میں جا کر خوب دعا کریں۔ ان شاء اللہ پہلی خوشحالی سے بھی بہتر ہو جاؤ گے۔ (ملفوظات حضرت پھولپوری رحمہ اللہ)

قرض کی فکر

عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت زبیرؓ کی عادت تھی کہ اگر کوئی انکے پاس اپنی رقم بطور امانت رکھنے کیلئے آتا تو آپ اسکو فرماتے کہ یہ رقم مجھے قرض کے طور پر دیدو (آپ امانت نہیں رکھتے تھے) اس طرح آپ کے ذمہ بہت سارا قرض ہوگیا تھا جو تقریباً دو کروڑ تھا، جب آخری وقت آیا تو بار بار نصیحت فرماتے کہ میرا قرض ادا کر دینا اور بیٹے کو یہ بھی فرماتے کہ اگر کبھی قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔

اس پر بیٹے نے پوچھا کہ اے ابا جان! آپ کا آقا کون ہے؟ فرمایا: کہ میرے اللہ!

حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد بیٹے نے اپنے والد کی وصیت پوری کی اور قرض خواہوں کو تلاش کر کے انکے قرضے چکائے حتیٰ کہ چار سال تک حج کے موقعہ پر حجاج کرام کے مجمع میں یہ اعلان کرتے رہے کہ کسی کا زبیر کے ذمہ کوئی قرض ہو تو وہ آ کر وصول کر لے۔ چار سال کے قرضوں کی ادائیگی سے فراغت پر باقی جائیداد تقسیم کی گئی تو چار بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے حصہ میں ایک کروڑ دو لاکھ آئے۔ (حلیۃ الاولیاء)

امانت نہ رکھنے میں ہوسکتا ہے کہ یہ حکمت ہو کہ امانت ضائع ہوگئی تو مسلمان بھائی کا

نقصان ہوجائیگا اور قرض لینے کی صورت میں ادائیگی لازمی ہوتی ہے تو یہ ایک قسم کا مسلمانوں کا نفع تھا! آج ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈال کر دیکھیں تو یہ حال ہے کہ منت سماجت سے قرض لیکر اسے یکسر نظر انداز کردیا جاتا ہے بار بار مانگنے کے باوجود ملنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی اسی دوران اگر مقروض کا انتقال ہوجائے تو ورثاء وراثت سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں ان کو بھی یہ احساس دامن گیر نہیں ہوتا کہ ہم اپنے عزیز وغیرہ کا قرض ادا کر کے اسکو آخرت کی گرفت سے نجات دیں۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کی جاں نثاری

غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج کون ہے جو بنی قریظہ کے (دشمنوں کے) حالات معلوم کر کے آئے؟ تو حضرت زبیرؓ نے جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان پر کھیل کر سخت سردی کے موسم میں رات کے وقت یہ کام سرانجام دیا جب یہ حالات معلوم کر کے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر فرمایا کہ زبیر میرا خاص معاون ہے۔ (مشکوٰۃ)

یہ واقعہ حضرت زبیر کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی منقول ہے جس میں یہ بھی ہے انکی کارکردگی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر ان سے فرمایا کہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (بخاری)

شہادت کی پیشین گوئی

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ ایک چٹان پر تھے کہ وہ حرکت کرنے لگی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان سے ارشاد فرمایا کہ رک جا تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔ (مشکوٰۃ)

چنانچہ محدثین فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے علاوہ مذکورہ تمام صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ہیں۔

جنت کی بشارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام کے نام لیکر انکو جنتی ہونے کی بشارت سنائی ہے

جن میں حضرت زبیر بن عوام بھی ہیں وہ دس نام یہ ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہؓ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ)

انہی کے نقش قدم پر ہو یا خدا جینا

سب غموں کا ایک غم

فرمایا: جس نے سب غموں کا ایک غم بنالیا اور وہ ہے غم آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دینوی غموں کے لئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کرلیا حق تعالیٰ کو پرواہ نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (از ملفوظات حکیم الامت)

چوری یہ بھی ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہے تھے کہ جب ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کراسکیں کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولاناؒ کو جانتا تھا اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ مولانا! رہنے دیجئے آپؒ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا مولانا نے فرمایا: یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا۔ ریلوے افسر نے جواب دیا غازی آباد تک۔ مولاناؒ نے پوچھا پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے کہا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ مولاناؒ نے پوچھا وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائیگا؟ افسر نے کہا وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا۔ مولانا نے پوچھا پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟ افسر نے کہا کہ کانپور کے بعد کیا ہونا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائے گا حضرت نے فرمایا نہیں میرا سفر تو بہت لمبا ہے کانپور پر ختم نہیں ہوگا اس لمبے سفر

کی انتہا تو آخرت میں ہوگی یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کر سکیں گے؟

پھر مولاناؒ نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرائے کے بغیر ریل میں سوار کر دیا کریں لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑے گا۔ آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑے گی لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے۔ ریلوے کا وہ اہل کار مولاناؒ کو دیکھتا رہ گیا لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔

یہ واقعہ قیام پاکستان سے پہلے اس دور کا ہے جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں خود حضرت مولانا تھانویؒ برملا اپنی اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہیئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار چلا سکیں لیکن انگریز کی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کیے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کیے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ چوری کی قانونی تعریف خواہ کچھ ہو لیکن گناہ ثواب کے نقطہ نظر سے کسی دوسری کی چیز اسکی مرضی کے بغیر استعمال کرنا چوری ہی میں داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں مختلف انداز سے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہے کہ

حرمة مال المسلم كحرمة دمه

مسلمان کے مال کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے اس کے خون کی حرمت۔ (مجمع الزوائد)

واضح رہے کہ حدیث میں اگرچہ مسلمانوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن دوسری احادیث کی

روشنی میں مسلمان حکومت کے غیر مسلم باشندے جو امن کے معاہدے کے ساتھ رہتے ہوں یا اس غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم باشندے جس کے تحت مسلمان پر امن طور پر رہتے ہوں ان کے جان و مال کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مسلمان کے جان و مال کا احترام لہٰذا اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ غیر مسلموں کی جان و مال قابل احترام نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا يحل مال امرى مسلم الا بطيب نفس منه .

کسی مسلمان شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

لا يحل لا مرى من مال اخيه الا ما طابت به نفسه.

کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دلی سے دیا ہو۔

حضرت ابوحمید ساعدیؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لا يحل لمسلم ان ياخذ مال اخيه بغير حق وذالك لما حرم الله مال المسلم على المسلم وان ياخذ عصا اخيه بغير طيب نفس.**

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے اور اسکو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوش دلی کے بغیر لے۔

ان تمام احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ دوسرے کی کوئی چیز لینے یا استعمال کرنے کیلئے اس کا خوشی سے راضی ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر کسی وقت حالات سے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنی ملکیت استعمال کرنے کی اجازت کسی دباؤ کے تحت یا شرما شرمی میں دیدی ہے اور وہ دل سے اس پر راضی نہیں ہے تو

اسکو اجازت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسکا استعمال بھی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ نہ جانے کتنے شعبوں میں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ہم چوری اور غصب بس یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں چھپ کر داخل ہوا اور اسکا سامان چرائے یا طاقت کا باقاعدہ استعمال کر کے اسکا مال چھینے حالانکہ کسی کی مرضی کے خلاف اسکی ملکیت کا استعمال کسی بھی صورت میں ہو وہ چوری یا غصب کے گناہ میں داخل ہے اس قسم کی چوری اور غصب کی جو مختلف صورتیں ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب افراد بھی ان میں مبتلا ہیں ان کا شمار مشکل ہے تاہم مثال کے طور پر اسکی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ایک صورت تو وہی ہے کہ جس کی طرف حضرت مولانا تھانویؒ کے مذکورہ واقعے میں ارشاد کیا گیا ہے آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے کہ ہم اپنا سامان ریل یا جہاز میں کرایہ دیئے بغیر نکال لائے حالانکہ اگر یہ کام متعلقہ افسروں کی آنکھ بچا کر کیا گیا تو اس میں اور چوری میں کوئی فرق نہیں اور اگر ان کی رضامندی سے کیا گیا جبکہ وہ اجازت دینے کے مجاز نہ تھے تو ان کا بھی اس گناہ میں شریک ہونا لازم آیا ہاں اگر کسی افسر کو ریلوے یا ایئر لائنز کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ زیادہ سامان بغیر کرائے کے چھوڑ دے تو یہ بات دوسری ہے۔

(۲) ٹیلی فون ایکسچینج کے ملازم سے دوستی گانٹھ کر دوسرے شہروں میں فون پر مفت بات چیت نہ صرف یہ کہ کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے اپنے وسیع تعلقات کا ثبوت دے کر فخر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حالانکہ یہ بھی ایک گھٹیا درجے کی چوری ہے اور اسکے گناہ عظیم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۳) بجلی کے سرکاری کھمبے سے کنکشن لے کر مفت بجلی کا استعمال چوری کی ایک اور قسم ہے، جس کا رواج بھی عام ہوتا جا رہا ہے اور یہ گناہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر کیا جاتا ہے۔

(۴) اگر ہم کسی شخص سے اسکی کوئی چیز مانگتے ہیں جبکہ ہمیں غالب گمان یہ ہے کہ وہ زبان سے تو انکار نہیں کر سکے گا لیکن دینے پر دل سے راضی بھی نہ ہوگا اور دے گا تو محض شرما شرمی اور بادل ناخواستہ دے گا تو یہ بھی غصب میں داخل ہے اور ایسی چیز کا استعمال حلال نہیں کیونکہ دینے والے نے خوش دلی کی بجائے وہ چیز دباؤ میں آ کر دی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص سے کوئی چیز عارضی استعمال کے لئے مستعار لی گئی اور وعدہ کر لیا کہ فلاں

وقت لوٹادی جائے گی لیکن وقت پر لوٹانے کی بجائے اسے کسی عذر کے بغیر اپنے استعمال میں باقی رکھا تو اسمیں وعدہ خلافی کا بھی گناہ ہے اور اگر وہ مقررہ وقت کے بعد اسکے استعمال پر دل سے راضی نہ ہو تو غصب کا گناہ بھی ہے یہی حال قرض کا ہے کہ واپسی کی مقررہ تاریخ کے بعد قرض واپس نہ کرنا (جبکہ کوئی شدید عذر نہ ہو) وعدہ خلافی اور غصب دونوں گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۶) اگر کسی شخص سے کوئی مکان، زمین یا دوکان ایک خاص وقت تک کے لئے کرائے پر لی گئی تو وقت گزر جانے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر اسے اپنے استعمال میں رکھنا بھی اسی وعدہ خلافی اور غصب میں داخل ہے۔

(۷) اگر مستعار لی ہوئی چیز کو ایسی بے دردی سے استعمال کیا جائے جس پر مالک راضی نہ ہو تو یہ بھی غصب کی مذکورہ تعریف میں داخل ہے مثلاً کسی بھلے مانس نے اگر اپنی گاڑی دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ مال مفت دل بے رحم کا معاملہ کرے اور اسے خراب راستوں پر اس طرح دوڑائے پھرے کہ اس کے کل پرزے پناہ مانگنے لگیں اگر کسی نے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو اسکا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر طویل فاصلے کی کالیں دیر دیر تک کرتے رہنا یقیناً غصب میں داخل اور حرام ہے۔

(۸) بک اسٹالوں میں کتابیں رسالے اور اخبارات اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ ان میں سے جو پسند ہوں لوگ انہیں خرید سکیں پسند کے تعین کے لئے ان کی معمولی ورق گردانی کی بھی عام طور پر اجازت ہوتی ہے لیکن اگر بک اسٹال پر کھڑے ہو کر کتابوں اخبارات یا رسالوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا جائے جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو تو یہ بھی ان کا غاصبانہ استعمال ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ چند سرسری مثالیں ہیں جو بے ساختہ قلم پر آ گئیں مقصد یہ ہے کہ ہم سب مل کر سوچیں کہ ہم کہاں کہاں چوری اور غصب کے گھٹیا جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

جھگڑوں سے نجات۔ صفائی معاملات

معاملات کی صفائی اور تنازعات

ہمارے معاشرے میں آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کا سیلاب اُمڈا ہوا ہے، اس کا تھوڑا سا اندازہ عدالت میں دائر ہونے والے مقدمات سے ضرور ہو سکتا ہے، لیکن یہ اندازہ یقیناً ناکافی اور حقیقت سے بہت کم ہوگا، کیونکہ بیشمار تنازعات وہ ہیں جن کے عدالت تک

پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عدالت سے رجوع کرنے میں وقت اور پیسے کا جو بے تحاشا صرفہ ہوتا ہے، اس کی وجہ سے بہت سے لوگ عدالت سے رجوع نہیں کر پاتے، اس کے بجائے فریقین میں سے ہر ایک اپنی اپنی بساط کی حد تک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اور اس طرح عداوت کی آگ بھڑکتے بھڑکتے کئی کئی پشتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

ان تنازعات کی تہ میں اگر دیکھا جائے تو وہی زر اور زمین کے معروف اسباب کارفرما نظر آتے ہیں، روپیہ پیسہ اور زمین جائیداد کا جھگڑا بڑے بڑے پرانے تعلقات کو دیکھتے ہی دیکھتے بھسم کر ڈالتا ہے اور اسکی وجہ سے بڑی بڑی مثالی دوستیاں آن کی آن میں دشمنیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

اس صورت حال کے بہت سے اسباب ہیں، لیکن ایک بہت بڑا سبب ''معاملات'' کو صاف نہ رکھنا ہے، ہمارے دین کی ایک انتہائی زریں تعلیم یہ ہے کہ

''آپس میں رہو بھائیوں کی طرح لیکن لین دین کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔

مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ ایسا کرو جیسے ایک بھائی کو دوسرے کے ساتھ کرنا چاہئے، اس میں ایثار، مروت، رواداری، تحمل اور اپنائیت کا مظاہرہ کرو، لیکن جب روپے پیسے کے لین دین، جائیداد کے معاملات اور شرکت وحصہ داری کا مسئلہ آجائے تو بہتر تعلقات کی حالت میں بھی انہیں اس طرح انجام دو جیسے دو اجنبی شخص انہیں انجام دیتے ہیں، یعنی معاملے کی ہر بات صاف ہونی چاہئے نہ کوئی بات ابہام میں رہے اور نہ معاملے کی حقیقت میں کوئی اشتباہ باقی رہے۔

اگر محبت، اتفاق اور خوشگوار تعلقات کی حالت میں دین کی اس گراں قدر تعلیم پر عمل کرلیا جائے تو بعد میں پیدا ہونے والے سے بہت فتنوں اور جھگڑوں کا سدباب ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اس اہم اصول کو جس طرح نظر انداز کیا جا رہا ہے، اس کے چند مظاہر یہ ہیں:

(۱) بسا اوقات ایک کاروبار میں کئی بھائی یا باپ بیٹے مشترک طور پر ایک ساتھ کام کرتے ہیں اور کسی حساب وکتاب کے بغیر سب لوگ مشترک کاروبار سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں، نہ یہ بات طے ہوتی ہے کہ کاروبار میں کس کی کیا حیثیت

ہے؟ آیا وہ کاروبار میں تنخواہ پر کام کر رہے ہیں؟ یا کاروبار کے حصہ دار ہیں؟ تنخواہ ہے تو کتنی؟ اور حصہ ہے تو کس قدر؟ بس ہر شخص اپنی خواہش یا ضرورت کیمطابق کاروبار کی آمدنی استعمال کرتا رہتا ہے اور اگر کبھی کوئی شخص یہ تجویز پیش کرے کہ کاروبار میں حصے یا تنخواہ وغیرہ متعین کر لینی چاہئے تو اسے محبت اور اتفاق کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

لیکن یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس طرح کے کاروبار کا انجام اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ دل ہی دل میں ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں پرورش پاتی رہتی ہیں، بالخصوص حصہ داروں کے یہاں شادیاں ہوجاتی ہیں تو ہر شخص یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ دوسرے نے کاروبار سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، اور مجھ پر ظلم ہوا ہے، اگرچہ ظاہری سطح پر باہم رورعایت کا وہی اندازہ باقی نظر آتا ہے، لیکن اندر ہی اندر رنجشوں کا لاوا پکتا رہتا ہے، اور بالآخر جب یہ رنجشیں بدگمانیوں کے ساتھ مل کر پہاڑ بن جاتی ہیں تو یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے، اور محبت واتفاق کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، زبانی تو تکار سے لے کر لڑائی جھگڑے اور مقدمہ بازی تک کسی کام سے دریغ نہیں ہوتا، بھائی بھائی کی بول چال بند ہوجاتی ہے۔ ایک بھائی دوسرے کی صورت دیکھنے کا روادار نہیں رہتا۔ جس کے قابو میں کاروبار کا جتنا حصہ آتا ہے، وہ اس پر قابض ہو کر عدل وانصاف کا بے دریغ خون کرتا ہے، اور پھر اپنی نجی مجلسوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدزبانی اور بدگمانی کا وہ طوفان کھڑا کرتا ہے کہ الامان!

پھر چونکہ سالہا سال تک مشترک کاروبار کا نہ کوئی اصول طے شدہ تھا، نہ کوئی حساب وکتاب رکھا گیا، اسلئے اگر اختلافات پیش آنے کی صورت میں افہام وتفہیم سے کام لینے کی کوشش کی بھی جاتی ہے، تو معاملات کی ڈور الجھ کر اتنی پیچیدہ ہو چکی ہوتی ہے کہ منصفانہ تصفیہ کیلئے اس کا سرا سر پکڑنا مشکل ہوجاتا ہے، ہر شخص واقعات کو اپنے مفاد کی عینک سے دیکھتا ہے اور مصالحت کا کوئی ایسا فارمولا وضع کرنا بھی سخت مشکل ہوجاتا ہے، جو تمام متعلقہ فریقوں کے لئے قابل قبول ہو۔

یہ سارا فساد اکثر و بیشتر اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ کاروبار کے آغاز میں، یا اس میں مختلف افراد کی شمولیت کے وقت معاملے کو معاملے کی طرح طے نہیں کیا جاتا، اگر شروع ہی سے یہ بات واضح ہو کہ کس شخص کی کیا حیثیت ہے؟ اور کس کے کیا حقوق وفرائض ہیں؟ اور

یہ ساری باتیں تحریری شکل میں محفوظ ہوں تو بہت سے جھگڑوں اور بعد میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا شروع ہی میں سدباب ہو جائے۔

قرآن کریم میں جو آیت سب سے طویل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب تم کوئی ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، جب معمولی رقم ادھار دینے پر یہ تاکید ہے تو کاروبار کے پیچیدہ معاملات کو تحریر میں لانے کی اہمیت کتنی زیادہ ہوگی؟

یہ حکم اسی لئے دیا گیا ہے تاکہ بعد میں تنازعات اور اختلافات پیدا نہ ہوں، اور اگر ہوں تو انہیں حق وانصاف کے مطابق نمٹانا آسان ہو۔

لہٰذا اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں تو پہلے ہی قدم پر ان میں سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر باپ کے کاروبار میں کوئی بیٹا شامل ہوا ہے تو اس کے بارے میں بھی پہلے ہی دن سے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا؟ یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہوگا؟ یا محض اپنے باپ کی مدد کرے گا؟ پہلی صورت میں اس کی تنخواہ متعین ہونی چاہئے، اور یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ وہ کاروبار کی ملکیت میں حصہ دار نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر اسے کاروبار کی ملکیت میں حصہ دار بنانا ہے تو شرعاً اس کی پہلی شرط تو یہ ہے کہ اس کی طرف سے کاروبار میں کچھ سرمایہ ضرور شامل ہونا چاہئے (جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باپ اسے کچھ نقد رقم ہبہ کر دے، اور وہ اس رقم سے کاروبار کا ایک متعین فی صد حصہ خرید لے) دوسرے یہ بات تحریری طور پر ایک معاہدہ شرکت کی شکل میں محفوظ کر لینا چاہئے، اور اس معاہدے میں یہ بھی صراحت ہونی ضروری ہے کہ نفع میں کتنا فی صد حصہ کس کا ہوگا؟ تاکہ بعد میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔

اگر کسی ایک حصہ دار کو کاروبار میں کام زیادہ کرنا پڑتا ہو تو یہ بات بھی طے ہونی چاہئے کہ آیا وہ زیادہ کام رضاکارانہ طور پر کرے گا یا اس زیادہ کام کا کوئی معاوضہ اسے دیا جائے گا، اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ نفع کے فیصد حصے میں اضافہ کر کے دیا جائے گا، یا متعین تنخواہ کی صورت میں؟ غرض ہر فریق کے حقوق وفرائض اتنے واضح ہونے ضروری ہیں کہ ان میں کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

اگر بالفرض کسی کاروبار میں اب تک ان باتوں پر عمل نہیں کیا گیا، تو جتنی جلد ہو سکے ان امور کو طے کر لینا ضروری ہے، اور اس معاملے میں کسی شرم ومروت اور طعن وتشنیع کو آڑے نہ آنے دینا چاہئے۔ معاملات کی اس صفائی کو محبت واخوت اور اتحاد واتفاق کے خلاف سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ بلکہ درحقیقت محبت اور اتفاق کی پائیداری ان امور پر منحصر ہے ورنہ آگے چل کر یہ سطحی محبت دلوں میں عداوت کو جنم دے سکتی ہے، اور اسی لئے اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ "رہو بھائیوں کی طرح، لیکن معاملات اجنبیوں کی طرح کرو"

(۲) اسی طرح ہمارے معاشرے میں، بالخصوص متوسط آمدنی والے طبقے میں، اپنے ملکیتی مکان کا حصول ایک بڑا مسئلہ ہے اور عموماً کسی مکان کی تعمیر یا اس کی خریداری خاندان کے کئی افراد مل کر کرتے ہیں، اگر باپ نے کوئی مکان بنانا شروع کیا ہے تو بیٹے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اس میں اپنی رقمیں لگاتے ہیں، لیکن عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ یہ رقمیں کچھ سوچے سمجھے بغیر، اور بسااوقات کوئی حساب رکھے بغیر لگادی جاتی ہیں، یعنی یہ بات طے نہیں ہوتی کہ بیٹا جو رقم مکان کی تعمیر کے لئے دے رہا ہے، آیا یہ باپ کی خدمت میں ہدیہ ہے؟ یا قرض ہے؟ یا وہ مکان کی ملکیت میں حصہ دار بننے کے لئے یہ رقم خرچ کر رہا ہے؟ پہلی صورت میں نہ وہ مکان کی ملکیت میں حصہ دار بننے کیلئے رقم خرچ کر رہا ہے؟ پہلی صورت میں نہ وہ مکان کی ملکیت کا حصہ دار ہوگا، نہ باپ کی ملکیت کا ہوگا، لیکن دی ہوئی رقم اس کے ذمے قرض سمجھی جائے گی، تیسری صورت میں اپنی لگائی ہوئی رقم کے بقدر وہ مکان کی ملکیت میں بھی شریک ہوگا، اور مکان کی قیمت بڑھنے کے ساتھ اس کے حصے کی مالیت میں بھی اضافہ ہوگا۔ غرض ہر صورت کے تقاضے اور نتائج مختلف ہیں، لیکن چونکہ رقم لگاتے وقت ان تینوں میں سے کوئی صورت طے نہیں ہوتی، نہ رقموں کا پورا حساب رکھا جاتا ہے، اس لئے آگے چل کر جب مکان کی قیمت بڑھتی ہے تو آپس میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، اور خاص طور پر باپ کے انتقال کے بعد جب ترکے کی تقسیم کا مرحلہ آتا ہے، تو یہ اختلافات ایک لاینحل مسئلے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، ان کی وجہ سے بھائیوں میں چھوٹ چھٹاؤ کی نوبت آجاتی ہے، اور لڑائی جھگڑوں سے خاندان کا خاندان متاثر ہوتا ہے۔

اگر اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے تعمیر کے شروع ہی میں یہ ساری باتیں طے کر لی جائیں اور انہیں تحریری طور پر قلمبند کرلیا جائے تو اس خاندانی فساد کا راستہ بند ہو جائے۔

(۳) جب خاندان کے کسی بڑے کا انتقال ہوتا ہے تو شریعت کا یہ حکم ہے کہ جلد از جلد اس کا ترکہ اس کے شرعی وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے، لیکن ہمارے معاشرے میں شریعت کے اس حکم سے شدید غفلت برتی جاتی ہے، بعض اوقات تو جس کے جو ہاتھ لگتا ہے، لے اڑتا ہے، اور حلال وحرام کمائی ہی کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے پیش نظر بددیانتی نہیں ہوتی، لیکن ناواقفیت یا لاپروائی کی وجہ سے میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ اور اگر مرحوم نے کوئی کاروبار چھوڑا ہے تو اس پر وہی بیٹا کام کرتا رہتا ہے جو مرحوم کی زندگی میں کرتا تھا۔ لیکن یہ طے نہیں کیا جاتا کہ اب کاروبار کی ملکیت کس تناسب سے ہوگی؟ شرعی ورثاء کے حصوں کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟ کام کرنے والے کو اس کی خدمات کا معاوضہ کس طرح ادا کیا جائے گا؟ ترکے میں کونسی چیز کس کے حصے میں آئے گی؟ بلکہ اگر کوئی شخص ترکے کی تقسیم کی طرف توجہ دلائے بھی، تو اس کی تجویز کو معیوب تجویز سمجھا جاتا ہے، کہ ابھی مرنے والے کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ لوگوں کو بٹوارے کی فکر پڑ گئی ہے۔

حالانکہ یہ بٹوارہ شریعت کا حکم بھی ہے، معاملات کی صفائی کا تقاضا بھی، اور اسے نظر انداز کرنے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے کہ ایک عرصہ گذرنے کے بعد ورثاء کو اپنے اپنے حقوق کا خیال آتا ہے، رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، ترکے کی اشیاء کی قیمتوں میں زمین وآسمان کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چونکہ کوئی بات پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی، اس لئے اب معاملات الجھ جاتے ہیں، ان کے مناسب تصفیہ میں سخت مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، اور ان سب باتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

اگر شریعت کے حکم کے مطابق وقت پر ترکے کی تقسیم عمل میں آ جائے اور باہمی رضامندی اور اتحاد واتفاق کیساتھ تمام ضروری باتیں طے پا جائیں تو آئندہ تنازعات پیدا ہونے کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے اور باہمی محبت واخوت کو فروغ ملتا ہے۔

یہ تو میں نے صرف تین سادہ سی مثالیں پیش کی ہیں، ورنہ اگر معاشرے میں پھیلے ہوئے

جھگڑوں کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ معاملات کو صاف نہ رکھنا ہمارے معاشرے کا ایک ایسا روگ بن چکا ہے جس نے فتنہ فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ معاملہ، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، صاف ستھرا ہونا چاہئے، اس کی شرائط واضح اور غیر مبہم ہونی چاہئیں، اور اس سلسلے میں کوئی شرم وحیا اور لحاظ مروت آڑے نہیں آنی چاہئے، جب ایک مرتبہ معاملے کی شرائط اس طرح طے پا جائے تو اس کے بعد باہمی برتاؤں میں جو شخص جس سے جتنا سلوک کر سکے، بہتر ہے بہتر ہے، اور یہی مطلب ہے اس ارشاد کا ''رہو بھائیوں کی طرح، اور معاملات اجنبیوں کی طرح کرو''۔ (بحوالہ ذکر وفکر) (شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ)

معاملات کی صفائی

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں اس حال میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں، گڑگڑا کر اور رو رو کر پکارتے ہیں کہ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا کر دیجئے، فلاں مقصد پورا کر دیجئے، بڑی عاجزی سے، الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں، لیکن کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام، اور ان کا جسم حرام آمدنی سے پرورش پایا ہوا۔ ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟ ایسے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

دوسری جتنی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی آسان ہے مثلاً نمازیں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کر لو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جاؤ کہ اگر میں مر جاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں سے اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور توبہ کر لو، ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تلافی ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھا لیا تو اس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے۔ چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو۔ اس لئے معاملات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے۔

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اولیت حاصل تھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل، اور وظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ ان کو پورا کرلو۔ لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے روپے پیسے کے معاملے میں گڑبڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے۔

آج کتنے لوگ ناجائز قسم کے معاملات کے اندر مبتلا ہیں اور ان کو خیال بھی نہیں آتا کہ ہم یہ معاملات شریعت کے خلاف اور ناجائز کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے غلط کام کر کے چند پیسے بچا لئے تو وہ چند پیسے حرام ہو گئے اور وہ حرام مال ہمارے دوسرے مال کے ساتھ ملنے کے نتیجے میں اس کے بُرے اثرات ہمارے مال میں پھیل گئے۔ پھر اسی مال سے ہم کھانا کھا رہے ہیں، اسی سے کپڑے بنا رہے ہیں، اسی سے لباس تیار ہو رہا ہے اس کے نتیجے میں ہماری پوری زندگی حرام ہو رہی ہے اور ہم چونکہ بے حس ہو گئے ہیں اس لئے حرام مال اور حرام آمدنی کے بُرے نتائج کا ہمیں علم بھی نہیں۔ یہ حرام مال ہماری زندگی میں کیا فساد مچا رہا ہے۔ اس کا ہمیں احساس نہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ احساس عطا فرماتے ہیں، ان کو پتہ لگتا ہے کہ حرام چیز کیا ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر استاد تھے، اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایک دعوت میں چلا گیا اور وہاں جا کر کھانا کھا لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس شخص کی آمدنی مشکوک ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مہینوں تک ان چند لقموں کی ظلمت اپنے دل میں محسوس کرتا رہا، اور مہینوں تک میرے دل میں گناہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے رہے، اور طبیعت میں یہ داعیہ بار بار پیدا ہوا تھا کہ فلاں گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں، حرام مال سے یہ ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں لیکن تصوف اور زہد کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ میں نے تصوف پر کتاب نہیں لکھی، میں نے جو "کتاب البیوع" لکھی ہے، وہ تصوف ہی کی تو کتاب ہے، مطلب یہ تھا کہ خرید وفروخت

کے احکام اور لین دین کے احکام حقیقت میں تصوف ہی کے احکام ہیں، اس لئے کہ زہد اور تصوف درحقیقت شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی کا نام ہے اور شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی خرید وفروخت اور لین دین کے احکام پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ (ملخص از اصلاحی خطبات)

وراثت وغیرہ میں شریعت کی پابندی اور برکتیں

قرآن کریم ایک اعلیٰ بلاغت کا جامع کلام ہے، ایک ایک حرف میں اشارات ونکات ہیں، اکثر احکامِ شرعیہ کے صرف اصول قرآن نے بیان کر کے جزئیات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا کہ وہ ان کی تفصیلات اپنے قول وفعل سے مسلمانوں کو سمجھادیں۔

لیکن بعض احکام کی اہمیت کے پیش نظر ان کی تمام جزئیات کو بھی قرآن نے خود پوری تفصیل سے بیان فرمادیا ہے، تمام عائلی قوانین نکاح وطلاق اور زوجین کے تعلقات پر غور کیا جائے تو اس کی پوری جزئیات کی تفصیل بھی قرآن میں ملتی ہے، اسی طرح تقسیم وراثت کا پورا قانون اس کی جزئیات کی تفصیلات کے ساتھ خود قرآن کریم نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے، اس سے وراثت کی خاص اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو اسلامی تعلیمی تمام معاملات میں ہی انسانی حقوق کی پوری ادائیگی پر زور دیتی ہے لیکن وارثوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکیدیں خصوصیت کے ساتھ آئی ہیں۔

سبب یہ ہے کہ وراثت سے حاصل ہونے والا حصہ براہِ راست حق تعالیٰ کا عطیہ ہے جس میں انسان کے کسی کسب وعمل کو دخل نہیں، اسی وجہ سے وراثت سے ملا ہوا پاکیزہ ترین مال کہلاتا ہے، جو شخص اس کی تقسیم میں قانون الٰہی کی مخالفت کرتا ہے وہ کئی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر کا مستحق ہوتا ہے۔ اول یہ کہ شاہی انعام جس کا حقدار کو پہنچانا اس کے ذمہ تھا اس نے اس میں خیانت کی، دوسرے حقدار کو حق سے محروم کر کے ظلم کیا، تیسرے یہ ظلم جو وراثت کی تقسیم میں ہوتا ہے نسلوں پر چلتا ہے اور اس کا وبال اس شخص پر رہتا ہے جس سے اول اس تقسیم میں خیانت کی ہے جن حضرات کو حق تعالیٰ نے دین کی بصیرت اور آخرت کی فکر عطاء فرمائی ہے وہ اس ظلم سے خصوصیت کے ساتھ بہت دور رہتے ہیں، کیونکہ تقسیم ہوجانے کے بعد اس کے وبال سے نجات بہت مشکل ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل مسلمانوں میں اس

معاملہ میں بھی انتہائی غفلت اور سخت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ اہل علم اور اہل دین عوام کو اس پر متنبہ کرنے کیلئے پوری کوشش صرف کریں۔

مستند علماء کرام ذمہ دار ائمہ مساجد نیز دینی مذہبی کتابیں لکھنے والے مصنفین اور مؤلفین کی خدمت بابرکت میں گزارش ہے کہ اس طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

مسلمان اگر اسلام کے باقی احکام کے ساتھ ساتھ مالی معاملات میں زکوٰۃ، عشر، وراثت، صدقات وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کی پابندی کریں تو اس کی بے پناہ برکتیں اپنی زندگی میں دیکھیں اور دنیا وآخرت کی خوشحالیاں ان کے قدم چومیں۔

زکوٰۃ صدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اور ان کے روکنے کی نحوست سے مال کا گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس سے کسی منصف مزاج کافر کو بھی انکار کی ہمت نہیں، مگر افسوس رنگ وبو کی ظلمت نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور چمکتی حقیقت کو بھی اوجھل کر دیا، اس مسلمان معاشرہ میں کتنے مسلمان ہیں جو فریضہ زکوٰۃ کے تارک ہیں انہیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض ناگہانی آفات وحوادث یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے۔

خود سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی

ذیل میں ایک دشمن اسلام انگریز کا واقعہ درج کیا جارہا ہے شاید کسی غافل مسلمان کو عبرت ہو۔

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بہٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، منجملہ ان کے پہلو میں بھی جہاں اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا اور اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کا کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معاینہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جو کبھی کبھی مختلف وجہ سے لگتی [illegible] تھی اور [illegible]

دیتی تھی، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ حضور سب کی کوٹھیاں جل گئیں آپ کی بھی جل گئی وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات نہیں کیا، ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور سب جل گیا، اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکری سے لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لئے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کی لاپرواہی سے جواب کو سن کر واپس آ گیا، آ کر دیکھا تو واقعی سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔

اللہ کی شان! کہ اسلامی احکام پر عمل کر کے غیر مسلم تو فائدہ اٹھائیں اور ہم لوگ عمل نہ کر کے اپنے مالوں کو نقصان پہنچائیں کہیں چوری ہو جائے کہیں ڈاکہ پڑ جائے کہیں کوئی اور آفت مسلط ہو جائے۔ (آپ بیتی ص ۸۸ ج ۶)

میراث میں انصاف کیجئے

حیلے سے میراث ساقط کرنا: کسی وارث کا حق ساقط کرنے کے لئے جتنے حیلے کئے جاتے ہیں ان سب جزئیات کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے صرف مشہور حیلوں کا ذکر کیا جاتا ہے کچھ حیلے تو صاحب میراث کی زندگی میں کئے جاتے ہیں اور کچھ اس کے مرنے کے بعد جائیداد حاصل کرنے کے لئے۔ بعض دفعہ دھوکے سے اس کے وجود کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ وجود ختم کرنے کے لئے قتل کرنا یا زہر کھلا دینا، یا سحر وغیرہ سے ہلاک کر دینا ایسے واقعات پائے جاتے ہیں۔ جن کے نام کافی جائیداد ہو یا بینک میں کافی سرمایہ جمع ہو یا اس نے کافی سرمایہ میں بیمہ کرا رکھا ہو۔ ایسے لوگ جب بڑھاپے کے عالم میں داخل ہو جاتے ہیں تو بعض دفعہ ان کی زندگی سخت اجیرن ہو جاتی ہے بعض دفعہ بیٹا اپنے بوڑھے باپ کو زہر دے کر مار ڈالتا ہے۔

زندگی میں اولاد کے درمیان عدم مساوات:

یہ عام اصول ہے کہ طبعی محبت میں عدل نہیں ہوسکتا۔ دو عورتوں کے درمیان آدمی جتنی بھی کوشش کرے لیکن محبت کو تقسیم نہیں کرسکتا۔ لامحالہ ایک عورت میں حسن یا سیرت کی خوبی کی وجہ سے طبعی میلان زیادہ ہوگا۔ اور چونکہ یہ امر غیر اختیار ہے اس لئے شریعت نے اس معذوری پر مواخذہ نہیں کیا۔ لیکن خرچہ دینے اور شب باشی کرنے میں چونکہ مرد کو اختیار حاصل ہے اس میں عدل سے کام نہ لیا تو ضرور مواخذہ ہوگا۔ اسی طرح اولاد کے درمیان بھی طبعی محبت کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ عدل کے قانون کو نافذ کردیا ہے۔ مرنے کے بعد یہ بات قطعاً قبول نہیں ہوسکتی کہ فلاں لڑکی باپ کی زیادہ خدمت کرتی تھی یا فلاں چھوٹا لڑکا والد کو زیادہ محبوب تھا ان وجوہ کے تحت ان کو میراث کے حصوں سے زیادہ ملنا چاہئے، شریعت ان وجوہ کو قطعاً قبول نہیں کرتی بلکہ میراث کے حصوں کو پورا پورا تقسیم کیا جائے گا۔

باپ اس دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے کہ چونکہ یہ مال میرا ہے میں اپنی مرضی پر کسی کو کم یا زیادہ دینے کا کلی اختیار رکھتا ہوں۔ اس لئے اس عدم مساوات میں نہ مجھے دنیا میں کوئی ملامت کر سکتا ہے اور نہ آخرت میں مجھ پر کسی قسم کا مواخذہ ہوسکتا ہے۔ اس معاملے میں یہ باپ دو دھوکوں میں گرفتار ہے۔ ایک شرعی دھوکہ اور دوسرا طبعی۔ حدیث کے ایک واقعہ سے ان مفاسد کی پوری قلعی کھل جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ: میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطا کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرے گا کہ تیرے سارے لڑکے تجھ سے اچھا سلوک کریں؟

انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو اپنا غلام اپنے اس لڑکے سے واپس لے لو۔

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت نعمان کہتے ہیں میرے والد نے مجھے ایک چیز دی۔ میری والدہ نے کہا کہ یہ چیز میں اپنے بیٹے کے لئے اس وقت تک پسند نہیں کرتی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ نہ ہو جائیں۔ میرے والد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک چیز دی ہے اور میں اس چیز پر آپ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے اس قسم کی چیز تمام لڑکوں کو دی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے ڈرا اور اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔ باقی رہا مجھے اس پر گواہ کرنا تو میں کسی کے ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ (بخاری ومسلم۔ مشکوۃ ص ۲۹۰ مسلم ص ۳۶ ج ۲ نیل الاوطار ص ۹ ج ۲)

علم میراث کی اہمیت

اہمیت: جس طرح اسلام میں میراث کے علم کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہے اسی طرح اس کا علم بھی ایک بڑا درجہ رکھتا ہے۔ جب کسی چیز کا صحیح علم ختم ہو جاتا ہے تو اس کے علم میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میراث کا علم خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھلاتے رہو۔ میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور صحیح علم بھی ختم ہوتا جائیگا۔ ایسا نہ ہو کہ دو آدمی میراث کے یا کسی اور مسئلے میں اختلاف کریں اور انہیں صحیح مسئلہ بتانے والا کوئی نہ ملے۔

دوسری حدیث میں ہے: میراث کا علم خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاتے رہو کیونکہ یہ دین کا آدھا علم ہے اسے لوگ جلدی بھلا دیں گے۔ یہ پہلا علم ہے کہ میری امت سے جلدی رخصت ہو جائیگا۔

ان احادیث میں چند باتیں واضح ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث کا علم حاصل کرنے اور پھر اسے پھیلانے کی کس قدر تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی اس تاکید کا منشاء بھی واضح کر دیا ہے کہ امت اس علم کے ساتھ اتنی غفلت برتے گی کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی اہمیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ دور آئے گا کہ اگر کہیں اس کے کسی مسئلے میں اختلاف ہو گیا تو کوئی صحیح بتلانے والا عالم بھی میسر نہ ہوگا۔ جیسا کہ بعض علاقوں

میں ایسا حادثہ اب بھی پایا جاتا ہے۔ دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کی اتنی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اسے دین کا نصف علم کہا گیا ہے۔

اسلام سے قبل عورت کا مقام:

اسلام سے قبل دنیا میں جتنے مذاہب اور ملکی آئین نافذ تھے، ان سب میں عورت کی حیثیت محض یہ تھی کہ وہ تمام عمر خاوند کی گرفت میں غلامی کرتی رہتی۔ باپ اور خاوند کی میراث سے اسے کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔

وراثت میں عورت کا حصہ مقرر ہونے سے متعلق واقعہ:

حضرت سعد بن ربیع جو ایک مشہور صحابی ہیں اُحد کی مشہور جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے عرب کے قدیم رواج کے مطابق تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے ان کی بیوی اپنی یتیم بچیوں کو لے کر فریاد رسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں سعد بن ربیع کی عورت ہوں اور یہ ان کی دو یتیم لڑکیاں ہیں۔ اور جو میرے خاوند کی جائیداد تھی اس پر اس کے بھائی نے قبضہ کر لیا ہے میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ میں ان بچیوں کی شادی کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے کس عورت کی فریاد سن کر فرمایا۔ تو کچھ انتظار کر۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب کوئی فیصلہ فرما دیں گے۔ اس کے بعد میراث کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کی میراث میں سخت تاکید کرتے ہیں باپ کی میراث سے دو لڑکیوں کا حق ایک لڑکے کے برابر کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے بھائی کو بلا کر فرمایا کہ قرآن میں میراث کا حکم نازل ہو چکا ہے تم اپنے مرحوم بھائی کی جائیداد اس طرح تقسیم کر دو کہ تمام مال سے آٹھواں حصہ اس کی بیوی کو دے دو۔ دو تہائی جائیداد ان لڑکیوں کو اور جو کچھ باقی بچے وہ تم خود لے لو۔ (احکام القرآن لابن عربی ص ۱۳۸ ج ۱)

آیت میراث کے نزول کے بعد صحابہؓ پر اتنا اثر ہوا کہ بے سہارا اور بے کس عورتوں کو میراث دلانے کیلئے ایسے ایثار سے کام لینے لگے جس کی عالم اسلام میں نظیر نہیں ملتی۔ امام

شعرانی لکھتے ہیں۔بعض صحابہ نے میراث دلانے میں اتنا ایثار کیا کہ جس بیماری میں انہیں بچنے کی امید نہ ہوتی ایسی عورتوں سے نکاح کر لیتے جن کا دنیا میں کوئی سہارا نہ ہوتا۔اس ایثار کا مقصد یہ تھا کہ موت کے بعد ہماری جائیداد سے ان کو میراث مل جائے۔

میراث کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں تقسیم ترکہ کا اصول:

(۱) نسب: اس کی وجہ سے مردے کے صرف انہیں ورثاء کو وراثت ملتی تھی جو بہادر و جوان ہوں اور میدان جہاد میں جا کر دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان سے مال غنیمت حاصل کر سکیں، اگر مرنے والا نابالغ لڑکے، لڑکیاں، بیوہ عورتیں، کمزور وضعیف اولاد چھوڑتا تو انہیں وراثت میں سے کچھ نہیں دیا جاتا تھا، بلکہ طاقت ور چچا اور بھائی جبراً مرنے والے کے کل مال وجائیداد پر قبضہ کر لیتے تھے۔

(۲) اقرار ومعاہدہ: یعنی دو شخص آپس میں یہ اقرار ومعاہدہ کر لیتے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج وراحت، موت وحیات میں شریک رہیں گے، اگر ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کر دے گا جو زندہ رہے گا وہ مرنے والے کی میراث پائے گا، تو اس باہمی اقرار ومعاہدہ کی وجہ سے بھی زمانہ جاہلیت کے لوگ وراثت کے حقدار بن جاتے تھے۔

(۳) متبنیٰ بنالینا: جو شخص کسی غیر کی اولاد کو اپنی اولاد بنالیتا تو وہ دونوں باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور اپنے گود لئے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کو حرام سمجھا جاتا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا۔زمانہ جاہلیت میں تقسیم میراث کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب تفسیر فتح القدیر حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"عن ابن عباسؓ قال: كان اهل الجاهلية لا يورثون البنات ولا الصغار حتى يدركوا. حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ نہ تو عورتوں کو میراث دیتے تھے اور نہ بالغ ہونے سے پہلے لڑکوں کو۔اسی طرح مفسر قرآن علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی زمانہ جاہلیت کی میراث کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"عرب نے تو اصول ہی بنالیا تھا کہ وراثت کا مستحق صرف وہ ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کر کے اس کا مال غنیمت جمع کرے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تقسیم ترکہ:

اسلام کے دور ابتدائی میں بھی لوگوں کے درمیان انہی علاقوں اور اسباب کے ذریعہ میراث تقسیم ہوتی رہی، جن کے ذریعہ زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہوتی تھی، جیسا کہ اس سے قبل احکام القرآن کے حوالہ سے یہ بات گذر چکی کہ اسلام نے کچھ دنوں تک لوگوں کو اپنی سابقہ حالت پر چھوڑے رکھا، پھر طریقہ جاہلیت کو منسوخ قرار دے کر اپنا صاف ستھرا نظام اور مکمل اصول وضوابط مقرر کر دیئے۔ اسلامی تاریخ اور تفسیر کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک صحابہ کرامؓ مکہ معظمہ میں رہے، میراث ان کے درمیان طریقہ جاہلیت کے مطابق تقسیم ہوتی رہی۔ مدینہ میں بھی کچھ دنوں تک اسی پر عمل رہا۔ پھر سورۂ نساء نازل ہوئی جس میں میراث کے اصول اور ورثاء کے حقوق و حصے بیان کئے گئے۔ اس کے مطابق مسلمانوں کے درمیان وراثت تقسیم ہونے لگی اور اس طرح دنیا سے رفتہ رفتہ زمانہ جاہلیت کا ظالمانہ طریقہ کا خاتمہ ہو گیا۔

اوس بن ثابت کی بیوہ کا دردناک واقعہ

ابھی لوگوں کے درمیان طریقہ جاہلیت کے مطابق میراث تقسیم ہو رہی تھی کہ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دردناک واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل صاحب درمنثور اور دیگر مفسرین عظام نے اس طرح نقل کی ہے۔

ایک انصاری صحابی حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے دو لڑکیاں ایک نابالغ لڑکا اور ایک بیوی اپنے پیچھے وارث چھوڑے۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان کے دو چچازاد بھائیوں نے آ کر مرحوم کے پورے مال و جائیداد پر قبضہ کر لیا اور ان کی اولاد اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا، کیوں کہ ان کے دستور کے مطابق عورت تو مطلقاً مستحق وراثت نہ سمجھی جاتی تھی، خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ اس لئے مرحوم کی بیوی اور دونوں لڑکیاں تو یوں محروم ہو گئیں اور لڑکا بوجہ نابالغ ہونے کے محروم کر دیا گیا۔ لہٰذا پورے مال کے حقدار اور وارث دو چچازاد بھائی ہو گئے۔ (اسلام اور وراثت)

اسلامی مہینوں کے احکام وفضائل

محرم الحرام...احکام ومسائل، مروجہ رسوم و بدعات

صفر المظفر ...توہمات کی اصلاح

ربیع الاوّل- سیرت طیبہ پر محبت وعقیدت پر مبنی تحریرات

مصنوعی عید کی وعید......سیرت کے جلسے اور جلوس

رجب المرجب- فضائل ومسائل- مروجہ غلط فہمیوں کا ازالہ

شب برأت کی حقیقت......شعبان المعظم- فضائل ومسائل

ذوالحجہ- خاص اعمال حجاج کرام کیلئے زریں ہدایات

حج وقربانی کے اہم مسائل- حج کا طریقہ

حج کے غلط مسائل کی نشاندہی- قربانی کی حقیقت

محرم الحرام......مبارک یا نامبارک

نیا اسلامی سال شروع ہو چکا ہے مقام شکر ہے کہ ہمارے اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام کے مہینہ سے ہوتا ہے جس کے معنی احترام کے ہیں۔

اس کی حقیقت سے بہت لوگ نا آشنا ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس مہینہ کی فضیلت حضرت امام حسین کی شہادت کی وجہ سے ہے حالانکہ ایسا نہیں اس مہینے کی فضیلت اسلام سے بھی بہت پہلے سے ہے۔

جیسے کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون سے اس دن میں نجات ہوئی۔ اس نعمت پر اداءِ شکر کے طور پر اس دن کے روزے کا حکم ہوا، اور بھی بہت سی فضیلت کی چیزیں اس میں ہوئی ہیں، البتہ یوں کہیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں فضیلت اس لئے ہوئی کہ ایسے فضیلت والے ماہ میں واقع ہوئی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں، نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہئیں، اس میں شادی کرنے سے برکت ہوگی۔ لیکن ہے یہ بڑی بات، اس لئے کہ بہت دنوں سے یہ غلط باتیں کوٹ کوٹ کر دل میں بھری ہوئی ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حادثہ اگر چہ انتہائی المناک ہے۔ بعض حضرات نے اسے حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے عام مسلمانوں کے اذہان میں یہ غلط بات جما دی گئی ہے کہ دنیا میں شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا اور کوئی سانحہ فاجعہ واقع نہیں ہوا، حالانکہ اس سے بدرجہا زیادہ مظلومیت کے بے شمار اندوہناک واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دیکھئے، مدافعت پر پوری قدرت کے باوجود ظلم عظیم پر کس قدر صبر و استقامت کے ساتھ جان دے دیتے ہیں، کیا اس کی نظیر کہیں دنیا میں ملتی ہے؟ مگر مسلمان اس خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہیں کہ

گویا یہ فرش وعرش کو لرزا دینے والا واقعہ ہی نہیں ہوا۔ کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے ہوئے، کسی کان کا اس طرف التفات، کسی قلم کو جان فگار حادثہ لکھتے ہوئے، اوراق تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے کسی نگاہ کی توجہ، اس مظلومیت پر کسی دل میں احساس درد اور کسی آنکھ کو کبھی اشک بار دیکھا ہے، اس سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارکہ کا لہولہان ہونا، دانت مبارک کا شہید ہونا، چہرۂ انور کا زخمی ہونا اور اس سے نہ رکنے والا خون جاری ہونا، انگلی سے خون بہنا اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا شہید ہونا ہے، دنیا بھر کے اولیاء اللہ کا خون نبی کے ایک قطرۂ خون کے برابر نہیں، مگر یہاں تو زبان، کان، قلم، نگاہ، دل اور آنکھ سب ایک ہی کرشمہ میں مست ہیں، نہ کسی دوسرے صحابہ کی شہادت کسی شمار میں، نہ کسی نبی کی، غور کیجئے کہ یہ کس قدر ظلم اور ناانصافی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح دین کی سمجھ عطا فرماویں۔ آمین (شمارہ نمبر 7)

نیا اسلامی سال

آج کل پوری دنیا میں انگریزی سال کی آغاز پر جشن اور خرافات سے مسلمان یہود ونصاریٰ کی نقالی اور بازی گری میں فخر محسوس کرنے لگے، شباب وکباب کی رنگ برنگی بے ہودہ مجالس، فائیو اسٹار ہوٹلوں اور شاہراؤں پر غیرت خداوندی کو للکارا جاتا ہے اور شیطان کو خوش کیا جاتا ہے۔
اے کاش! آج کے مسلمان کو علم ہوتا کہ ہمیں کیا چیز وراثت میں ملی ہے اور ہم کس کی پاسبانی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ آج انگریزی تاریخ، انگریزی دن اور انگریزی سال کے تو دھوم دھام سے جشن منائے جاتے ہیں مگر اسلامی ہجری سال، قمری مہینے کا علم ہی نہیں، اسلامی مہینے جہالت وناواقفیت کی دبیز چادروں کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔
بفضل خدا اب تک چودہ سو انتیس سال ہجرت کے مکمل ہوئے اور اب نیا اسلامی محرم سے شروع ہوا۔ حق تعالیٰ جل شانہ ہم سب کو اسلامی اقدار پر مکمل عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشیں اور ہر گناہ اور شر اور فتنہ سے محفوظ فرمائیں آمین ثم آمین یارب العلمین۔ اس ماہ محرم کی برکتیں اور فضیلتیں یوم عاشوراء (دس محرم کے دن) کی وجہ سے ہیں۔ اور احادیث میں اس ماہ کو "**شهر الله**" اللہ تعالیٰ کا مہینہ کہا گیا ہے۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے

دس محرم کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو محرم کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی۔ ذخیرہ احادیث کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ اس روز روزہ رکھنا مستحب ہے۔مگر ساتھ نویں یا گیارھویں محرم کا ملانا پڑتا ہے تا کہ یہود وغیرہ کی من کل الوجوہ (ہر طرح سے) موافقت نہ ہو ہماری شریعت میں یہ نیک کام تب بنے گا جبکہ ہم اگر روزہ رکھیں تو وہ مسلسل روزے رکھیں چاہے نویں محرم کا یا گیارھویں محرم کا ملا لیں۔

اسلامی سال کے قمری مہینے

ا۔محرم ۲۔صفر ۳۔ربیع الاول ۴۔ربیع الثانی ۵۔جمادی الاول ۶۔جمادی الثانی ۷۔رجب ۸۔شعبان ۹۔رمضان ۱۰۔شوال ۱۱۔ذوالقعدہ ۱۲۔ذوالحجہ۔

مسئلہ:۔ سال میں پانچ روزے حرام ہیں۔ایک عید الفطر کے دن دوسرا عید الاضحیٰ کے موقع پر اور باقی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ (جو ایام تشریق کہلاتے ہیں)

مسئلہ:۔ سال بھر میں ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ جس میں اکیلا روزہ رکھنا مکروہ ہوتا ہے وہ یہی دس محرم کا ہے اس کے ساتھ نویں محرم یا گیارھویں کا روزہ ملا لینا چاہئے۔

اس روز کو روزہ رکھنا مستحب ہے تاہم نہ رکھنا کوئی گناہ نہیں۔یہی درست عقیدہ ہے۔

باقی رہا مسئلہ کہ اس روز اہل وعیال پر کھانے پینے کی وسعت کرنے سے سال بھر فراخی رہتی ہے یہ بات زیادہ تر کمزور احادیث میں ملتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابن حبانؒ نے فرمایا: ''**له اسناد عن جابر علیٰ شرط**'' کہ اس کی ایک سند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف کی شرط پر ہے اس لئے اس پر بھی عمل کرنا چاہے تو بھی ٹھیک ہے۔ان دو کاموں کے علاوہ باقی احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ سمجھنا کام نہ کرنے کے ثابت ہیں۔مثلاً

مسئلہ: ا۔دس محرم کو خاص طور پر تیل لگانا، سرمہ ڈالنا، خوشبو لگانا اور اس میں خاص اثر بعض من گھڑت روایات ہیں لہٰذا منع ہیں۔

۲۔امام حاکمؒ نے یوم عاشوراء کو سرمہ ڈالنا بدعت فرمایا ہے۔

۳۔ایسے الفاظ یا کام کرنا جس سے غم بڑھتا ہو درست نہیں بلکہ وفات یا شہادت یاد

آ ئے تو بس انا لله و انا اليه راجعون. پڑھنا چاہیے۔تاہم واقعات غم میں شریعت میں اظہارِ غم کی جگہ ازالہ غم یعنی غم ہلکا یا دور کرنا مقصود ہوتا ہے۔غم بڑھانا شریعت میں کہیں ثابت نہیں۔

۴۔اس روز خاص کر کے کھچڑی یا حلوہ پکانا، یا پانی کی سبیل لگانا بدعت ہے۔

۵۔صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی سے اس دن کو رتبہ نہیں ملا بلکہ پہلے سے یہ ماہ اور یہ دن محترم چلے آئے ہیں۔

۶۔زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نفی فرما کر مسلمانوں کے ذہن صاف فرما دیئے۔افسوس کہ آج کا مسلمان محترم مہینے (ماہ محرم) کو جسے کافر بھی منحوس نہیں سمجھتے تھے کو عملی طور پر منحوس سمجھنے لگا۔دلیل اس کی یہ ہے کہ اس ماہ شادی بیاہ بالکل نہیں کرتے۔یاد رکھئے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں طرف شادی کی تیاریاں کر چکے ہوں پھر ہوٹل یا ہال وغیرہ میں جو دن میسر آیا ہو محرم شروع ہونے کے بعد آیا۔اب صرف اس محرم کی وجہ سے شادی لیٹ کرنا درست نہیں۔اگر ہم اسے محترم مہینے سمجھتے ہیں اور شادی بھی عموماً زندگی میں ایک مرتبہ ہوتی ہے۔لہٰذا کوشش کر کے غلط رسم و رواج کو توڑنے کیلئے اسی ماہ شادی رکھنا بہت ساری خیر و برکات کو شامل ہے۔

ہندی اور انگریزی وغیرہ میں دنوں کے کفریہ نام

۱۔اتوار دو لفظوں پر مشتمل ہے ایت بمعنی سورج وار بمعنی دن۔سورج کی پوجا کا دن انگریزی میں سنڈے سن بمعنی سورج اور ڈے بمعنی دن۔

۲۔سوموار یہ بھی دو لفظوں پر مشتمل ہے سوم، بمعنی چاند وار بمعنی دن انگریزی میں مونڈے مون بمعنی چاند اور ڈے بمعنی دن سے مرکب ہے۔یعنی چاند کی پوجا کا دن۔

۳۔منگل بمعنی سرسبز شاداب قدیم یونانی سیارہ مریخ کو سرسبز و شادابی کا دیوتا مانتے تھے اور آج کل ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔مریخ کو پوجنے اور اس سے دعا مانگنے سے کسان کی زراعت خوب سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔انگریزی میں مریخ کو مارز کہتے ہیں اور منگل کو ٹیوزڈے کہتے ہیں جو ٹیوز بمعنی سیارہ مارز (مریخ) ڈے بمعنی دن یعنی ٹیوز دیوتا کی پوجا کا دن۔

۴۔بدھ یہ بھی دو لفظوں کا مجموعہ ہے بدھ بمعنی عقل و شعور کا دیوتا وار بمعنی دن بدھ ہندی میں

عطارد سیارہ کو کہتے ہیں۔یعنی عطارد (بدھ) کی پوجا کا دن جس پر بدھ دیوتا مہربان ہو جائے وہ عقل وشعور کا مالک بن جاتا ہے۔انگریزی میں بدھ کو وِڈنس ڈے یعنی دیوتا کی پوجا کا دن۔

۵۔ جمعرات کو برسپت (مشتری سیارہ) اور برچیس کہتے ہیں۔مشتری کی پوجا کا دن انگریزی میں تھرس ڈے بمعنی دیوتا ڈے بمعنی دن۔

۶۔ جمعہ فارسی میں آدینہ ہندو جمعہ کو شکروار کہتے ہیں۔انگریزی میں فرائی ڈے۔فرائی بمعنی فریگا دیوی جو بدھ میں بتائے گئے وڈن۔خدا کی بیوی سمجھی جاتی ہے۔اس کی پوجا کا دن۔

ہندو اسے شکر یعنی صرف "ش" کی پیش کے ساتھ اور "ک" کی شد کے ساتھ کہتے ہیں۔بمعنی حسن وجمال خوبصورتی عطا کرنے والی دیوی جسے ہم زہرہ سیارہ کہتے ہیں۔زہرہ کو انگریزی میں وینس سنسکرت میں زہرہ کہتے ہیں۔

۷۔ ہفتہ سنیچر بمعنی زحل دیوتا۔انگریزی میں سیچر ڈے۔سیچرن دیوتا کی پوجا کا دن زحل کو انگریزی میں سیچرن کہتے ہیں۔کفار نے باطل معبودوں کے نام پر دنوں کے نام رکھے۔

مسئلہ:۔ دنوں کے ان ناموں کا رواج عام ہوگیا ہے۔لہٰذا کفار کا شعار نہ رہا اس لئے ان کا استعمال گناہ تو نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ فارسی یا عربی میں بولیں۔عربی میں اتوار کو یوم الاحد کہتے ہیں۔پیر کو یوم الاثنین۔منگل کو یوم الثلثاء۔بدھ کو یوم الاربعاء۔جمعرات کو یوم الخمیس۔جمعہ کو یوم الجمعہ۔ہفتہ کو یوم السبت کہتے ہیں۔(شمارہ نمبر 19)

عاشوراء محرم اور رسومات
شہادت حسینؓ اور تاریخ

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی۔یہ باپ اور چچا کی لڑائی ہے۔اولاد کا کام یہ نہیں کہ اس میں اپنا دماغ الجھائے۔ایک سبق یاد رکھو کہ قرآن نے صحابہ کرامؓ کی شان میں فرمادیا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ سے راضی ہیں۔جن سے اللہ راضی ہے تم ان سے ناراض ہونے کا کونسا جواز لاتے ہو۔تم کو کیا حق ہے ان سے ناراض ہونے کا ان کے معاملہ میں دخل دے کر اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور قلب کو روگ لگانا۔یہ شہادت نامے

اور تاریخی کتب سب مخدوش ہیں۔ان سب میں آمیزش ہے۔اس سے قلب پریشان ہوگا اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ میرے ساتھی، میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔فرمایا جوان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔جوان سے محبت رکھے گا مجھ سے محبت کرے گا۔پس اگر ان تاریخی واقعات میں دیکھ کر ہمارے دل میں اگر کوئی ذرا سا تکدر بھی آ گیا تو ہمارا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا حضرت معاویہؓ سے بغض رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے۔اس لئے ان تاریخوں کو پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔یہ تاریخیں مدون ہیں۔مؤرخین سے اس میں سازش بھی ہوسکتی ہے۔اس میں جذبات کا اظہار بھی ہوسکتا ہے۔کوئی یہ حدیثیں تو نہیں ہیں جوان پر بھروسہ کیا جائے۔

شکر کرو کہ احادیث ابھی تک ملوث نہیں۔ان تمام لکھنے والوں سے۔ورنہ آج صحیح دین ہمارے پاس نہ پہنچتا۔دوسرے یہ کہ کوئی مجبوری ہم پر نہیں کہ ہم فیصلہ کریں۔حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا۔یزید اور حسینؓ کا ہم سے قیامت کے دن یہ سوال نہ ہوگا کہ تم ان سے کس کو حق پر سمجھتے ہو۔آپ کو اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں اپنا دین سنبھال کر رکھئے۔قبر میں یہ سوال آپ سے منکر نکیر نہیں پوچھیں گے وہاں جو پوچھا جائے گا۔ان سوالوں کے جواب تم تیار کرلو۔جن کا دارومدار تمہاری جنت اور دوزخ کے جانے میں ہے۔

ہمارا سارا خاندان شہیدوں کا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا تو سارا خاندان شہیدوں کا ہے۔ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چھوڑ کر سارے ہمارے بڑے شہید ہی ہیں۔اب اگر اس وقت سے آج تک کے ہمارے سارے بزرگوں کے صرف شہیدوں کا ہی ذکر ہو تو ۳۶۵ سے کہیں زیادہ شہید نظر آئیں گے۔حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں مصلیٰ پر شہید ہوئے لیکن آپؓ کے گرنے کے بعد فوراً دوسرے صحابی امامت کے فرائض انجام دینے کے لئے آ گئے۔پہلے نماز ہوئی بعد کو خلیفہ کی خبر لی آپ بے ہوش تھے ساری تدابیر ہوش میں لانے کی کی گئی ہوش نہ آیا۔کسی نے کہا کان میں کہو۔''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' یہ سن کر فوراً آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا کہ بیشک جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

ستر تو شہید ہیں غزوۂ اُحد میں:۔ بارہ کے قریب بدر میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنی جنگیں ہوئیں کتنے شہید ہوئے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، کس کس کا ماتم کرو گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فی گھنٹہ ایک شہید کا بھی پورے سال میں ایک دفعہ ذکر کرو تو شہداء کے نام پورے نہ ہوں گے۔ اسلام کے لئے جن شہداء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں دیں کیا ان کا ماتم کرنا باعث گناہ ہوگا؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ فخر عطا ہوا ہے کہ جو شہید ہوا۔ اس نے درجات حاصل کیے کامیابی ملی خوش ہونے کی چیز ہے۔ جان دی اللہ کی راہ میں۔ اور حیات جاودانی پائی۔ یہ بہادروں کا شیوا ہے انہوں نے زندگی کا حق ادا کیا۔ پھر کیسے کیسے قراء، حفاظ، علماء، خلفاء ہر درجہ کے لوگوں کو جام شہادت نصیب ہوا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا، صحابہ کرامؓ نے کیا کیا بس یہ دیکھ لو یہی دین ہے۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت اور صحابہؓ کا عمل

حضرت حمزہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ ابوطالب اور حضرت حمزہؓ دونوں آپ کے خاص شفیق تھے چونکہ آپ کو ان سے محبت تھی آپ کو جس وقت طرح طرح کی تکالیف دی جاتی تھیں، اس وقت حضرت حمزہؓ تیر کمان لے کر جا رہے تھے۔ کسی نے طعنہ دیا کہ تمہارے بھتیجے پر ظلم ہو رہا ہے تم شکار کو جا رہے ہو۔ بس اسی وقت دل پلٹ گیا اور مسلمان ہو گئے۔

غرض حضرت حمزہؓ جب شہید ہوئے تو سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ ایک تو ایسا نازک وقت، پھر ایسی بے رحمی اور ظلم سے شہید ہوئے۔ غرض ایک محبوب عزیز کی شہادت کا واقعہ اور جو آپ نے ان کی شہادت کے موقع پر عمل کیا وہ ہم سب کے لئے نمونہ ہے۔

جب غزوۂ اُحد کا مہینہ ہر سال حضور کے سامنے آتا تھا۔ کیا کوئی شہادت نامہ حضرت حمزہؓ کا پڑھا جاتا تھا یا آپ یا آپ کے صحابہؓ یا اہل بیت اس کی یادگار اس طرح مناتے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے آپ کے عشاق نے، آپ کے صحابہ نے، آپ کے پیروؤں نے حضرت حمزہؓ کی یادگار کس طرح منائی۔

اہل بیت کے ساتھ اصل محبت

اہل بیت کی محبت کا اظہار جزوایمان ہے، ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔حضرت حسینؓ اوران کے رفقاء کی مظلومانہ اور دردانگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج وغم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں لیکن اس کی سچی اور حقیقی محبت وعظمت اوران کے مصائب سے حقیقی تاثر یہ نہیں کہ سارے خوش وخرم پھریں، کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اورصرف عشرہ محرم میں واقعہ شہادت سن کر رولیں، یا ماتم برپا کرلیں، سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اورصرف محرم کے موقع پر ہی (اگرچہ سردی پڑرہی ہو، کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ بھی ہو) شہدائے کربلا کے نام پر سبیلیں لگائی جاتی ہیں، بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کیلئے انہوں نے قربانی دی، اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اپنی ہمت کے مطابق ایثاروقربانی پیش کریں۔ان کے اخلاق واعمال کی پیروی کو سعادت دنیا وآخرت سمجھیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی وہی محبت عطاء فرمائیں جو اللہ کے نزدیک ان حضرات کے شایان شان ہو!

آمین ثم آمین!(شمارہ نمبر 19)

ماہِ محرم،فضائل ومسائل

یوم عاشوراء کی فضیلت: اس دن کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو حق تعالیٰ نے اسی دن فرعون سے نجات بخشی تھی اس دن میں روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

ا۔صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ اس دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم روزہ کیوں رکھتے ہو کہنے لگے یہ بہت اچھا دن ہے اس دن میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی تھی اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنسبت تمہارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے زیادہ حق

دار ہیں، پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔

امام بیہقیؒ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اہل وعیال پر وسعت کرے گا حق تعالیٰ سارے سال فراخ روزی عطا فرماتے ہیں حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اس کو درست پایا ہے مگر اس کو ضروری نہ سمجھے اور نہ حد سے زیادہ اہتمام کرے، اور جب اہل وعیال پر وسعت کرے تو غریب ہمسایہ کے ہاں بھی بھیج دے۔

ماہ محرم کی رسومات: ماہ محرم کو بعض لوگ منحوس مہینہ سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر گذرا ہے کہ یہ مبارک مہینہ ہے بڑے بڑے عظیم واقعات اس ماہ پیش آئے ہیں، کئی لوگ اس مہینہ میں خصوصاً عاشوراء کے دن ماتم کرنا اور غم کا اظہار کرنا۔ شوہر کے علاوہ کسی اور کا خواہ باپ ہو یا بھائی ہو یا بیٹا ہو تین دن کے بعد سوگ منانا جائز نہیں، صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ زوجہ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو تین دن کے بعد خوشبو منگائی اور چہرے کو لگائی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (کیونکہ بوڑھی ہو چکی تھیں، اور خاوند یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی) لیکن میں نے باپ کا سوگ ختم کرنے کیلئے خوشبو لگائی کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، ہاں شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن کا سوگ ہے۔ بعض لوگ سیدنا حضرت حسینؓ کا سوگ مناتے ہیں، محرم میں اچھے کپڑے نہیں پہنتے، بیوی کے قریب نہیں جاتے، چارپائیوں کو الٹا کر دیتے ہیں اور کاروبار زندگی بند کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ حضرت حسینؓ کی شہادت کو تقریباً چودہ سو سال ہو چکے ہیں یہ سب ناواقفیت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر رکھیں۔

کئی لوگ محرم کے موقع پر لوگوں کو شربت پلاتے ہیں اس عمل کی بنیاد یہ نظریہ ہے کہ جو شئے میت کیلئے بطور ثواب بخشی جائے وہی چیز پہنچتی ہے حالانکہ اس شئے کا ثواب پہنچتا ہے نیز اس میں شہداء پر بدگمانی بھی ہے کہ نعوذ باللہ وہ ابھی تک پیاسے ہیں حالانکہ وہ جنت کی نعمتوں سے سیراب ہو چکے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اس دن قبروں پر سبز جھاڑیاں ضروری

سمجھ کر ڈالتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے اس لئے کہ سبز ٹہنی ڈالنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ ثابت ہے، نہ آپ نے بار بار یہ عمل کیا ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے اگر کوئی سنت پر عمل کرنے کیلئے (زندگی میں) ایک مرتبہ ڈال لے تو درست ہے لیکن اس کو بار بار کرنا یا ضروری سمجھنا حدودِ شریعت سے تجاوز ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

اسی طرح کئی لوگ کپڑوں کے ذریعہ سے حضرت حسینؓ کے غم کا اظہار کرتے ہیں میلے کچیلے یا سیاہ کپڑے پہنتے ہیں حالانکہ لباس کے ذریعہ سے غم کا اظہار درست نہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ایک جنازے میں جنہوں نے کرتے پہن رکھے تھے اور تہبند اُتار رکھے تھے (اس طرح غم کا اظہار کر رہے تھے جیسا کہ جنازے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے) آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا جاہلیت والا عمل کرتے ہو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ جس کے سبب تمہاری شکلیں مسخ ہو جائیں، یہ سن کر وہ ڈر گئے اور اپنی چادریں سنبھال لیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین! ''مجالس مفتی اعظمؒ'' (شمارہ نمبر 30)

عاشوراء کے مسائل

☆ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا اور نویں یا گیارہویں کا روزہ ساتھ نہ ملانا مکروہ تنزیہی ہے یعنی نامناسب ہے حرام اور مکروہ تحریمی نہیں۔ (شامی)

☆ حضرت حسینؓ جب شہید ہوئے غم اس وقت تھا تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے شریعت میں حلال نہیں۔

☆ غم کی مجلس خواہ حضرت حسینؓ کی ہو یا کسی اور کی جائز نہیں کیونکہ شریعت میں صبر کا حکم ہے اور اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت اور گناہ ہوگا۔

☆ مجمع کر کے شہادت حسینؓ کا بیان روافض کیساتھ مشابہت ہے جو حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

☆ محرم بہت مبارک ماہ ہے اس کو منحوس سمجھنا نری جہالت ہے۔

☆ ماتم کی مجلس اور تعزیے کے جلوس میں شامل ہونا گناہ ہے اسی طرح بچوں کو شامل ہونے کی اجازت دینا گناہ ہے حدیث شریف میں ہے: "**من تشبه بقوم فهو منهم**" یعنی جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے!

☆ قبروں کی لیپا پوتی جائز ہے لیکن اس کام کے لئے صرف ماہ محرم کو مقرر کرنا درست نہیں جب بھی موقع ہو لیپا پوتی کرا سکتا ہے۔

☆ قبروں کی زیارت ثواب ہے کیونکہ ان کے دیکھنے سے موت یاد آتی ہے مگر اس کام کے لئے لوگ دس محرم کو مقرر کرتے ہیں سال میں صرف اسی دن قبرستان میں جاتے ہیں آگے پیچھے کبھی بھول کر بھی نہیں جاتے۔

☆ کچھ لوگ عاشوراء کے دن قبروں پر سبز چھڑیاں رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مردے کا عذاب ٹل جاتا ہے اس عمل کے التزام میں بعض لوگ عذاب ٹل جانے کو لازمی خیال کرتے ہیں۔ اور یہ صحیح نہیں۔

☆ قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر پر میت کے پاؤں کی طرف سے آئے سر کی طرف سے آنا مناسب نہیں اور میت کو کہے **السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء الله بکم لا حقون.** ہو سکے تو سورۃ یاسین شریف پڑھ لے یا گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر فوت شدہ شخص کو ایصال ثواب کرے پھر دل چاہے تو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا مانگے۔ (شمارہ نمبر 54)

ماہِ صفر منحوس نہیں

دور جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق عجیب وغریب خیالات تھے ایک خیال یہ تھا جو آج کل کے جاہلوں میں بلکہ بعض پڑھے لکھوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ اس مہینہ میں نحوست ہے پریشانیاں اور مصائب اس میں نازل ہوتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرمائی۔ ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ صفر کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے۔ بھوک کے وقت انسان جو کیفیت محسوس کرتا ہے وہ اس کے کاٹنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک خیال یہ تھا کہ صفر پیٹ کے درد کو کہتے ہیں جو متعدی مرض بن جاتا ہے صفر کے بارے میں اہل جاہلیت کی ایک جاہلانہ کج روی یہ بھی تھی کہ وہ محرم میں دشمن سے نہ لڑتے صفر میں لڑ لیتے، لیکن جس

سال ان کا پکا ارادہ ہوتا کہ اس سال محرم میں جنگ کرنی ہے تو اس سال کہتے کہ اب کی دفعہ صفر پہلے آئے گا۔ اور محرم بعد میں آئے گا اور جس سال جنگ کا ارادہ نہ ہوتا تو کہتے کہ اس سال محرم اپنی جگہ پر پہلے آئے گا اور صفر بعد میں آئے گا۔ ان کے اس جاہلانہ تصرف کے بارہ میں سورۃ براءۃ کی آیت انما النسی زیادۃ فی الکفر نازل ہوئی یعنی کسی سال محرم کو آگے کر دینا اور کسی سال پیچھے کر دینا کافرانہ فعل ہے۔ جس سے انکے کفر میں زیادتی ہوگی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر کے بارہ میں ان جاہلانہ خیالات کی تردید فرمائی۔

ماہ صفر کے بارہ میں موجودہ خیالات

آج کل اکثر لوگ ماہ صفر کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ بلاؤں اور مصیبتوں کا مہینہ سمجھتے ہیں اس ماہ میں شادی نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ ماہ صفر میں شادی ناکام ہوتی ہے شادی کے علاوہ دیگر تقریبات بھی نہیں کرتے، بعض یکم صفر سے تیرہ صفر تک کے دنوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور تیرہ تاریخ کو گھونگھیاں پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ نحوست سے بچاؤ رہے۔

من گھڑت حدیث: بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خوشخبری سنائے گا کہ ماہ صفر ختم ہو گیا ہے میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ماہ صفر منحوس ہے تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفر کے جانے سے خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ مگر یہ حدیث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ مشہور محدث ملا علی قاریؒ نے اس کو من گھڑت قرار دیا ہے اگر بالفرض صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوشی صفر کے جانے کی نہ تھی بلکہ ربیع الاول کے آنے کی تھی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے والی تھی اور وفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی تھی، تو یہ خوشی حق تعالیٰ سے ملاقات کی تھی۔

صفر کا آخری بدھ:۔ کئی لوگ صفر کے آخری بدھ کو عید مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا اس لئے ازواج مطہرات نے خوشی کی اور میٹھی چیز پکائی، انہوں نے ایک شعر بنایا ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے　　غسل صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض تو صفر کے آخری بدھ سے شروع ہوئی تھی نہ کہ ختم ہوئی تھی اس لئے اس دن میں عید منانا بے اصل ہے۔

ایک حکایت:۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نواب زادہ کسی عالم دین کے پاس علم دین پڑھتا تھا۔ایک دن جب صفر کا آخری بدھ آیا تو حاضر ہوا اور عیدی اور مٹھائی طلب کی تو استاد صاحب جو بڑے ماہر علم تھے انہوں نے ایک شعر تصنیف کیا اور شہزادے کو دیا۔شعر یہ تھا

آخر چہار شنبہ صفر مثل چہار شنبہ ہائے دگرل نہ حدیثے شدہ دراں وارد نہ در وعید کرد پیغمبر

ترجمہ:۔صفر کا آخری بدھ دوسرے بدھ کی طرح ہے۔اس میں نہ کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں عید منائی ہے۔شہزادے نے والد کو جا کر یہ سنایا والد خوش ہوا اور مولوی صاحب کو انعام دیا۔(اصلاحی مضامین)

اللہ پاک ہم سب کو جاہلانہ رسومات سے محفوظ فرمائیں۔آمین۔(شمارہ نمبر 55)

ولادت باسعادت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ایک بصیرت افروز تحریر سالانہ یادگار منانا

جس فضیلت کو دائمی اللہ پاک نے بنادیا یا اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا وہ اپنی جگہ مسلم ہے مثلاً رمضان یا شعبان یا محرم الحرام یا عیدین وغیرہ اور پھر ان کے لئے ہدایات اور احکامات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیئے یہ سب تسلیم اور قابل عمل ہیں اور جن کے متعلق آپ نے ہدایات نہ دی ہوں مثلاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی،طائف تشریف لے گئے،جنگ بدر،جنگ اُحد اور دیگر غزوات میں حصہ لیا جس جگہ قدم مبارک آپ کے پڑ گئے کتنی فضیلت اس جگہ کی ہوگی کہ سارے زمین و آسمان سے بڑھ کر قیمت اس جگہ کی ہوگی،اور بہت سے سینکڑوں ایسے واقعات پیش آئے کہ ہر واقعہ ہر کلمہ ہر اٹھنا بیٹھنا برکت والا اور عظمت والا ہے لیکن کہیں اس کی ہر برس تقریب منانے کا حکم نہیں ہے،کوئی ہدایت نہیں ہے،لہٰذا بغیر حکم وہدایت کے اس کو اپنانا صحیح نہیں ہے۔

حضرت حلیمہ کے یہاں آپ کا جانا،فرشتوں کا آپ کے دل مبارک کو دھونا،آپ کا غار حراء میں تشریف لے جانا وہاں انوار الٰہی کا ظاہر ہونا،پھر نبوت کا عطاء ہونا،وحی کا نازل ہونا جب وحی نازل ہوئی اور تین سال تک آپ نے چھپ چھپ کر عبادت الٰہی کی اور دین کی تبلیغ کی،پھر آپ کو فکر ہوئی کہ لوگ استہزاء کریں گے،وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کی استہزاء کی فکر نہ کیجئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پانچ آدمیوں کو جو مشرکین میں سے تھے جن سے سب سے زیادہ خطرہ تھا،حرم شریف میں جا کر انگلی کا اشارہ کیا جس سے وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے اور میدان تبلیغ کیلئے صاف ہو گیا پھر آپ نے کوہ صفاء پر جا کر اللہ کا کلمہ بلند کیا۔

اسلام کا کلمہ بلند کرنے کا وہ سب سے پہلا دن تھا کیا وہ دن مقدس نہیں ہے؟ ہمیشہ ہمیشہ یادگار رہنے کا دن تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر قدم اور ہر ہر واقعہ ایسا ہے کہ یادگار منانے والے اگر ان کو مرتب کریں تو ہزاروں سے بڑھ کر ان کی تعداد ہوگی مگر اسلام ہر اس رسم کو توڑنے آیا جو اسلام سے قبل جاری تھیں اس لئے ان کی یادگاریں منانے کا حکم نہیں دیا۔

مکہ سے ہجرت اور غار ثور کا قیام بدر کی پہلی رات ہر دن اور ہر رات اپنے اندر خاص خاص برکات لئے ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے نہ خدا کے احکام ہیں نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں حالانکہ ہر ایک ان میں سے اس قابل ہے کہ اس کا جشن منایا جاتا،لیکن اسلام ایک فطرت کا دین ہے،اس میں ان یادگاروں کے منانے کی کھپت نہیں ہے۔

حیاتِ نبوت کا ہر دن برکت والا ہے

تم بتاؤ آپ کی ساری تریسٹھ سال کی زندگی میں ہر سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں سے کون سا دن ایسا ہے اور کونسے دن کا کونسا گھنٹہ ایسا ہے جو یادر کھنے اور اس پر قربان ہونے کے قابل نہیں ہے؟ لیکن کیا کبھی آپ نے فرمایا تھا کہ کوہ صفا کا دن مناؤ،مکہ سے ہجرت کا دن مناؤ انہیں میں سے پیدائش اور وفات کے دن ہیں ان کیلئے آپ کے کوئی خصوصی احکام نہیں ہیں۔

آپ کی ولادت کا دن مقدس اور مبارک ہے اور اس کے ذی شان ہونے میں کوئی

شک نہیں ہے لیکن چونکہ آپ کا اس کے متعلق کوئی حکم نہیں اور صحابہ کرام کا کوئی عمل اس سلسلہ میں نہیں اس لئے اپنی طرف سے ہمارا یہ ہنگامہ کرنا صرف بدعت میں داخل ہے، کیا صحابہ کرام یا تابعین سے زیادہ دعویٰ ہے ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ یوم ولادت ان کے سامنے بھی ہر سال آتا تھا پھر آپ کی وفات کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے حساب لگانے والوں نے بتایا ہے کہ حجۃ الوداع جمعہ کا دن تھا اور اس سے ٹھیک اسی روز بعد پیر کے دن وفات ہوئی، مگر ۱۲ ربیع الاول اس سال کے حساب سے پیر کا دن نہیں ہوتا، غرض اور بھی اختلاف ہیں اس تاریخ میں۔

غرض آپکی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قابل ہے کہ اسکی یادگار منائی جائے لیکن آپکے ارشادات سے یادگاروں کو منانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ہم آپکے منع کرنیکے باوجود عید منائیں اس دن کو مقرر کرکے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ہاں شب قدر کیلئے فرمایا اس رات کو عبادت کیا کرو، جاگا کرو، اللہ سے معافی چاہا کرو، اس رات میں اتنی بخشش ہوتی ہے جسکا کوئی شمار نہیں۔

ہاتھی گھوڑوں کے جلوس

مگر کوئی روایت کوئی حدیث آپ کے ان جلوس جلسوں، نعروں کی، ضعیف یا قوی کوئی ہے؟ اگر ہے تو لاؤ، کوئی روایت نہیں اب ایک بے وقوفی کی بات یہ ہے کہ ان رسومات کے خلاف کوئی کچھ کہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے، بس ان کے نزدیک وہابی ایک گالی ہوگئی، مگر عقل سے نہیں سوچتے کہ جن کی ہدایت ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دی ہو اور ہم اپنی طرف سے گھڑ کر کریں اس کے لئے فرمایا ہے سب سے بدتر کام دین میں وہ ہیں جو اپنی طرف سے کرو، چونکہ اس میں معاذ اللہ یہ الزام ہے کہ ہمارے لئے نفع کا ایک کام تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نہیں بتایا گویا یہ آپ کو الہام ہوا ہے کہ ہاتھی گھوڑے جلوس میں نکالو، نعرے لگاؤ اور ایک فتنہ کھڑا کرو۔

شیطانی دھوکے

ہندوستان میں تو مسلمان دوہری چکی میں پستے تھے اوپر انگریز نیچے ہندو پھر پیسہ بھی اتنا نہ

تھا،حکومت بھی نہ تھی یہاں آ کر اللہ میاں نے دولت دی،حکومت دی،آزادی دی اب لگ گئے اچھلنے کودنے دین کے نام پر دین کا کام تو ہوتا نہیں کہ رشوت چھوڑیں نمازیں پڑھیں اس میں تو محنت ہے بس ہمارے شیطان نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ تم پکے مسلمان ہو،اسلام تمہارا ٹھیکہ ہے یہاں عبادات کی ضرورت نہیں سود کھائے جاؤ جائز کو ناجائز کئے جاؤ عورتوں کو ننگا پھراتے رہو بس دنیا میں اسلام کی زندگی کا یہ ثبوت پیش کرو کہ جلوس نکالو ڈنڈے ہاتھ میں لو اور نیا کام ایجاد کرواں کھیل تماشوں کا نام اسلام رکھ دو ساری دنیا میں تم سب سے اونچے ہو جاؤ گے۔

ابلیس نے ہم کو برباد کر کے چھوڑ دیا، ہندوستان میں تو گائے کا گوشت کھانے کا نام اسلام تھا یہاں پر گانا بجانا،شور مچانا اس کا نام اسلام رکھ دو، روزے میں نماز میں، قرآن پڑھنے میں تو تم کو تکلیف ہوگی اسلام کے احکام پر چلنے میں تو بھوکے ننگے ہو جاؤ گے بس یہ شور ہنگامہ کرلو اور اسلام کا لیبل لگالو۔

مصنوعی عید

اللہ نے دو عیدیں بنائی تھیں ہم تین عیدیں کریں گے بلکہ عید پر اتنے کھانے والے نہیں ہوتے جتنے اس تیسری عید پر ہوتے ہیں، بھوکے کو کھانا کھلانا منع نہیں مگر اس کا تماشا کرنا اور اس کو دین سمجھنا درست نہیں، ایک عقل کی بات یہ بھی ہے کہ وفات کے دن عید منانے میں خوف ان کو شیطان نے سمجھایا ہے بھلا وفات کا دن بھی خوشی منانے کا دن ہے اور اگر پیدائش کے دن عید مناتے ہو تو نبوت ملنے، ہجرت کرنے، جنگ بدر، فتح مکہ، فتح خندق کون کون سی عیدیں مناؤ گے؟ اب یہ کیسی حق تلفی ہے کہ آپ کی زندگی کے تریسٹھ سالوں میں سے صرف معراج اور وفات یا ولادت کو تو عید بنا دیا اور باقی دن کیا ہوئے؟ زیادہ نہیں تو کم ازکم آپ کی عمر مبارک کے تریسٹھ سالوں میں سے تریسٹھ دن کی تو عید مناتے، مگر کچھ نہیں محض رسم کو پورا کرنا ہے۔

دین کو بگاڑنے والو! ہلاکت سے بچو

افسوس ہے کہ ایک ایک چیز کو فنا کر رہے ہیں، جس طرح موٹی بنی ہوئی رسی کٹتی ہے تو ایک ایک تار کٹتا ہے اسی طرح دن کا ایک ایک تار مٹ رہا ہے اور یاد رکھو دین تو نہیں مٹے گا

ہم مٹ جائیں گے یہ سنتوں کا مٹنا اور ان کی جگہ کھیل تماشے پیدا کرنا کس قدر خرابی کی بات ہے ارے ایسا پاکیزہ مذہب جو دنیا کے لئے قابل مثال قابل تقلید ہے اس کو تم صورت سے، سیرت سے توڑ مروڑ کر کیوں ہنسی اڑاتے ہو اپنی بھی اور دین کی بھی، چاہے عمل میں کوتاہی ہو مگر اعتقاد تو صحیح رکھو اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں ہر مہینہ میں ہوتی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہیں ان میں سے کوئی اس قابل تم نے نہ سمجھا، کیا یہ سارے شیخ سارے اولیاء اور صوفیاء ایک صحابی کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

عیدیں منانے لگو گے تو دفتر نہ جا سکو گے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً ارتداد پھیلا صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سارے دنیا کے کفار اور ان کی ذریات مل جائیں اور حجر و شجر مل جائیں اور میرے ساتھی بھی ساتھ نہ دیں میں اکیلا اسلام کو زندہ رکھنے اور سنت کو جاری رکھنے کیلئے اپنی گردن کٹا دوں گا کیا یہ دن عید منانے کے قابل نہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریاؤں میں گھوڑے ڈال دیئے ایک پیالہ رہ گیا دریا پر لاٹھی مار کر پیالہ طلب کیا اور دریا نے لا کر دیا کیا وہ دن یادگار منانے کے قابل نہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے یہ کام ہیں ایک صحابی راستہ بھولتے ہیں جنگل میں کھڑے ہو کر کہتے ہیں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں یہ جگہ خالی کر دو ہم آج بسیرا کریں گے، دیکھنے والوں نے دیکھا جانور اپنے منہ میں بچے لے کر بھاگے چلے جا رہے ہیں، یہ تھا عید منانے کے قابل اگر عیدیں منانے پر آؤ گے تو نہ دفتر جا سکو گے نہ دکان پر جا سکو گے عیدوں میں ہی الجھ کر رہ جاؤ گے سال کے بارہ مہینوں میں سے گیارہ مہینہ تو سوتے رہتے ہیں کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد نہیں آتے کوئی کام کرتے وقت آپ کا خیال نہیں آتا آپ کے احکام کی تلاش نہیں ہوتی، بچپن سے اسکول میں پڑھ کر بے دین رہے پھر دفتر یا دکان میں بیٹھ گئے، دین کہاں سے آئے، اللہ کا پیغام رسول کے احکام ان کو کیسے پہنچائے جائیں اب یہ سب تماشہ کے نام پر جمع ہو جاتے ہیں چلو ڈھول تماشوں

سے جمع ہوئے تو جا کر مولوی صاحب نے اللہ اور رسول کا پیغام پہنچا دیا مولوی صاحب کا صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ان تک پہنچا دینا مقصد تھا مگر اب وہ جلسہ بھی چلنے لگا اور جلوس میں بدل گیا اور یہ مقصد بھی ختم ہوا۔

محفل سیرت کا صحیح طریقہ

یاد رکھو جتنی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگی اتنا ہی دین آئے گا، جتنی محبت سے دوری ہوگی اتنی ہی دین سے دوری ہوگی، اب کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ کے حیات طیبہ کے تذکرہ کیلئے صرف یہی مہینہ مقرر نہ کریں ہر مہینہ ہر ہفتہ محفلیں، وعظ اور سیرت کے مقرر کر کے اہتمام سے کرائیں اور سنت کے مطابق درود کی کثرت کریں اور علم کی اللہ سے توفیق مانگیں، اعمال سیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے اس طرح آپ کی سنت پر جو قدم ہمارا پڑے گا دین مضبوط ہوگا۔

سنت پر عمل اصل عید ہے

حق تعالیٰ نے یوم بدر کو یوم الفرقان کہا ہے تو جس دن کی تعریف اور اس کا ذکر خداوند کریم قرآن میں کریں کیا وہ دن عید منانے کا نہیں ہے، دراصل یہ ڈے اور دن یہود ونصاریٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مخصوص طور پر مناتے ہیں جن کے پاس کچھ ہے نہیں وہ موت اور پیدائش کو ہی ڈے منا لیتے ہیں جن کے پاس بھری پڑی ہیں نعمتیں اللہ کے فضل وکرم سے ان کو کیا ضرورت ہے ایسے ڈے منانے کی؟ یہ تو وہ منائیں جو خالی ہیں کسی نعمت سے بچارے بھک منگے ہیں کوئی راہ عمل ملتی ہی نہیں، مسلمانوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک جہاں جہاں پڑ گئے ہیں وہ ان کے لئے متبرک ہیں لیکن ان کے جانثار صحابہ کرام، اب تک کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ کوئی ڈے مناتے تھے کیا ان سے بھی زیادہ محبت کا دعویٰ ہے ہم کو؟ غرض یہ کہ عیدیں کہاں تک مناؤ گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل کیا یا کچھ فرمایا وہ دنیا بھر کی خوشیوں سے بالاتر کامیابی ہے یہ سیرت کے بیان روزانہ ہوں یا کم از کم ہفتہ وار تو ہوتے رہیں یہ ایک سال بعد ایک دن دھوم دھڑ کا مچا لیا اور گیارہ مہینہ خاموش بیٹھ گئے یہ کون سی شریعت ہے؟ لہٰذا ان رسمی طور طریقوں سے بچو اور سنتوں پر چلو، حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔ (شمارہ نمبر 32)

جشن ربیع الاوّل

محبت کے آئینہ میں

ولادت نبویہ کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ اور سچی محبت کیسی ہوتی ہے؟ اس پر ایک قصہ سنئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اس وقت بچیوں نے کچھ اشعار پڑھے۔ ترجمہ یہ ہے اے ثنیات الوداع (ایک پہاڑ کا نام ہے) کی طرف سے اُبھرنے والے چودھویں کے چاند۔ قیامت تک ہماری گردنیں شکر سے جھکی ہوئی ہیں۔ اے وہ ذات جو ہماری ہدایت کیلئے ہم میں مبعوث کی گئی تیرے حکم کی اطاعت کی جائیگی ہم وعدہ کرتی ہیں کہ آپ کا جو حکم ہوگا ہم اسے بجالائیں گی۔ دل وجان سے اطاعت کریں گی۔

(آج کل مٹھائیاں کھا کر شکرادا کرتے ہیں یہ شکر نہیں، شکر ایسے ادا کیا جاتا ہے؟)

وہ خوب سمجھتی تھیں کہ رسالت کا مقصد رسول کی اطاعت ہے یا اللہ! ان بچیوں کے دل کی حقیقت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما۔ آمین

(ادھر ہماری حالت یہ ہے کہ) سر سے لیکر ایڑی تک صورت وسیرت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔ آخر محبت آپ سے کھلانے، پلانے، نعرہ بازی اور جلسے جلوسوں کا کام کراتی ہے دوسرے کام کیوں نہیں کراتی؟ اگر کراتی تو صرف یہی کہ ہنگامے کرو نعرے لگاؤ اور دعوتیں اُڑاؤ۔ یہ عجیب محبت ہے۔

اگر واقعی یہ کہا جائے کہ محبت ہی یہ کام کروادے تو سچا محب ہمیشہ اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوا کرتا ہے۔ سراپا اطاعت ہوا کرتا ہے۔ اسکی نافرمانی کے قریب ہی نہیں پھٹکتا۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ اور تو دین کی سی بات ہے نہیں، نہ مسلمان کی صورت، نہ شرعی پردہ، نہ حلال کمائی نہ اور کوئی عمل، چلو یہ کھانے، پینے اور نعرے بازی نہ ہی اختیار کرو۔ لہٰذا یہ سارے ہنگامے جو آج ہو رہے ہیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہ تھے۔ اس وقت انکا کوئی وجود نہ تھا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ کام کرارہی ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں تھی؟ کیا تمہاری محبت صحابہ کرامؓ کی محبت سے بڑھ کر ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عاشق ہو؟ حالانکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس وقت

سے لیکر جب تک دنیا باقی رہے گی۔ پوری تاریخ میں محبت کی ایسی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرامؓ کو اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی محبت تھی جتنا عشق تھا اسکی نظیر دنیا نے اب تک پیش کی ہے نہ آئندہ کبھی پیش کر سکتی ہے۔ دنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ اس سے بڑھ کر محبت ہو ہی نہیں سکتی، ممکن ہی نہیں۔ اپنی جانیں اپنی اولاد، اپنے اصول، اپنی تجارتیں اور وطن غرض سب کچھ جو ان حضرات کے پاس تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دیا۔

یا اللہ! تو ہم سب کو ہدایت عطا فرما۔ اور صحابہ کرام جیسی سچی محبت عطا فرما۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 56)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے اور جلوس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک انسان کی عظیم ترین سعادت ہے اور اس روئے زمین پر کسی بھی ہستی کا تذکرہ اتنا باعث اجر وثواب اور اتنا باعث خیر و برکت نہیں ہوسکتا جتنا سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوسکتا ہے۔ لیکن تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان سیرت طیبہ کی محفلوں میں ہم نے بہت سی ایسی غلط باتیں شروع کر دی ہیں۔ جن کی وجہ سے ذکر مبارک کا صحیح فائدہ اور صحیح ثمرہ ہمیں حاصل نہیں ہو رہا ہے۔

سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ

ان غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک صرف ایک مہینے یعنی ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ اور ربیع الاول کے بھی صرف ایک دن اور ایک دن میں بھی صرف چند گھنٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑا ظلم سیرت طیبہ کے ساتھ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پوری زندگی میں کہیں یہ بات آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ اور نہ آپ کو اس کی ایک مثال ملے گی انہوں نے ۱۲ ربیع الاول کو خاص جشن منایا ہو۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا ہو، یا اس خاص مہینے کے اندر سیرت طیبہ کی محفلیں منعقد کی ہوں۔ اس کے بجائے صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں دو صحابہؓ ملے انہوں نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات کا تذکرہ شروع کردیا۔ اس لئے ان کی ہر محفل سیرت طیبہ کی محفل تھی۔ ان کی ہر نشست سیرت طیبہ کی نشست تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور تعلق کے اظہار کے لئے رسمی مظاہروں کی ضرورت نہ تھی کہ عید میلاد النبی منائی جارہی ہے اور جلوس نکالے جارہے ہیں۔ جلسے ہورہے ہیں۔ چراغاں کیا جارہا ہے۔ اس قسم کے کاموں کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے سے ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔

ہماری نیت درست نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ سیرت کی محفلیں اور جلسے جگہ جگہ منعقد ہوتے ہیں اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کیا جاتا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ کام کتنا ہی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک کام کرنے والے کی نیت صحیح نہیں ہوگی جب تک اس کے دل میں داعیہ اور جذبہ صحیح نہیں ہوگا اس وقت تک وہ کام بے کار، بے فائدہ، بے مصرف بلکہ بعض اوقات مضر، نقصان دہ اور باعث گناہ بن جاتا ہے۔ دیکھئے نماز کتنا اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور قرآن وحدیث نماز کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص نماز اس لئے پڑھ رہا ہے تاکہ لوگ اسے نیک متقی اور پارسا سمجھیں تو ظاہر ہے کہ وہ ساری نماز اکارت ہے بے فائدہ ہے بلکہ ایسی نماز پڑھنے سے ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوگا، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من صلی یرائی فقد اشرک باللہ (مسند احمد، ج۴ص۱۲۶)

''جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے تو گویا کہ اس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرایا ہے''۔

اس لئے کہ وہ نماز اللہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اور مخلوق میں اپنا تقویٰ اور نیکی کا رعب جمانے کے لیے پڑھ رہا ہے اس لئے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرایا، اتنا اچھا کام تھا، لیکن صرف نیت کی

خرابی کی وجہ سے بیکار ہوگیا اور الٹا باعث گناہ بن گیا۔

یہی معاملہ سیرت طیبہ کے سننے اور سنانے کا ہے۔ اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح نیت اور صحیح جذبے سے سنتا اور سناتا ہے تو یہ کام بلاشبہ عظیم الشان ثواب کا کام ہے اور باعث خیر و برکت ہے۔ اور زندگی میں انقلاب لانے کا موجب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح نیت سے نہیں سنتا، اور صحیح نیت سے نہیں سناتا بلکہ اس کے ذریعہ کچھ اور اغراض و مقاصد دل میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جن کے تحت سیرت طیبہ کے جلسے اور محفلیں منعقد کی جارہی ہیں۔ تو بھائیو! یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے، اس لئے کہ ظاہر میں تو نظر آرہا ہے کہ آپ نیک کام کررہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ الٹا گناہ کا سبب بن رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور عتاب کا سبب بن رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے:۔ تیسری بات یہ ہے کہ انہی سیرت طیبہ کے نام پر منعقد ہونیوالی محفلوں میں عین محفل کے دوران ہم ایسے کام کرتے ہیں جو سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے قطعی خلاف ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جارہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا ذکر کیا جارہا ہے لیکن عملاً ہم ان تعلیمات کا، ان سنتوں کا، ان ہدایات کا مذاق اڑا رہے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔

سیرت کے جلسے اور بے پردگی

چنانچہ ہمارے معاشرے میں اب ایسی محفلیں کثرت سے ہونے لگی ہیں جن میں مخلوط اجتماع ہے عورتیں اور مرد ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، اور سیرت طیبہ کا بیان ہورہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں کو فرمایا کہ اگر تمہیں نماز بھی پڑھنی ہو تو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھو، اور گھر میں صحن کے بجائے کمرے میں پڑھو، اور کمرے میں بہتر یہ ہے کہ کوٹھڑی میں پڑھو، عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دے رہے ہیں۔ لیکن انہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہورہا ہے۔ جس میں عورتیں اور مرد مخلوط اجتماعات میں شریک ہیں اور کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال نہیں آتا کہ سیرت طیبہ کے ساتھ کیا مذاق ہورہا ہے۔ پوری آرائش اور زیبائش کے ساتھ سج دھج کر بے پردہ ہوکر خواتین شریک ہورہی ہیں اور مرد بھی ساتھ موجود ہیں۔

سیرت کے جلسے اور ایذاء مسلم

اور سنئے: سیرت طیبہ کا جلسہ ہو رہا ہے جس میں کل پچیس تیس سامعین بیٹھے ہیں۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر اتنا بڑا لگانا ضروری ہے کہ اس کی آواز پورے محلے میں گونجے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک جلسہ ختم نہ ہو جائے اس وقت تک محلے کا کوئی بیمار، کوئی ضعیف، کوئی بوڑھا اور معذور آدمی سو نہ سکے۔ حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہو رہے ہیں، لیکن کس طرح بیدار ہو رہے ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ '' فقام رویدا '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھیرے سے اٹھے کہیں ایسا نہ ہو کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی آنکھ کھل جائے اور نماز جیسے فریضے کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نماز میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بچے کی آواز سن کر اس کی ماں کسی مشقت میں مبتلا ہو جائے، لیکن یہاں بلا ضرورت بغیر کسی وجہ سے صرف پچیس، تیس سامعین کو سنانے کے لئے اتنا بڑا لاؤڈ اسپیکر نصب ہے کہ کوئی ضعیف، بیمار آدمی اپنے گھر میں سو نہیں سکتا (اور نہ کوئی طالب علم یکسوئی سے پڑھ سکتا ہے) اور انتظام کرنے والے اس سے بے خبر ہیں کہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس لئے کہ ایذاء مسلم کبیرہ گناہ ہے اس کا کوئی احساس نہیں۔

خدا کے لئے اس طرز عمل کو بدلیں

سیرت طیبہ کے جلسے میں کوئی آدمی اس نیت سے نہیں آتا کہ ہم اس محفل میں اس بات کا عہد کریں گے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف پہلے پچاس کام کیا کرتے تھے تو اب کم از کم اس میں سے دس چھوڑ دیں گے، کسی نے اس طرح عہد کیا؟ کسی شخص نے اس طرح عید میلاد النبی منائی؟ کوئی ایک شخص بھی اس کام کے لئے تیار نہیں، لیکن جلوس نکالنے کیلئے، میلے سجانے کیلئے، محرابیں کھڑی کرنے کیلئے، چراغاں کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہیں، ان کاموں پر جتنا چاہو روپیہ خرچ کروالو، اور جتنا چاہو وقت لگوالو، اس

لیے کہ ان کاموں میں نفس کو لطف ملتا ہے، لذت محسوس ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا جو اصل راستہ ہے اس میں نفس و شیطان کو لذت نہیں ملتی۔ خدا کیلئے اپنے اس طرز عمل کو ختم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا حق پہچانیں۔

یہ ہندوانہ جشن ہے

یہ تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود الحمدللہ وہاں تک ابھی نوبت نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں کے ہاں پہنچ چکی ہے۔لیکن اب بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضہ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں، کس طرح کعبہ شریف کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ کس طرح لوگ اس کے اردگرد طواف کر رہے ہیں، کس طرح اس کے چاروں طرف ریکارڈنگ ہو رہی ہے، کس طرح چراغاں کیا جا رہا ہے، اور کس طرح جھنڈیاں سجائی جا رہی ہیں، معاذ اللہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی جشن نہیں ہے بلکہ جیسے ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاں جشن ہوتے ہیں اس طرح کا کوئی جشن ہے اور رفتہ رفتہ ساری خرابیاں اس میں جمع ہو رہی ہیں۔

یہ اسلام کا طریقہ نہیں

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے اور یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ہو رہا ہے اور یہ سب کچھ یہ سوچ کر ہو رہا ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ آج ۱۲ ربیع الاول کو چراغاں کر کے، اور اپنی عمارتوں کو روشن کر کے، اور اپنے راستوں کو سجا کر ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا، اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ دین پر عمل نہیں کرتے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو میلاد ہوتا ہے، ہمارے یہاں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر چراغاں ہوتا ہے، اس طرح دین کا حق ادا ہو رہا ہے، حالانکہ یہ طریقہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر اس طریقے میں خیر و برکت ہوتی تو ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

کرسمس کی ابتداء

شروع میں یہ ہوا کہ جب ۲۵ دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ سیرت بیان کر دیتے۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے، تا کہ لوگوں کے لئے دل کش ہو۔ اور اس کو دلچسپ بنانے کیلئے اس میں موسیقی اور ناچ گانا ہونا چاہئے، چنانچہ ہنسی مذاق اور کھیل تماشے شامل ہو گئے اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے تو اسمیں کیا طوفان برپا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (اصلاحی خطبات سے انتخاب) (شمارہ نمبر 21)

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک لمحہ فکریہ:۔ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا رواج کچھ عرصہ سے چلا آ رہا ہے چونکہ عہد صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ میں اس ''عید'' کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ اس لئے اکابر علماء حق ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی لہٰذا اس رسم کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ان رسمی مظاہروں کی بجائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ایک دن میں عید میلاد النبی منا کر فارغ ہو جانے کے بجائے اپنی پوری زندگی کو آپ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر کریں۔

یہ علماء دیوبند اور علماء اہل حدیث کا موقف تھا اور بریلوی مکتب فکر کے حضرات اس سے اختلاف کرتے تھے لیکن اب چند سالوں سے جو صورت حال سامنے آ رہی ہے اس میں یہ مسئلہ صرف دیوبندی مکتب فکر کا نہیں رہا۔ بلکہ ہر اس مسلمان کا مسئلہ بن گیا ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت اور حرمت وتقدیس کا کوئی احساس اپنے دل میں رکھتا ہو اب صرف علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث ہی کو نہیں بلکہ علمائے بریلی کو بھی اس پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ جشن عید میلاد النبی کے نام پر یہ قوم دینی تباہی کے کس گڑھے کی طرف جا رہی ہے کیوں کہ جن حضرات نے ابتداء میں محفل میلاد وغیرہ کو مستحسن قرار دیا تھا ان کے چشم تصور میں بھی غالباً وہ باتیں نہیں ہوں گی جو آج ''جشن میلاد النبی'' کا جزو لازم بنتی جا رہی ہیں۔

شروع میں محفل میلادؐ کا تصور ایک ایسی مجلس کی حد تک محدود تھا جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان کیا جاتا ہو۔ لیکن انسان کا نفس اس قدر شریر واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی رہنمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ ابتداء میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کر لیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے اسے دیکھ کر اور سن کر پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے۔

ہر سال ''عید میلاد النبیؐ'' کے نام سے کراچی میں ظلم وجہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے جاتے ہیں کہ ان کے اور ان کے انجام کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور وہاں تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح منائی جاتی ہے کہ لاؤڈ سپیکر لگا کر بلند آواز میں شب و روز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔ بہت سے سینماؤں میں ''عید میلاد النبیؐ'' کی خوشی میں ''سینکڑوں بلب لگا کر ان اخلاق سوز اور برہنہ تصویروں کو اور نمایاں کر دیا جاتا ہے جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی برملا دعوت دیتی ہیں اور ان ہی مقامات انسانیت کش تصویروں کے سائے میں شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضۂ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کر دی جاتی ہیں۔ قدم قدم پر روضۂ اطہر اور مسجد نبویؐ

کی شکلیں بنا کر کھڑی کی جاتی ہیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر "خیر و برکت" حاصل کر رہی ہیں اور جب پورے محلّہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی۔ چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔

راقم الحروف ایک روز ایک محلے سے گذرتے ہوئے یہ دلدوز مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اس آیت قرآنی کے تصور سے روح کانپ رہی تھی کہ:

" وذر الذين اتخذوا دينهم لعباً ولهواً وغرتهم الحيوة الدنيا وذكر به ان تبسل نفس بما كسبت ليس لها من دون الله ولى ولا شفيع وان تعدل كل عدل لا يؤخذ منها اولئك الذين ابسلوا بما كسبوا لهم شراب من حميم و عذاب اليم بما كانوا يكفرون."

"اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کرو تا کہ کوئی شخص اپنے کئے میں اس طرح گرفتار نہ ہو اور اگر وہ دنیا بھر کا معاوضہ دے ڈالے تب بھی نہ لیا جائے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کئے میں گرفتار ہوئے ان کے لئے کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے ہوگا۔ اور کفر کے سبب دردناک سزا ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس آیت کا مصداق بننے سے محفوظ رکھے، واقعہ یہ ہے کہ اس محلے سے گذرتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پکار پکار کر یہ فریاد کر رہا ہے کہ "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم" کے احسانات کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی محبت و عظمت کے نام پر ان کی ایک ایک تعلیم کو جھٹلاؤ؟ ان کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرو؟ اور ان کی یاد منانے کے بہانے جاہلیت کی ان تمام رسموں کو زندہ کر کے چھوڑو جنہیں اپنے

قدموں تلے روندنے کے لئے آپ تشریف لائے تھے؟ خدا کے لئے سوچو کہ جس ذات کو ساز ورباب اور چنگ و بربط توڑنے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا، اس کے جشن ولادت میں ساز ورباب سے کھیل کر تم کس غضب الٰہی کو دعوت دے رہے ہو؟ جس ذات ؐ نے عورت کے سر پر عفت وعصمت کا تاج رکھا تھا اور جس نے اس کے گلے میں عزت وآبرو کے ہار ڈالے تھے اس کی محبت وتقدیر کے نام پر تم عورت کو بے پردگی اور بے حیائی کے کس میلے میں کھینچ لائے ہو؟ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم نے نام ونمود، ریاونمائش، اسراف اور تفتیش کے تمام جذبات کو فنا کر کے قناعت وسادگی، ایثار وتواضع اور جہد وعمل کی تعلیم دی تھی اس کی یاد میں اسراف وتبذیر کی یہ نمائشیں منعقد کر کے تم کس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اگر دین کی کوئی صحیح خدمت تم سے نہیں ہوسکتی اگر تم اپنی عام زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو ترک نہیں کر سکتے، اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمہارے عیش پرست مزاج کو بار معلوم ہوتی ہیں تو تمہاری زندگی کے بہت سے شعبے اس عیش پرستی کے لئے کافی ہیں، خدا کے لئے اللہ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہوا وہوس کا یہ بازار لگا کر اس نبی رحمتؐ کی تعلیمات کا مذاق تو نہ اڑاؤ جس کی تقدس اور پاکیزگی کے آگے فرشتوں کی گردنیں بھی خم ہوجاتی ہیں؟ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرنے کے بعد تم کس چیز کی خوشی میں اپنے درودیوار پر چراغاں کررہے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کی خوشی ہے کہ چودہ سو سال کی اس مدت میں تم نے اپنی عملی زندگی میں اس دین برحق کی کوئی قدر صحیح سالم نہیں رکھی؟

لیکن عیش ونشاط کی گونجتی ہوئی محفلوں میں کون تھا جو دین مظلوم کی اس فریاد کو سن سکتا؟

جن لوگوں کا مقصد ہی اس قسم کے ہنگاموں سے عیش ونشاط کا سامان پیدا کرنا ہے، ان کا کوئی ذکر ہی نہیں، لیکن جو لوگ واقعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت ہی کے خیال سے اس قسم کے جشن مناتے ہیں وہ بھی یہ بات فراموش کر جاتے ہیں کہ اسلام اور اکابر اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح رسمی مظاہروں میں الجھنے کی بجائے زندگی کے اصلی مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے جس کے لئے یہ اکابر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ورنہ اگر

اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان رسمی مظاہروں میں الجھ جاتا تو آج ہم اس بات پر فخر محسوس نہ کر سکتے کہ ہمارا دین بفضلہٖ تعالیٰ اسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مذہب کے پیروکار محض ظاہری رسموں اور نمائشوں میں الجھ جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ مذہب کی اصل تعلیمات مٹتی چلی جاتی ہیں اور بالآخر بے جان رسوم کا ایک ایسا ملغوبہ باقی رہ جاتا ہے جس کا انجام نفسانی خواہشات کی حکمرانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جو مادہ پرستی کی بدترین شکل ہے۔ ان تمام تقریبات کا اصل مقصد تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ ان کے ذریعہ وہ خاص شخصیت یا وہ خاص واقعہ ذہن میں تازہ ہو جس کی یاد میں وہ تقریب منعقد کی جارہی ہے۔ اور پھر اس سے اپنی زندگی میں سبق حاصل کیا جائے لیکن انسان کا نفس بڑا شریر واقع ہوا ہے اس نے ان تہواروں کی اصل روح کو تو بھلا کر نابود کر دیا اور صرف وہ چیزیں لے کر بیٹھ گیا جس سے لذت اندوزی عافیت کوشی اور عیش پرستی کی راہ کھلتی تھی۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے ہو سکے گی۔

عیسائی قومیں ہر سال ۲۵ دسمبر کو کرسمس کا جشن مناتی ہیں۔ یہ جشن دراصل حضرت عیسیٰؑ کا جشن ولادت ہے اور اس کی ابتداء اسی مقدس انداز میں ہوئی تھی کہ اس دن میں حضرت عیسیٰ اور آپ کی تعلیمات کو یاد کیا جائے گا۔ چنانچہ ابتداء میں اس کی تمام تقریبات کلیسا میں انجام پاتی تھیں اور ان میں کچھ مذہبی رسوم ادا کی جایا کرتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ اس جشن کا سلسلہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا؟ اس کی مختصر داستان جشن وتقریبات کی ایک ماہر مصنفہ میری ہنیر لٹائن سے سنئے وہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے ''مقالہ کرسمس'' میں لکھتی ہیں:

''کئی صدیوں تک کرسمس خالصتہً ایک کلیسا کا تہوار تھا جسے کچھ مذہبی رسوم ادا کر کے منایا جاتا تھا لیکن جب عیسائی مذہب بت پرستوں کے ممالک میں پہنچا تو اس میں ''سرمائی نقطہ انقلاب'' کی بہت سی تقریبات شامل ہو گئیں اور اس کا سبب گریگوری اعظم (اول) کی آزاد خیالی اور اس کے ساتھ مبلغین عیسائیت کا تعاون تھا اس طرح کرسمس ایک ایسا تہوار بن گیا جو بیک وقت مذہبی بھی تھا اور لادینی بھی اس میں تقدس کا پہلو بھی تھا اور لطف اندوزی کا بھی''

اب کرسمس کس طرح منایا جانے لگا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے میری ہنیر لٹائن لکھتی ہیں:

رومی لوگ اپنی عبادت گاہوں اور اپنے گھروں کو سبز جھاڑیوں اور پھولوں سے سجاتے تھے ڈرائنٹس (پرانے زمانے کے پادری) بڑے تزک واحتشام سے امر بیلیں جمع کرتے اور اسے اپنے گھروں میں لٹکاتے، سیکسن قوم کے لوگ سدا بہار پودے استعمال کرتے"

انہوں نے آگے بتایا ہے کہ کس طرح شجر کرسمس (CHRISHMAS TREE) کا رواج چلا، چراغاں اور آتش بازی کے مشغلے اختیار کئے گئے۔ قربانی کی عبادت کی جگہ شاہ بلوط کے درخت نے لے لی، مذہبی نغموں کی جگہ عام خوشی کے نغمے آگئے اور:

موسیقی کرسمس کا ایک عظیم جزو بن گئی۔"

مقالہ نگار آگے رقمطراز ہے

"اگرچہ کرسمس میں زیادہ زور مذہبی پہلو پر دیا گیا تھا، لیکن عوامی جوش وخروش نے نشاط انگیزی کو اس کے ساتھ شامل کر کے چھوڑا۔"

اور پھر: "گانا بجانا، کھیل کود، رقص، ناٹک بازی اور پریوں کے ڈرامے تقریبات کا حصہ ہو گئے۔" (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص ۶۴۲۔ اے ج ۵ مطبوعہ ۱۹۵۰ء مقالہ کرسمس)

ایک طرف کرسمس کے ارتقاء کی یہ مختصر تاریخ ذہن میں رکھئے اور دوسری طرف اس طرز عمل پر غور کیجئے جو چند سالوں سے ہم نے جشن عید میلاد النبیؐ منانے کے لئے اختیار کیا ہوا ہے کیا اس سے یہ حقیقت بے نقاب نہیں ہوتی کہ۔

ایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

یہاں ترکستان کی جگہ انگلستان کہہ دیجئے تو یہ زبان زد مصرعہ ہمارے موجودہ حالات کی بالکل سچی تصویر بن جائے گا۔ اسلام اس عالم الغیب کا مقرر کیا ہوا دین ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہے اور جس کے علم محیط کے آگے ماضی، حال اور مستقبل کی سرحدیں بے معنی ہیں وہ نفس انسانی کی ان فریب کاریوں سے پوری طرح واقف ہے جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کرتی ہیں، اس لئے خاص خاص واقعات کی یادگار قائم کرنے کے لئے ان تمام طریقوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے جو ان کی اصل روح کو فنا کر کے انہیں عیش و

عشرت کی چند ظاہری رسوم کا بہانہ بنا سکتے ہوں۔ چنانچہ صحابہؓ اور تابعین کے دور میں واقعہ کا کوئی دن منایا ہو۔ اس کے برخلاف ان کی تمام تر توجہات آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور آپؐ کے پیغام کو پھیلانے کی طرف مرکوز رہیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آج چودہ سو سال گذرنے پر بھی ہم مسلمان بیٹھے ہیں اور اگر اسلام پر عمل کرنا چاہیں تو یہ دین ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آپؐ نے صحابہؓ تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا اگر ہم اپنے اسلاف کے اس طرز عمل کو چھوڑ کر غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے طریقے کو اپنائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دین کے نام پر کھیل تماشوں کے اسی راستے پر جا رہے ہیں جس سے اسلام نے بڑی احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ہمیں بچایا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقوام کی مشابہت سے پرہیز کرنے کی جابجا انتہائی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ عاشورۂ محرم کا روزہ جو ہر اعتبار سے ایک نیکی ہی نیکی تھی اس میں یہودیوں کی مشابہت سے بچانے کے لئے حکم دیا گیا کہ صرف دس تاریخ کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نو گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کا روزہ عاشورہ یہودیوں سے ممتاز ہو جائے۔

غور فرمائیے کہ جس دین حنیف نے اس باریک بینی کے ساتھ غیر مسلم اقوام کی تقلید بلکہ مشابہت سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانے کے لئے ان اقوام کی نقالی شروع کر دی جائے جنہوں نے اپنے دین کو بگاڑ بگاڑ کر کھیل تماشوں میں تبدیل کر دیا ہے؟

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ہم اپنے ملک سے تمام علماء، دینی رہنماؤں، مذہبی جماعتوں اور بااثر مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں ہماری یہ اپیل صرف اہل حدیث اور دیوبندی مکتب فکر کے حضرات کی حد تک محدود نہیں بلکہ ہم بریلوی مکتب فکر کے حضرات سے بھی گذارش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ عید میلاد النبیؐ کے نام پر جو المناک حرکتیں اب شروع ہو چکی ہیں وہ یقیناً ان کو بھی گوارا نہیں ہونگی۔

یہ مسئلہ بالکل علیحدہ ہے کہ محفل میلاد منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عید میلاد

النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کوئی دن منانا کس حد تک درست ہے؟ اس مسئلہ میں بریلوی مکتب فکر کے حضرات ہم سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن جس انداز سے یہ دن اب منایا جانے لگا ہے اور دین حنیف پر جو ظلم اس مقدس نام پر کیا جار ہا ہے ہمیں یقین ہے کہ اسکی طرف باشعور بریلوی حضرات بھی غور فرمائیں گے تو ہماری یہ اپیل انہیں اپنے قلب وضمیر کی آواز محسوس ہوگی۔

لہٰذا ہم دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث تمام مکاتب فکر کے سربرآوردہ حضرات سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام نامی کے ساتھ ان ناقابل برداشت گستاخیوں کا سدباب کرنے کی فکر کریں اور اپنی تقریر وتحریر اور ذاتی کوششوں کے ذریعہ عوام کو سمجھائیں کہ سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی سیرت طیبہ کے ساتھ، محبت وعظمت کا اصل تقاضا کیا ہے؟ اور آپ کی یاد منانے کے لئے غیر مسلم قوموں کے طریقے اختیار کر کے ہم کس بدترین گمراہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو سراسر گناہوں میں غرق کرنے کے بعد ہم بزعم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے لئے اس قسم کے کھیل تماشے منعقد کرتے رہے تو اس کا انجام دنیا وآخرت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (بشکریہ البلاغ) (شمارہ نمبر 9)

جشن میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲ ربیع الاول کو عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا رواج کچھ عرصہ سے چلا آرہا ہے۔ چونکہ عہد صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ میں اس "عید" کا کوئی پتہ نہیں ملتا، اس لئے اکابر علماء حق ہمیشہ کہتے آئے ہیں کہ یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی، لہٰذا اس رسم کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اس رسمی مظاہروں کی بجائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ایک دن میں عید میلا دالنبیؐ منا کر فارغ ہو جانے کے بجائے اپنی پوری زندگی کو آپ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر کریں۔

شروع میں محفل میلاد کا تصور ایک ایسی مجلس کی حد تک محدود تھا جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان کیا جاتا ہو۔ لیکن انسان کا نفس اس قدر شریر

واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی رہنمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ ابتداء میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کر لیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے اسے دیکھ کر اور سن کر پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے۔

ہر سال ''عید میلا دالنبی'' کے نام سے کراچی میں ظلم و جہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے جاتے ہیں کہ ان کے اور ان کے انجام کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور وہاں تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح منائی جاتی ہے کہ لاؤڈ سپیکر لگا کر بلند آواز میں شب و روز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔ قدم قدم پر روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کی شبیہیں بنا کر کھڑی کی جاتی ہیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر ''خیر و برکت'' حاصل کر رہی ہیں اور جب پورے محلّہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی۔ چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔

جن لوگوں کا مقصد ہی اس قسم کے ہنگاموں سے عیش ونشاط کا سامان پیدا کرنا ہے، ان کا کوئی ذکر ہی نہیں، لیکن جو لوگ واقعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی کے خیال سے اس قسم کے جشن مناتے ہیں وہ بھی یہ بات فراموش کر جاتے ہیں کہ اسلام اور اکابر اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح رسمی مظاہروں میں الجھنے کی بجائے زندگی کے اصلی مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے جس کے لئے یہ اکابر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ورنہ اگر اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان رسمی مظاہروں میں الجھ جاتا تو آج ہم اس بات پر فخر محسوس نہ کر سکتے کہ ہمارا دین بفضلہٖ تعالیٰ اسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اسلام اس عالم الغیب کا مقرر کیا ہوا دین ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہے اور جس کے علم محیط کے آگے ماضی، حال اور مستقبل کی سرحدیں بے معنی ہیں وہ نفس انسانی کی ان فریب کاریوں سے پوری طرح واقف ہے جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کرتی ہیں، اس لئے خاص خاص واقعات کی یادگار قائم کرنے کے لئے ان تمام طریقوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے جو ان کی اصل روح کو فنا کر کے انہیں عیش وعشرت کی چند ظاہری رسوم کا بہانہ بنا سکتے ہوں۔ چنانچہ صحابہؓ اور تابعین کے دور میں واقعہ کا کوئی دن منایا ہو۔ اس کے برخلاف ان کی تمام تر توجہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور آپؐ کے پیغام کو پھیلانے کی طرف مرکوز رہیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آج چودہ سو سال گذرنے پر بھی ہم مسلمان بیٹھے ہیں اور اگر اسلام پر عمل کرنا چاہیں تو یہ دین ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آپؐ نے صحابہؓ تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا اگر ہم اپنے اسلاف کے اس طرز عمل کو چھوڑ کر غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے طریقے کو اپنائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دین کے نام پر کھیل تماشوں کے اسی راستے پر جا رہے ہیں جس سے اسلام نے بڑی احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ہمیں بچایا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقوام کی مشابہت سے پرہیز کرنے کی جا بجا انتہائی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ عاشورۂ محرم کا روزہ جو ہر اعتبار سے ایک نیکی ہی نیکی تھی اس میں یہودیوں کی مشابہت سے بچانے کے لئے حکم دیا گیا کہ صرف دس تاریخ کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نو گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کا روزہ عاشورہ یہودیوں سے ممتاز ہو جائے۔

غور فرمایئے کہ جس دین حنیف نے اس باریک بینی کے ساتھ غیر مسلم اقوام کی تقلید بلکہ مشابہت سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانے کے لئے ان اقوام کی نقالی شروع کر دی جائے جنہوں نے اپنے دین کو بگاڑ بگاڑ کر کھیل تماشوں میں تبدیل کر دیا ہے؟

گذارش: لہٰذا ہم تمام مکاتب فکر کے سر برآوردہ حضرات سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام نامی کے ساتھ ان ناقابل

برداشت گستاخیوں کا سدباب کرنے کی فکر کریں اور اپنی تقریر وتحریر اور ذاتی کوششوں کے ذریعہ عوام کو سمجھائیں کہ سرور دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت طیبہ کے ساتھ، محبت وعظمت کا اصل تقاضا کیا ہے؟ اور آپ کی یاد منانے کے لئے غیر مسلم قوموں کے طریقے اختیار کر کے ہم کس بدترین گمراہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو سراسر گناہوں میں غرق کرنے کے بعد ہم بزعم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے لئے اس قسم کے کھیل تماشے منعقد کرتے رہے تو اس کا انجام دنیا وآخرت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (بشکریہ البلاغ) (شمارہ نمبر 56)

ماہِ صفر، توھم پرستی

ماہِ صفر اور نحوست:۔ اہل عرب کی طرح آج کل بھی ماہ صفر کے متعلق عام لوگوں کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات جمے ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پرمسرت تقریب منعقد کرنے اور اہم امور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صفر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی) اور اسکی وجہ عموماً ذہنوں میں یہی ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے۔ اور پھر ربیع الاول کے مہینے سے اپنے تقریبات شروع کرتے ہیں۔ اس وھم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں یہ محض باطل ہے۔ بعض لوگ ماہ صفر کی یکم تاریخ سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خالص منحوس اور برا جانتے ہیں۔ اور تیرہ تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ تاکہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے۔ یہ بھی بالکل بے اصل ہے۔

ا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرض کا لگ جانا الو اور صفر اور نحوست یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور جذامی شخص سے اس طرح بچو جس طرح ببر شیر سے بچتے ہو۔ (بخاری شریف)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مرض لگ جانا۔ صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

یہ احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں ان میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے صفر کے متعلق جتنے باطل نظریات خیالات اور توہمات زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر رائج تھے۔ ان سب کی صاف صاف نفی فرما دی اور کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ اور جہاں زمانہ جاہلیت کی توھمات کی تردید ہوگئی۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کو تھامے رکھیں۔ اور قدیم وجدید جاہلیت کے جملہ توھمات سے اجتناب کریں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت نے ہمیں ہر معاملہ میں اعتدال کا سبق دیا ہے۔ اس لئے ہمیں ماہ صفر سے متعلق غلط عقیدہ نہ رکھنا چاہیے اور نہ ہی اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز داخل یا خارج کرنی چاہیے۔ (شمارہ نمبر 43)

ماہِ رجب کے فضائل

ماہ رجب کے نام اور معانی:۔ رجب دراصل ترجیب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے تعظیم کرنا اس کو "الاحسب" (سب سے تیز بہاؤ) بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس مہینے میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت گزاروں اور انوارات قبولیت کا فیضان ہوتا ہے اسے "الاصم" (سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس مہینے میں جنگ وجدال کی آواز قطعاً نہیں سنی جاتی اسے رجب بھی کہا جاتا ہے اور یہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اس سے وہی پانی پیے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے (صوفیاء کرام کا فرمان ہے رجب میں تین حروف ہیں، جیم سے مراد بندے کا جرم ہے اور با سے مراد اللہ تعالےٰ کی بھلائی کرنا مراد ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی "بخشش" کے درمیان کردو۔

رجب کے روزے

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ۲۷ رجب کو روزہ رکھا اس کیلئے ۶۰ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب

پہلی بار حضرت جبرائیلؑ وحی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اسی ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو رجب اللہ کا اصم مہینہ ہے جس نے رجب میں ایک دن روزہ رکھا ایمان کے ساتھ اور محاسبہ کرتے ہوئے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رضامندی لازم ہوگئی۔

ایک خاتون کا واقعہ

حکایت ہے کہ بیت المقدس میں ایک عورت ہر روز بارہ ہزار قل ھو اللہ ھو احد سورۃ اخلاص پڑھتی تھی رجب کے مہینے میں اونی کپڑا پہنتی تھی وہ بیمار ہوگئی اور اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اونی لباس دفن کر دینا جب وہ فوت ہوئی تو اسے عمدہ کپڑوں میں دفن کیا گیا پھر اسے خواب میں دیکھا تو بیٹے کو کہا میں تجھ سے راضی نہیں ہوں اس لیے کہ تو نے میری وصیت پر عمل نہیں کیا وہ گھبرا کر اٹھا اور اس نے اونی لباس لیا تاکہ اسے قبر میں ساتھ ہی دفن کر دے، جب اس کی قبر کھودی، تو اپنی ماں کو قبر میں موجود نہیں پایا وہ بہت حیران ہوا اچانک ایک آواز سنی کہ کیا تو نے نہیں سنا جس نے رجب میں ہماری عبادت کی ہم نے اسے تنہا نہیں چھوڑا۔

رجب کی پہلی رات

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائی کی مہر لگاتا ہے عید قربان کی رات کو، عید الفطر کی رات کو، نصف شعبان کو اور رجب کی پہلی رات کو نیز امام دیلمیؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت نقل کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں کوئی دعا رد نہیں ہوئی (۱) رجب کی پہلی رات (۲) نصف شعبان کی رات یعنی چودہ اور پندرہ کی درمیانی رات (۳) جمعہ رات (۴) دونوں عیدوں کی رات (یعنی وہ رات کی صبح عید ہوتی ہے)۔

رجب کے کونڈے

بہت سارے ناواقف لوگ ۲۲ رجب کو کونڈوں کی رسم ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

کام ہم حضرت جعفر صادقؒ کی ولادت کی خوشی میں کرتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ولادت کی خوشی منانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اسلام نے کسی شخص کی ولادت کی خوشی منانے کا حکم نہیں دیا ہے حضرت اقدس مفتی رشید احمدؒ نے فرمایا ہے کونڈوں کی رسم دشمنان صحابہؓ نے حضرت معاویہؓ کی وفات پر اظہار مسرت کیلئے ایجاد کی ہے۔ ۲۲ رجب تو حقیقت میں حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔ ۲۲ رجب کا حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں ہے حضرت جعفر صادقؒ کی ولادت تو ۸ رمضان ۸۳ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کا محض روپ بدلنے کیلئے اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم ادا نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کریں اور اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ (احسن الفتاویٰ) کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ ایک ایسا فعل انجام دے جس کی غرض ہی صحابی رسول کی توہین ہو اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا ہو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اتباع سنت کی دولت نصیب فرمائے۔ ہر قسم کے باطل رسم ورواج سے بچنے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 30)

ماہ رجب...... چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ماہ رجب کے بارہ میں لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں ان کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ اس پورے مہینے کے بارہ میں جو بات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ "**اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان**"

اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی کر دیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کو پالیں کہ گویا پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا۔

شب معراج کی فضیلت ثابت نہیں

۲۷ رجب کے بارہ میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شب معراج ہے اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح شب قدر گزاری جاتی ہے۔ بلکہ ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ شب معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس رات میں لوگوں نے نمازوں کو بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اتنی رکعات اور فلاں فلاں سورتیں پڑھتی ہیں خوب سمجھ لیجئے سب بے اصل باتیں ہیں شریعت میں ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات اور اسکے بارہ میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارہ میں ہیں تو اسکی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چونکہ شب معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور پر سے ۲۷ رجب کو شب معراج قرار دینا درست نہیں۔

آپ کی زندگی میں ۱۸ مرتبہ شب معراج

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج سن ۵ نبوی میں پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد ۱۸ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما رہے۔ لیکن ان اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کے بارہ میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو یا اس کے بارہ میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شب قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے نہ تو آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے اور نہ آپ کے زمانے میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سو سال تک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا میں موجود رہے۔ اس پوری صدی میں صحابہ نے ۲۷ رجب کا کوئی اہتمام نہیں کیا لہٰذا اس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اس کو سنت قرار دینا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے اگر صحابہ نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں لہٰذا اس رات خاص اہتمام سے عبادت کرنا بدعت ہے اسی طرح ۲۷ رجب کا روزہ ہے۔ بعض لوگ اس روزہ کو

فضیلت والا سمجھتے ہیں جیسا کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے۔لیکن بات یہ ہے کہ اس بارہ میں صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض لوگ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے لگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فوراً گھر سے نکل پڑے اور ایک ایک شخص کو جا کر زبردستی فرماتے کہ میرے سامنے کھانا کھاؤ اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں آپ نے یہ اہتمام اس لئے فرمایا کہ بدعت کا سدباب ہو اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

کونڈوں کی حقیقت

شب معراج کی تو پھر بھی کچھ اصل ہے کہ اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے اعلیٰ مقام پر تشریف لے گئے تھے لیکن اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض و واجب کے درجے میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کئے تو وہ مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے روزے رکھے یا نہ رکھے گناہوں سے بچے یا نہ بچے لیکن کونڈے ضرور کرے اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت وملامت کی جاتی ہے۔خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں نہ صحابہ سے نہ تابعین اور نہ بزرگان دین سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں۔لیکن کونڈے ضرور ہونگے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ذرا مزہ لذت آتی ہے اور ہماری قوم لذت کو خوگر ہے اور ہوتا یہ ہے کہ جناب پوریاں پک رہی ہیں حلوہ پک رہا ہے اور ادھر سے ادھر جا رہی ہیں چونکہ بڑے مزے کا کام ہے اس لئے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو وہ کوئی ضروری کام نہیں مگر یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔(شمارہ نمبر 25)

حقیقت روایات میں کھوگئی یہ امت خرافات میں کھوگئی

ایمان کی پہچان

فرمایا اچھا کام کرنے سے طبیعت خوش ہو جائے اور بُرا کام کرنے سے طبیعت بُری ہو جائے یہ ہے ایمان کی پہچان۔ایک بار فرمایا:۔اچھے کام کرنے میں جی جب ہی خوش ہوگا اور بُرے کام کرنے پر جی بُرا جب ہی ہوگا جب اندر ایمان نہ ہوگا۔(ارشاد:۔مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ)

شب برأت کی فضیلت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے وعظ "شب برات" کی حقیقت سے منتخب خلاصہ

اس رات کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں، اوران احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو، لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔

شب برأت اور خیر القرون

لوگ اس رات کے اندر عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔لہٰذا اس کے بدعت، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں جاگنا اس میں عبادت کرنا باعث اجر وثواب ہے، اوراس کی خصوصی اہمیت ہے۔

کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقہ سے عبادت کی جائے۔جیسے بعض لوگوں نے اپنے طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شب برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔نفلی عبادت جس قدر ہو سکے وہ اس رات میں انجام دی جائے۔

اس رات میں قبرستان جانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے۔ ساری حیات طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے کہ اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔لیکن ہر شب برات میں جانے کا

اہتمام کرنا، اور اس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اس کو اس کے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے۔ کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھو۔

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت جائز نہیں

اب سنا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کی بھی جماعت ہونے لگی ہے، یہ صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کسی طرح بھی ثابت نہیں، ناجائز ہے۔ ایک اصول سن لیجئے جو نبی کریمؐ نے بیان فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ اور ان نمازوں کے علاوہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت ادا کرنا ثابت ہیں، مثلاً تراویح، کسوف اور استسقاء کی نماز ان کے علاوہ ہر نماز کے بارے میں افضل یہ ہے انسان اپنے گھر میں ادا کرے۔

شب برأت اور حلوہ

یہ شب برات الحمد اللہ فضیلت کی رات ہے، باقی جو اور فضولیات اور اس رات میں حلوہ وغیرہ پکانے کی شروع کر لی گئی ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ شب برات کا حلوے سے کوئی تعلق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ شیطان ہر جگہ اپنا حصہ لگا لیتا ہے، اس نے سوچا کہ اس شب برات میں مسلمانوں کے گناہوں کی مغفرت کی جائے گی، چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اتنے انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے جسم پر بال ہیں۔ شیطان نے سوچا کہ اگر اتنے سارے آدمیوں کی مغفرت ہوگئی پھر تو میں لٹ گیا، اس لئے اس نے اپنا حصہ لگا دیا، لیکن شب برات سے اس کا کیا تعلق؟ نہ صحابہ کے آثار میں، نہ تابعین کے عمل میں، اور بزرگان دین کے عمل میں کہیں اس کا کوئی تذکرہ نہیں، لیکن شیطان نے لوگوں کو حلوہ پکانے میں لگا دیا، چنانچہ سب لوگ پکانے اور کھانے میں لگ گئے، اب یہ حال ہے کہ عبادت کا اتنا اہتمام نہیں، جتنا اہتمام حلوہ پکانے کا ہے۔

پندرہ شعبان کا روزہ

ایک مسئلہ شب برات کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ سارے ذخیرہ حدیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب برات کے بعد والے دن روزہ رکھو۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے لہٰذا اس روایت کی وجہ سے خاص اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے یعنی یکم شعبان سے ستائیس شعبان تک روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو۔ تا کہ رمضان کے روزوں کیلئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے، لیکن یکم شعبان سے ۲۷ شعبان تک ہر دن روزہ رکھنے میں فضیلت ہے۔ دوسرے یہ کہ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، اللہ پاک ہم سب کو اس مبارک رات کی قدر کرنے اور اس رات میں عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 26)

شب برأت کی حقیقت

اس رات کی فضیلت بے بنیاد نہیں:۔ واقعہ یہ ہے کہ شب برأت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو، لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بالکل غلط ہے۔

شب برأت اور خیر القرون

لوگ اس رات کے اندر عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔لہٰذا اس کے بدعت، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں جاگنا اس میں عبادت کرنا باعث اجر وثواب ہے، اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقہ سے عبادت کی جائے۔جیسے بعض لوگوں نے اپنے طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شب برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے۔مثلاً پہلی رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے وغیرہ وغیرہ۔اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ نفلی عبادت جس قدر ہو سکے وہ اس رات میں انجام دی جائے اور قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ذکر کریں۔تسبیح پڑھیں۔دعائیں کریں یہ ساری عبادتیں اس رات میں کی جاسکتی ہیں، لیکن کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں۔

اس رات میں قبرستان جانا

اس رات میں ایک اور عمل ہے، جو ایک روایت سے ثابت ہے وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اب چونکہ حضور اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شب برات میں قبرستان جائیں۔لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک بڑے کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے، ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجے میں ثابت ہو، اسی درجہ میں اسے رکھنا چاہیے۔اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔لہٰذا ساری حیات طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے، اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام کرنا۔التزام کرنا، اور اس کو ضروری سمجھنا

اوراس کوشب برات کے ارکان میں داخل کرنا اوراس کوشب برات کالازمی حصہ سمجھنا، اوراس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اس کو اس درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ لہٰذا اگر کبھی کوئی شخص اس نقطہ نظر سے قبرستان چلا گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی آپ کی اتباع میں جارہا ہوں۔ تو ان شاء اللہ اجر وثواب ملے گا لیکن اس کے ساتھ یہ کرو کہ کبھی نہ بھی جاؤ، لہٰذا اہتمام اور التزام نہ کرو، پابندی نہ کرو۔ یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے۔ کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھو، اس سے آگے مت بڑھاؤ۔ اوراس کے علاوہ دوسری نفل عبادات ادا کرلو۔

نوافل گھر پہ ادا کریں

میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ اس رات میں اور شب قدر میں نفلوں کی جماعت کرتے ہیں، پہلے صرف شبینہ باجماعت ہوتا تھا، اب سنا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کی بھی جماعت ہونے لگی ہے۔ یہ صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کسی طرح بھی ثابت نہیں، ناجائز ہے۔ اس کے بارے میں ایک اصول سن لیجئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ اور ان نمازوں کے علاوہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت ادا کرنا ثابت ہیں، مثلاً تراویح، کسوف اور استسقاء کی نماز ان کے علاوہ ہر نماز کے بارے میں فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں ادا کرے۔

حدیث:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتی ہو اس رات میں یعنی ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے عرض کیا کہ یارسول اللہ ارشاد فرمایئے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اس رات میں ہر ایسے بچہ کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیدا ہونے والا ہے، اور ہر اس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں مرنے والا ہے (اللہ کو تو سب پتہ ہے البتہ انتظام میں لگنے والے فرشتوں کو اس رات میں ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی ہے) اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (یعنی درجہ مقبولیت میں لے لئے جاتے ہیں) اور

اس رات میں لوگوں کے ارزاق نازل ہوتے ہیں (ارزاق: رزق کی جمع ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہی بات ہے کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ آپؐ نے تین بار فرمایاہاں کوئی ایسانہیں ہے جواللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہوجائے۔ میں نے عرض کیایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائیں گے؟ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیااور تین بارفرمایامیں بھی جنت میں نہ جاؤں گا مگراس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

حدیث:۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہوگیا کہ شاید خدانخواستہ آپؐ کی روح قبض ہوگئی ہے، یہاں تک کہ میں پریشان ہوکر اٹھی اور پاس جاکر آپؐ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپؐ نے کچھ حرکت فرمائی جس سے مجھے اطمینان ہوگیااور میں اپنی جگہ واپس لوٹ آئی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایاتم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں آپؐ نے فرمایایہ نصف شعبان کی رات ہے اللہ تعالیٰ اس رات خاص طور پراہل عالم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اوررحم کی دعا کرنیوالوں پررحم فرماتے ہیں مگرآپ اس کینہ رکھنے والوں کو(اس وقت بھی) اپنے حال پرچھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث:۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو(سوتے سوتے میری آنکھ کھلی تو) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوگھر میں نہ پایا آپ کوتلاش کرنے کے لئے نکلی تو آپ بقیع یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان میں ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا خطرہ گزرا کہ اللہ اوراس کا رسول تجھ پرظلم کریں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری باری کی رات ہوتے ہوئے، کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں مجھے تو یہی خیال گزرا کہ آپ اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(میں کسی کے پاس نہیں گیا یہاں بقیع آیا ہوں، یہ

دعا کرنے کی رات ہے، کیونکہ) یقیناً اللہ جل شانہٗ ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات کو قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 14)

شعبان......فضائل ومسائل

یہ ماہ مبارک مقدسہ ہے رمضان شریف کا، جیسا کہ ماہ شوال تمہ ہے رمضان کا۔ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ "قسم ہے کتاب واضح کی کہ ہم نے اس (کتاب) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے، بے شک ہم آگاہ کرنے والے ہیں، ایسی رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے، بے شک ہم (آپ کو) پیغمبر بنانے والے ہیں"۔ (سورۃ دخان)

اس آیت میں برکت والی رات سے شعبان کی پندرہویں رات مراد ہے۔ پس اس آیت سے اس ماہ کی اور خاص کر پندرہویں رات کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوگئی اور اس ماہ کے متعلق شریعت مقدسہ کے چند احکام ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) اس کے چاند کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

(۲) پندرہویں شب کو عبادت کرنا اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

(۳) نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۴) یوم شک میں روزہ رکھنا منع ہے۔

ماہ شعبان کے منکرات

اس شب مبارک میں صرف دو تین باتیں ثابت ہیں، عبادت کرنا اور قبرستان میں جا کر دعائے مغفرت کرنا۔ اس کے علاوہ شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا حتیٰ کہ اس رات کو ایصال ثواب وغیرہ کی بھی کوئی اصل نہیں۔ مگر جاہل لوگوں نے عبادت کی جگہ بہت سی بے ہودہ رسمیں ایجاد کر رکھیں ہیں جن کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے "اصلاح الرسوم" میں بخوبی بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا بعینہٖ اصلاح الرسوم کی عبارت درج ذیل ہے:

شب براءت میں حدیث شریف سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحکم حق تعالیٰ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اموات کے لئے استغفار فرمایا۔ اس سے آگے سب بدعات ہیں جن سے مفاسد کثیرہ پیدا ہوگئے ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا آپؐ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں ہے اس لئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے یہ ان کی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اول تو تعین تاریخ کی ضرورت ہے دوسرے خود یہ واقعہ غلط ہے۔ آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی۔

۳۔ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا امر مخفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں موجود نہیں۔

۴۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب براءت سے پہلے کوئی مر جائے تو جب تک اس کے لئے فاتحہ شب براءت نہ کیا جائے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جائے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب وہ مردہ مرتا ہے، مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب براءت تک اٹکا رہتا ہے۔

۵۔ حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بغیر اس کے سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی۔ اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ہونا اصلاح الرسوم کی فصل اول میں بالتشریح مذکورہ ہوچکا ہے۔

بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں، اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ موکد سمجھنا بلاشک گناہ ہے۔ بعض لوگ شب بیداری کے

لئے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، ہر چند کہ اجتماع سے شب بیداری آسان ہو جاتی ہے مگر نفلی عبادت کے لئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے۔ البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اس کا مضائقہ نہیں۔

۷۔ بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے۔ یہ رسم بالکل کفار کی نقل ہے جو کہ حدیث تشبہ سے حرام ہے''۔

اور بدعت شنیعہ میں سے وہ رسم جس کا اکثر بلاد ہند میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے، یعنی چراغ جلانا اور ان کو مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا اور آتش بازی کے ساتھ لہو ولعب کے لئے جمع ہونا کیونکہ یہ وہ امر ہیں جس کی معتبر کتابوں میں کوئی اصل نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی نہیں، اور کوئی ضعیف اور موضوع روایت تک بھی اس کے بارے میں وارد نہیں ہوئی اور نہ اس کا بلاد ہند کے سوا کسی اور ملک میں رواج نہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ تعظیما وتشریفاً میں اور نہ ان کے سوا عرب کے دیگر حصوں میں اور نہ بلادِ عجم میں سوائے ہندوستان کے، بلکہ ممکن ہے اور یہی ظن غالب ہے کہ ہندوؤں کی رسم دیوالی سے اس رسم کو لیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً رسوم بدعیہ زمانہ کفر ہی کی باقی ہیں اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل جول کرنے اور کفار (کی نسل) میں سے باندیاں اور بیویاں رکھنے کے سبب پھیل گئی ہیں۔

روشنی اور آتش بازی کی رسم قبیح اسراف بے جا وغیرہ کی وجہ سے سخت حرام ہونے کے علاوہ رسوم شرکیہ میں سے ہیں اور جو شخص رسوم شرکیہ کا ارتکاب کرے اس کے متعلق بموجب حدیث **من تشبہ بقوم فھو منھم** (جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے) سخت اندیشہ ہے کہ ان مشرکین کے ساتھ اس کا حشر ہو جنہوں نے یہ رسوم شرکیہ جاری کی تھیں۔

کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟ حق تعالیٰ تمام رسوم بدعیہ وشرکیہ کو دنیا سے جلد مٹا دے اور اسلامی سنت کو جاری فرما دے۔ آمین ثم آمین! (از بارہ مہینوں کے احکام وفضائل) (شمارہ نمبر 49)

عید مسلم

خوشی کا دن:۔حدیث سے ہم کو افطار اکبر پر عید کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ باتیں ہونا چاہئیں۔ملاقات کرو، خوش ہو، اکثر صدقہ کرو اور سب مجتمع ہو کر عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرو۔ صاحبو! غور کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہماری خوشی کو بھی کس انداز پر دیکھنا چاہتے ہیں۔دیکھئے مسلمان میں دو چیزیں ہیں ایک دین اور ایک طبیعت پس خدا تعالیٰ نے جوش دین کا تو یہ انتظام فرمایا کہ نماز مقرر فرمائی اور جوش طبیعت کا یہ انتظام فرمایا کہ اس دن اچھے سے اچھا کپڑا پہننے کی اجازت دی۔سبحان اللہ شریعت کا کیا پاکیزہ انتظام ہے۔ (برکات رمضان ص۴۹۴)

حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کے عیدگاہ میں جمع ہونے کے بعد خدا تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں ''یعنی اس مزدور کو کیا بدلہ دیا جائے جس نے اپنے عمل کو پوری طرح کیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کی جزاء یہ ہے کہ اسے پوری مزدوری دی جاوے، خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے جلال اور عزت کی قسم آج میں ان کی مغفرت کیے دیتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ بس لوگ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔

عیدگاہ میں بندے بن کر حاضر ہوں

تو اس حدیث کے سننے کے بعد اب لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ عیدگاہ میں کیسی ہیئت بنا کر چلنا چاہئے کہ اس کرامت کے اہل تو ہوں۔

افسوس ہے کہ اکثر لوگ نافرمانوں کی صورت بنا کر جاتے ہیں بہتر بلکہ ضروری بات ہے کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں یا ترشواتے ہیں آج سے توبہ کرلیں، ہمیشہ کیلئے نہ ہو سکے تو عید اور بقر عید کے گزرنے تک تو اس سے بچے رہیں کہ ان وقتوں میں بڑی حاضری ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر ڈاڑھی نہ منڈائی جائے تو کوئی نقصان بھی تو نہیں اور منڈانے سے کوئی نفع بھی تو حاصل نہیں ہوتا۔ پھر اس بے لذت گناہ سے کیا نتیجہ کہ خدا کے سامنے ذلیل بھی ہوئے دنیا میں کچھ مزا تک بھی نہ آیا۔

اسی طرح بعض لوگ ریشمی لباس پہن کر عیدگاہ میں جاتے ہیں۔ان کو سمجھنا چاہئے کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔نیز اپنے لڑکوں کو بھی ایسا لباس نہ پہناویں۔صاحبو! کیا کسی بادشاہ کے دربار میں جاتے ہوئے کوئی شخص بغاوت کے تمغے سجا کر جاسکتا ہے، پھر کیا خدا کی عظمت شاہان دنیا کے برابر بھی نہیں۔اس کو سوچو، اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو پیش نظر رکھ کر ان سب خرافات سے باز آجاؤ۔(حوالہ بالا ص ۴۹۵)

خدا کو بھی خوش کیجئے

عید خوشی کا دن ہے قدرتی طور پر آج آپ کے دل کی یہ خواہش ہوگی کہ آپ کے گھر کی فضاء خوشی اور مسرت کی فضا رہے آپ کے بچے خوش ہوں، آپ کی بیویاں خوش ہوں، آپ کے دوست احباب خوش ہوں، آپ کے محلہ میں آپ کے شہر میں خوشی ہی خوشی ہو، میں آپ سے کہتا ہوں کہ آج کے دن آپ اپنے خدا کو اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کی روح کو بھی خوش کرنے کا فیصلہ کیجئے۔اب اس کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ آج کے مبارک دن میں اور اس کی مبارک گھڑی میں جبکہ آپ سب باوضو ہیں اور نماز پڑھنے کیلئے گھروں سے آئے ہوئے ہیں۔اس وقت اپنی پچھلی غلطیوں اور غفلتوں کی اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے اس کی فرماں برداری کا اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنانے کا فیصلہ کیجئے۔

اس کو دین کی خاص زبان میں توبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا محکم وعدہ ہے سچے دل سے توبہ کرنے والے بندوں کے پچھلے گناہ یکسر معاف کردیئے جاتے ہیں اور وہ بے گناہ ہوجاتے ہیں۔ (خطبہ عید، تقاریر مولانا منظور نعمانیؒ)

حقیقی عید

تہوار عید بندگی حق اور خدمت خلق ہے نہ کہ محض نیا اور فاخرہ لباس، عطر و خوشبو اور شیریں چیزیں کھا پی لینا، حدیث میں ہے یہ عید اس کی ہے جو خدا سے ڈرا اور اس کی طرف جھکا نہ اس کی جس نے عمدہ اور نئے کپڑے پہن لیے۔ (شمارہ نمبر 27)

ذی الحجہ کے چند خاص اعمال

ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو حکم سب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب حکم ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو قربانی کرنی ہو تو جس وقت وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھے اس کے بعد اس کے لئے بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا درست نہیں۔ چونکہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس واسطے اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے ناخن اور بال اس وقت تک نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کرلے۔ (ابن ماجہ کتاب الاضاحی، باب من اراد ان **يضحی فلا ياخذ فی العشر من شعره و اظفاره۔ حدیث نمبر ۳۱۸۷)**

بظاہر یہ حکم بڑا عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے چاند دیکھ کر بال اور ناخن کاٹنے سے منع کردیا گیا ہے۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد الحمد للہ اس وقت اس عبادت سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے۔ اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے کہ چاروں طرف سے فرزندان توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے ہر لمحے ہزاروں افراد اطراف عالم سے وہاں پہنچ رہے ہیں۔ اور بیت اللہ کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کی یہ سعادت بخشی ہے۔ ان حضرات کے لئے یہ حکم ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت اللہ کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں۔ اور پھر احرام کے اندر شریعت نے بہت سی پابندیاں عائد کردیں۔ مثلاً یہ کہ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے۔ خوشبو نہیں لگا سکتے۔ منہ نہیں ڈھانپ سکتے۔ وغیرہ ان میں سے ایک پابندی یہ ہے کہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اور ان لوگوں پر جو بیت اللہ کے پاس حاضر نہیں ہیں۔ اور حج بیت اللہ کی عبادت میں شریک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کو متوجہ فرمانے اور ان کی رحمت کا مورد بنانے کے لئے یہ فرمادیا کہ ان حجاج بیت اللہ کے ساتھ تھوڑی سی

مشابہت اختیار کرلو۔(بعض محققین یہ فرماتے ہیں کہ بال اور ناخن نہ کاٹنے میں یہ حکمت ہے کہ جتنے بال اور ناخن بدن پر ہوں گے ان کا فدیہ بھی قربانی کی شکل میں ادا ہو جائے گا۔ حضرت مفتی عبدالقادر صاحب) تھوڑی سی ان کی شباہت اپنے اندر پیدا کرلو اور جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ یہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ شباہت پیدا کردی جو اس وقت حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے

اور ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں بہانے ڈھونڈتی ہیں۔ جب ہمیں یہ حکم دیا کہ ان کی مشابہت اختیار کرلو۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پر جو رحمتیں نازل فرمانا منظور ہو۔ اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جس وقت عرفات کے میدان میں ان اللہ کے بندوں پر رحمت کی بارشیں برسیں، اس کی بدلی کا کوئی ٹکڑا ہم پر بھی رحمت کا برسا دے، تو یہ شباہت پیدا کرنا بھی بڑی نعمت ہے اور حضرت مجذوب صاحب کا یہ شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے کہ:۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

کیا بعید ہے کہ اللہ اس صورت کی برکت سے حقیقت میں تبدیل فرمادے۔ اللہ اس رحمت کی جو گھٹائیں وہاں برسیں گی ان شاء اللہ ہم اور آپ اس سے محروم نہیں رہیں گے۔ تھوڑے سے دھیان اور توجہ کی ضرورت ہے:۔

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بناء پر محروم فرمادیں گے کہ ایک شخص کے پاس جانے کے لئے پیسے نہیں؟ کیا اس واسطے اس کو عرفات کی رحمتوں سے محروم فرمادیں گے کہ اس کو حالات نے جانے کی اجازت نہیں دی۔ اور اس واسطے وہ نہیں جاسکا؟ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو بھی اس رحمت میں شامل فرمانا چاہتے ہیں۔ البتہ تھوڑی سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔ بس

تھوڑی سی فکر اور توجہ کر لو کہ میں تھوڑی سی شباہت پیدا کر رہا ہوں، اور اپنی صورت تھوڑی سی اس جیسی بنا رہا ہوں۔ تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس رحمت میں شامل فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یوم عرفہ کا روزہ

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ایام اتنی فضیلت والے ہیں کہ ان ایام میں ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایک مسلمان جتنا بھی ان ایام میں نیک اعمال اور عبادات کر سکتا ہے وہ ضرور کرے اور نو ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لئے حج کا عظیم الشان رکن یعنی وقوف عرفہ تجویز فرمایا اور ہمارے لئے خاص اس نویں تاریخ کو نفلی روزہ مقرر فرمایا اور اس روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن جو شخص روزہ رکھے تو مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، حدیث نمبر ۱۷۳۴)

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بعض لوگ جو دین کا کماحقہ علم نہیں رکھتے، تو اس قسم کی جو حدیثیں آتی ہیں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہو گئے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو گئے۔ لہٰذا یہ تمام فضیلت والی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ وہ صغیرہ گناہوں کی معافی سے متعلق ہیں۔

تکبیر تشریق

ان ایام میں تیسرا عمل تکبیر تشریق ہے، جو عرفہ کے دن کی نماز فجر سے شروع ہو کر ۱۳ تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے اور یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا

ہے وہ تکبیر یہ ہے۔" **الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله والله اکبر، الله اکبر، ولله الحمد** "مردوں کے لئے اسے متوسط بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے۔ اور آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲ص ۱۷۱، شامی ج۲ص ۱۷۸)

گنگا الٹی بہنے لگی ہے:۔ ہمارے یہاں ہر چیز میں ایسی الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ آہستہ آواز سے کہو ان چیزوں میں تو لوگ شور مچا کر بلند آواز سے پڑھتے ہیں مثلاً دعا کرنا ہے قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرمایا کہ:

ادعوا ربکم تضرعا و خفیة (سورۃ الاعراف: ۵۵)

یعنی آہستہ اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کو پکارو اور آہستہ دعا کرو، چنانچہ عام اوقات میں بلند آواز سے دعا کرنے کے بجائے آہستہ آواز سے دعا کرنا افضل ہے۔ (البتہ جہاں زور سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہو وہاں اسی طرح مانگنا افضل ہے) اور اسی دعا کا ایک حصہ درود شریف بھی ہے۔ اس کو بھی آہستہ آواز سے پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے شور مچانے کا طریقہ اختیار کر لیا اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا تھا کہ بلند آواز سے کہو مثلاً تکبیر تشریق، جو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہنی چاہئے، لیکن اس کے پڑھنے کے وقت آواز ہی نہیں نکلتی اور آہستہ سے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ

میرے والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تکبیر تشریق رکھی ہی اس لئے گئی ہے کہ اس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد اس تکبیر سے گونج اٹھے۔ لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔

تکبیر تشریق خواتین پر بھی واجب ہے

یہ تکبیر تشریق خواتین کے لئے بھی مشروع ہے اور اس میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔ اور خواتین کو یہ تکبیر پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ مرد حضرات تو چونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور جب سلام کے بعد تکبیر تشریق کہی جاتی ہے تو یاد آ جاتا ہے اور وہ کہہ لیتے

ہیں۔ لیکن خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے، اور عام طور پر خواتین اس کو نہیں پڑھتیں۔ اگرچہ خواتین پر واجب کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین پر واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے مردوں پر واجب ہے لیکن ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے عورتیں بھی پانچ روز تک یوم عرفہ کی فجر سے ۱۳ تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہیں البتہ مردوں پر تو بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور خواتین کو آہستہ آواز سے کہنا چاہئے اور لہٰذا خواتین کو بھی اس کی فکر کرنی چاہئے۔ اور خواتین کو یہ مسئلہ بتانا چاہئے اور چونکہ خواتین کو اس کا پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ خواتین گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں وہاں یہ دعا لکھ کر لگائیں۔ تاکہ ان کو یہ تکبیر یاد آ جائے اور سلام کے بعد کہہ لیں۔ (مصن ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰ شامی ج ۲ ص ۱۷۹)

قربانی دوسرے ایام میں نہیں ہوسکتی

اور پھر چوتھا اور سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی کا عمل ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جا سکتا صرف ذوالحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ کو انجام دیا جا سکتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں آدمی چاہے کتنے جانور ذبح کر لے لیکن قربانی نہیں ہوسکتی۔ (اصلاحی خطبات جلد دوم)

اے حجاج کرام

موسم حج کی آمد آمد ہے، اور دنیا کے ہر کونے سے حرمین شریفین کی حاضری زیارت کے دیوانے اس عاشقانہ سفر کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے، تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کتنے لوگ حسرتیں دل میں لئے اس دنیا سے گذر گئے اور کتنوں کو یہ نعمت کتنی بڑی بڑی مشقتیں اٹھانے کے بعد حاصل ہوئی۔

حضرت شفیق بلخی رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک اپاہج ملا جو گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا۔ میں نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا سمرقند سے، میں نے کہا کتنے عرصہ سے یہ سفر کر رہے ہو؟ کہاں مجھے وہاں سے چلے دس برس ہو گئے ہیں اور

میرا شوق ومحبت مجھے اٹھائے لئے جارہا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ مشقتیں اور مجاہدے میں رہے، لیکن ہر حاجی کے دل میں بھرپور احساس اور ادراک ہونا ضروری ہے کہ وہ کہاں چلا ہے؟ وہ رب العالمین اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں، ہر ہر قدم پر اپنی منزل کی عظمت وتقدس اور اپنی عاجزی ودرماندگی کو تازہ کرے اور آگے بڑھے، کہیں کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو۔

(۱) سب سے پہلی شرط ارو ادب یہ ہے کہ سفر کی تیاری شرعی احکام کی روشنی میں ہو اپنی ذات سے وابستہ تمام ذمہ داریاں پوری کرے، گھر والوں کی کفالت وحفاظت کا بندوبست کرکے جائے، لین دین کے معاملے صاف وواضح کرکے جائے، سفر کے اخراجات میں کوئی ایک پیسہ بھی مشتبہ نہ ہو، صاف ستھرا حلال وپاکیزہ مال سے حج کرے، اگر خدانخواستہ کسی کے پاس سارا مال مشکوک ہے، ایسا آدمی قرض لیکر اس رقم سے حج کرے۔

(۲) اس مقدس سفر میں نیت خالص حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو، تجارت وسیر وسیاحت وغیرہ کا کوئی بھی چیز محبوب حقیقی کی محبت وعقیدت اور عبادت میں شریک نہ ہونے پائے، حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو، تجارت وسیر وسیاحت وغیرہ کوئی بھی چیز محبوب حقیقی کی محبت وعقیدت اور عبادت میں شریک نہ ہونے پائے، حج کا پورا پورا سفر عبادت کا سفر ہے اس میں کسی اور نیت کا آنا یہ عبادت الٰہی میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس بے احتیاطی سے محفوظ رکھے آمین۔ (۳) دوران سفر جن جن لوگوں سے واسطہ رہے ان سے نرمی کے ساتھ پیش آئے، کھلانے پلانے میں اور اخلاق وبرتاؤ میں وسعت ظرفی دکھائے، سختی وتندمزاجی قریب بھی نہ آنے پائے۔ (۴) کہیں کوئی فضول گوئی نہ ہو، دنیا کے کاروبار دھندے کی بات چیت نہ ہو، بس تلبیہ، مسنون دعائیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور درود شریف اور اسی کی طرف دھیان ہو طبعی ضروریات کے علاوہ، تلاوت، ذکر ہی کا کام ہو (۵) یہ سفر، سفر عاشقانہ وعاجزانہ ہے اس میں اپنے رویے اور اپنی وضع قطع تکبرانہ وفاخرانہ نہ ہو، ایسی حالت اور ایسی ہیئت سے یہ

سفر کرے کہ عاجزی و بندگی واضح ہو رہی ہو (۶) اس سفر میں جو بھی بات خلاف طبیعت پیش آئے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے، کوئی نقصان ہو تو اسے اپنے حج کی مقبولیت کی علامت سمجھے اور ثواب کی امید رکھے۔

(۷) یہاں سے تو بڑے جذبات لیکر جاتے ہیں کہ وہاں جا کر یوں عبادت کرینگے، یوں گڑگڑائیں گے، مگر وہاں پہنچ کر وہاں کی بھیڑ بھاڑ اور مجلس احباب کی مشغولیت کے سبب یہ سب جذبات بھول جاتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، جو مقصد یہاں سے لیکر چلے بس اسی میں مگن رہے۔ (۸) بعض لوگ وہاں تصویریں بنواتے ہیں یہ گناہ ہے پھر مقامات مقدسہ پر اس کا گناہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ (۹) ہاں جا کر شاپنگ وغیرہ سفر عبادت کا سفر ہے خریداری اور سیاحت کا نہیں (۱۰) مدینہ منورہ کی حاضری میں ادب و تعظیم کا خاص خیال رہے کہ یہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مبارک ہے، یہ سرزمین وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو چوما ہے، اس لئے یہاں کی کسی چیز پر اشارتاً و کنایتاً کوئی اعتراض نہ کریں۔ (۱۱) اگر خدانخواستہ داڑھی مبارک سنت سے چہرہ پہلے مزین نہیں ہے تو اب تہیہ کرلیں کہ اپنے چہرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ضرور آراستہ کرونگا اور خاص طور پر اس مبارک شہر میں یہ گناہ ہرگز نہ کریں اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس طرح منہ دکھائے گا، اس لئے اس کا خاص خیال رکھیں۔ (۱۲) واپس آئیں تو اپنی زندگی کو ایک انقلاب یافتہ زندگی بنائیں، نماز کی پابندی، سنتوں کا اہتمام اور مکمل دینداری کو اوڑھنا بچھونا بنائیں، ہر معاملہ میں شریعت کا حکم پوچھ کر عمل کریں اور یہی حج کی مقبولیت کی دلیل ہوگی ۔

میں اسی منہ سے کعبہ کو جاؤنگا	شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے مناؤں گا	اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

نوٹ: حج و زیارت مدینہ کے مفصل آداب و احکام معلوم کرنے کے لئے کتاب "سرمایہ عشاق" ضرور ساتھ رکھیں۔ (شمارہ نمبر 52)

فریضہ حج

تفصیلی مسائل کے لئے مقامی علماء کرام سے رابطہ کریں

اسلام کا چوتھا ستون حج ہے۔ جس شخص کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گزران سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اس کے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے۔ حج کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہے اس کا بدلہ سوائے بہشت کے اور کچھ نہیں''۔ اور جس پر حج فرض ہو اور پھر وہ نہ کرے اور نہ ہی وصیت کر جائے تو اسکے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کھانے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر مرے خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

اب ہم ذیل میں حج کے احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

سوال: حج کرنا کس پر فرض ہے؟

جواب: جس عاقل بالغ، بینا، مسلمان کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اتنا خرچ ہو کہ مکہ معظمہ سواری پر درمیانی طریقہ سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اور گھر پر اپنی بیوی اور نابالغ اولاد کے لیے لوٹنے تک کھانے پینے کا سامان چھوڑ جائے راستہ میں امن و امان ہو تو ایسے شخص پر حج فرض ہوتا ہے۔ نابالغ اور بالغ اندھے پر اور غلام پر حج فرض نہیں۔

سوال: کیا حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب: جب حج جس پر فرض ہو گیا فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے بلا عذر دیر لگانا درست نہیں۔ اگر موت سے قبل کر لیا تو ادا ہو گیا کیونکہ ادا کر دینا تو فرض ہے البتہ دیر کر دینے کا گناہ ہوگا اور اس کا کفارہ توبہ ہے۔

سوال: وہ عذر کیا ہے جن سے حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے؟

جواب: بیمار، راستہ امن و امان والا نہ ہونا، کسی دشمن کا اندیشہ ہونا، اور عورت کے لیے عدت میں ہونا اور محرم کا ساتھ نہ ہونا، البتہ مکہ معظمہ سے اڑتالیس میل سے کم پر رہتی ہو تو بلا

محرم بھی جاسکتی ہے پھر دیر لگانا درست نہیں۔

سوال: کیا حج عمر میں ایک بار فرض ہے یا کئی بار؟

جواب: حج صرف ایک بار فرض ہے باقی نفل اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

سوال: اگر نابالغ ہونے کے زمانے میں جو حج کرلیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد فرض نہ ہوگا؟

جواب: نابالغ ہونے کے زمانے میں جو حج کیا اسکا ثواب نفل کا ملے گا۔ فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

سوال: کیا نابالغ کے ساتھ سفر کرنا درست ہے؟

جواب: نابالغ کے ساتھ بھی جانا درست نہیں بلکہ بالغ محرم ساتھ ہو، فاسق وفاجر، کہ ماں بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں اس کے ساتھ بھی سفر درست نہیں۔ ہاں جب اطمینان کا محرم مل جائے تو عورت کے لیے حج کے لیے جانا لازم ہوجائے گا۔ اگر شوہر روکے تب بھی اس کا کہنا نہ مانے۔ شوہر کو روکنا درست نہیں ہے اور جو شخص ساتھ جائے اس کا سارا خرچہ اسی عورت کے ذمہ ہے۔

سوال: جو محرم شخص کے ساتھ جانے والا اس عورت کو نہ ملے تو کیا اس کے ذمہ سے حج چھوٹ گیا؟

جواب: اگر مرتے وقت تک کوئی ایسا محرم نہ ملے یا کسی کو کسی وجہ سے جانا نہ ہوسکا تو مرتے وقت وصیت کر جانا لازم ہے کہ میری طرف سے حج کرادینا۔ لہٰذا مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال سے جو کہ قرض کفن دفن کے بعد جو کچھ بچے اس سے تہائی مال کافی نہ ہو تو بغیر سب وارثوں کی رضامندی کے دوسرے کے مال سے حج کرانا درست نہیں۔ اسی طرح نابالغ کے حصہ میں سے بھی لینا درست نہیں۔ اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ یہی روزہ داروں کی قضاء کی وصیت کا حکم ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہے اس کو حج بدل کہتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس مستحق کے بدلے حج کو گیا۔ (دینی دسترخوان جلد اول)

قربانی کے فضائل ومسائل

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ کے مضمون ''قربانی کے فضائل ومسائل''

عشرہ ذوالحجہ میں ذکر اللہ کثرت سے کیجئے:۔ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والا کوئی دن محبوب نہیں۔ لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح وتہلیل اور تکبیر و تحمید کثرت سے کیا کرو''۔ (طبرانی)

تشریح:۔ تسبیح، تہلیل، تکبیر اور تحمید دینی زبان کے خاص الفاظ ہیں۔ تسبیح سے **سبحان الله**، تہلیل سے **لا اله الا الله**، تکبیر سے **الله اکبر** اور تحمید سے **الحمد لله** کہنا مراد ہے۔ یہ بہت مبارک کلمات ہیں، احادیث میں ان کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ میں دن کو روزہ اور شب میں عبادت کی فضیلت:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عشرہ ذی الحجہ میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے''۔

نویں تاریخ کا روزہ: ''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں فرمایا کہ میں اللہ پاک سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی مغفرت فرمادیں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح:۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا جو دن ہوتا ہے اس کو عرفہ کا دن کہتے ہیں، ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں اس کی خاص اہمیت ہے اور خاص فضیلت ہے۔

شب بقرعید کی فضیلت: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے''۔ (ابن ماجہ بحوالہ الترغیب)

عید کی تیاریوں کا فتنہ:۔ ایک اور فتنہ ''عید کی تیاریوں'' کا ہے، جو عید الفطر میں زیادہ اور بقرعید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں

کے لیئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کے لئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے ایک سیلاب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض وواجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کے لئے جوتی ٹوپی سے لے کر ہر چیز نئی خریدے، گھر کی آرائش وزیبائش کے لئے نت نئے سامان فراہم کرے، دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ اور اقارب کو قیمتی کارڈ بھیجے اور ان تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کیلئے عید اور بقر عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے، اس سلسلہ میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔ اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے ہی کہ رمضان اور خاص طور پر آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح بقر عید کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص بقر عید کی شب جو گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض ومناجات اور ذکر وفکر کی راتیں ہیں وہ سب بازار میں گزرتی ہیں۔

تکبیر تشریق کے احکام

تکبیر تشریق کسے کہتے ہیں؟

تکبیر تشریق: ''الله اكبر الله اكبر، لا اله الا الله والله اكبر، الله اكبر ولله الحمد'' کو کہتے ہیں۔

تکبیر تشریق کب سے کب تک پڑھیں:۔ عرفہ کا دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے، البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے کہیں۔ تاہم حساب

سے یہ کل تیئیس ۲۳ نمازیں ہوتی ہیں جن کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ اوران پانچ دنوں کو جن میں یہ تکبیریں کہی جاتی ہیں "ایام تشریق" کہتے ہیں۔ (درمختار)

تاہم یہ تکبیریں ہر شخص پر واجب نہیں ہیں۔

تکبیر تشریق واجب ہونے کی شرطیں:۔ تکبیر تشریق واجب ہونے کیلئے درج ذیل تین شرطیں ہیں، اگر یہ تینوں شرطیں کسی شخص میں موجود ہوں تو ایام تشریق میں اس پر تکبیر تشریق واجب ہے، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (ہدایہ وخلاصۃ الفتاوی)(۱) مقیم ہونا:۔ مسافر پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (۲) شہر ہونا:۔ گاؤں، گوٹھ والوں پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (۳) جماعت مستحبہ ہونا:۔ اکیلے نماز پڑھنے والوں پر اور تنہا عورتوں کا باجماعت ادا کرنے سے ان پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

ایک ضروری مسئلہ

بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ بھی کماتا ہے اوراس کے چار پانچ لڑکے ہیں وہ بھی اپنا الگ الگ کماتے ہیں، ماں اور سب دلہنوں کی ملکیت میں سونے چاندی کا زیور بھی ہوتا ہے لیکن بقرعید کو قربانی صرف ایک ہوتی ہے، اور جملہ اہل خانہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کی طرف سے یہ واجب ادا ہو گیا، یہ سخت ناسمجھی اور مغالطے کی بات ہے۔ یاد رکھیں! قربانی واجب ہونے کے لئے گھر میں ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ ملکیت دیکھی جائے گی اور جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا مختلف سونے چاندی کا زیور ہو مگر مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے مساوی ہو، یا اس قدر چاندی کی قیمت کا مال تجارت ہو، یا اتنی مالیت کا فاضل سامان پڑا ہوا ہو تو اس پر بقرعید کے دن قربانی واجب ہو گی۔ چنانچہ اگر اتنا زیور یا روپیہ یا فالتو ساز وسامان ماں، باپ، تمام لڑکوں اوران کی بیویوں کی ملکیت میں ہوا تو ان سب پر ایک ایک قربانی واجب ہو گی اور اگر سب کی ملکیت میں اتنا مال نہ ہو تو جس جس کی ملکیت میں ہو گا اس پر قربانی واجب ہو گی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی فرض ہونے کے لئے مذکورہ بالا مقدار چاندی یا اس کی قیمت یا اس کے بقدر مال تجارت کے ملکیت میں ہونے پر سال گزرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس بقرعید کی نویں

تاریخ کو عصر کے وقت اتنا روپیہ پیسہ یا مال تجارت آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے اور دس تاریخ کو اس کے پاس موجود رہا تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جائے گی۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

سوال: درج ذیل رفاہی اداروں کو قربانی کی کھالیں دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟
ابرار الحق کی سہارا ٹرسٹ، عمران خان کا شوکت خانم ہسپتال، میرا کی شفقت ٹرسٹ، شہزاد رائے کا ایجوکیشن فار آل، محمد علی وزیبا کی علی زیب فاؤنڈیشن، ایدھی سنٹر، جواد احمد کی شلٹر۔

جواب: صدقاتِ واجبہ، زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، منت (نذر) کی رقم، چرم قربانی کی قیمت ان سب کا مصرف ایسے فقراء، مساکین ہیں جو صاحب نصاب نہ ہوں۔ انکو مالکانہ طور پر یہ صدقات دیئے جائیں تب یہ اداء ہونگے۔ ان صدقات کو کسی مسجد، مدرسہ، ہسپتال، کنواں، پل یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر میں بلا تملیک شرعی خرچ کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ صدقات اداء کرتے وقت ایسے افراد ایسی جماعت یا فلاحی ادارہ کو دے جو یہ رقم شرعی مسئلہ کے مطابق خرچ کرے۔ لٹریچر تعمیر وغیرہ پر یہ رقم خرچ نہ کرے سوال میں دیئے گئے رفاہی ادارے یا این جی اوز تنظیمیں شرعی مسئلہ کے مطابق یہ رقوم خرچ نہیں کرتیں اس لیے انکو صدقاتِ واجبہ اور چرم قربانی دینے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ نیز ان کے ساتھ تعاون دینی اور ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔ اور یہ **تعاون علی الاثم** (گناہ پر تعاون) ہے۔ ان صدقات کا بہترین مصرف دینی مدارس کے طلباء کرام اور دینی رفاہی ادارے ہیں ان کو دینے سے صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیاء علم دین کی خدمت بھی۔ (دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

حجاج کیلئے ضروری کام کی باتیں

ہر سال حضرت والا حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور جب کوئی حج یا عمرہ کر کے آتا تو حضرت والا اس سے ملکر بے حد خوش ہوتے اور اس سے حرمین شریفین کی باتیں سنتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ خود یہاں ہیں لیکن دل مکہ

مکرمہ و مدینہ منورہ میں ہے۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آج حضرت والا کی آخری آرام گاہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے اور متعلقین میں سے جو لوگ حج پر جانے لگتے تھے تو حضرت والا ان کو نصیحتوں کی ایک تحریر عنایت فرماتے تھے تاکہ وہ لوگ صحیح معنی میں حج کر سکیں تو افادہ عام کیلئے وہ نصیحتیں قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ا۔ یہ عشق ومحبت کا سفر ہے اور جس کی محبت میں جارہے ہیں ان کی نافرمانی جس کا نام گناہ ہے سے بہت ضروری طور پر بچنا ہے۔

۲۔ ان کا نام ہر وقت زبان پر حاوی رہے یعنی زبان کو ذکر سے تر رکھو۔ جس آدمی کی زبان پر ذکر ہو یا دل میں محبوب کی سوچ ہو یا محبوب کے کسی حکم کو ادا کر رہا ہو وہ ذاکر ہے۔ غافل نہیں۔ ۳۔ ذکر اور ادب کو حرز جان بنا کر رکھنا۔

۴۔ جو کرو توجہ اور دھیان سے کرو۔ ۵۔ جب اپنے متعلقین کی ضرورت پوری ہو جائے تو تنہائی میں بیٹھ کر دعاؤں، ذکر تلاوت، نوافل، طواف، و درود شریف اور استغفار میں مشغول رہو۔

۶۔ اپنی صحت اور قوت کی حفاظت بھی ضرور کرو۔

۷۔ خواہ مخواہ لوگوں کے کام کے پیچھے بلاضرورت مت پڑو ضروری حد تک محدود رہو۔

۸۔ گروپ لیڈر ہونے کی حیثیت سے خدمت کرنے کا ثواب سمجھنا بیگار نہ سمجھنا۔ کبھی غرور گھمنڈ میں نہ آنا۔ ۹۔ جہاں کوئی مشکل پیش آئے فوراً دعاء میں مشغول ہو جانا۔

۱۰۔ حرمین شریفین میں اس طرح وقت گزاریں اور وقت کا اس طرح پورا فائدہ اٹھائیں کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے کہ میں اس طرح کر لیتا یوں کرتا یہ کرتا وہ کرتا وغیرہ وغیرہ۔

حج کے سفر پر روانہ ہوتے وقت

ا۔ اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی اور آخرت کے ثواب کی اور حکم کی تعمیل کرنے کی کر لیں۔

۲۔ سب گناہوں سے توبہ کر لیں بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر توبہ کریں۔

۳۔ اہل وعیال کیلئے واپس آنے تک کیلئے اخراجات کا انتظام اور تسلی بخش رہائش کا انتظام کر لیں۔

۴۔ بندوں کے حقوق ادا کریں اگر کوئی حق والا فوت ہوگیا ہوتو وارثوں کوادا کروا گر وارث بھی نہ ہوتو خیرات کردواگر بدنی حقوق ہوں تو معاف کرالو۔ اگرایسا صاحب حق فوت ہوگیا ہوتواس کیلئے استغفار کرو۔ والدین کوخاص طور پرراضی کرلو۔

۵۔ حقوق اللہ واجبہ جیسے نماز روزہ زکوٰۃ عشر سجدہ ہائے تلاوت قربانی صدقہ فطر بالغ ہونے کے بعد اپنے ذمہ باقی ہوتوادا کرو، یا پورا کرنے کا عزم مصمم کرو۔

۶۔ وصیت پوری تفصیل کے ساتھ لکھ کر جاؤ، اور جو لینا دینا ہو کسی معتبر آدمی کو سمجھا کر جاؤ وصیت نامہ بھی کسی معتبر آدمی کے سپرد کرکے جاؤ بہتر اپنے گھرانے کے افراد ہیں۔

۷۔ سفر کرتے وقت احباب اقرباء سے رخصت ہوتے وقت اپنا قصور معاف کرالواور دعائے خیر کی درخواست کرو۔

۸۔ گھر سے نکلنے کا ارادہ اس سفر کیلئے ہوتو گھر میں دو نفل ادا کرو، پھر ایک مرتبہ آیت الکرسی ایک مرتبہ سورۃ قریش پڑھیں ادر اللہ تعالیٰ سے سفر کی آسانی اور قبولیت حج کی دعاء کریں اور گھر بار اہل وعیال اور سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

۹۔ دروازہ کے قریب آئیں تو سورۃ القدر پڑھیں۔

۱۰۔ لوگوں کو رخصت کرتے وقت کہیں، **استودعکم اللہ الذی لا یضیع و دائعہ** (میں تم کواس اللہ کے سپرد کرتا ہوں کہ جس کے سپرد کیا ہوا ضائع نہیں ہوتا)

۱۱۔ گھر سے باہر نکلیں تو کچھ صدقہ وخیرات کردیں اور یہ پڑھ لیں **بسم اللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ** اور یوں کہیں یا اللہ جو جو دعائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت مانگی ہیں میرے حق میں قبول فرمالیجئے۔

۱۲۔ سواری پر سوار ہوتے وقت **بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین. الحمد للہ** (۳بار) **اللہ اکبر** (۳بار) **لا الہ الا اللہ** (۱بار) پھر **اللھم اغفرلی** پڑھ لیں۔

احرام کا طریقہ

اگر بدن کی صفائی کی ہوئی ہے تو کافی ہے ورنہ حجامت کرالو خط بنوالو، زیر ناف بال

صاف کرلو، ناخن کترلو، غسل کرلو اگر غسل کا موقعہ نہ ملے وضو بھی کافی ہے۔ پھر ایک چادر تہبند کی جگہ باندھ لو اور ایک چادر اوڑھ لیں۔ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو نفل سر ڈھانک کر پڑھو۔ پہلی رکعت میں قل یایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد سورتیں پڑھیں۔ نفل کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھے ہوئے سر (ننگا کرکے) عمرہ کی نیت کرلیں (یا اللہ میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرمادیجئے اور قبول فرمالیجئے) پھر تین دفعہ لبیک پڑھیں آواز کے ساتھ۔

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لا شریک لک.

پھر آہستہ آواز سے درود شریف پڑھ کر دعاء کرلیں بس عمرہ کا احرام بندھ گیا۔

ممنوعات احرام

احرام کی حالت میں مندرجہ ذیل باتیں منع ہیں:

۱۔ سر اور چہرہ پر کسی وقت کپڑا نہ لگے سوتے ہو یا جاگتے۔

۲۔ جوتا یا چپل ایسی ہو کہ پیر کی پشت والی ابھری ہوئی ہڈی نہ چھپنے پائے۔

۳۔ بال نہ کاٹیں، ناخن نہ کاٹیں، خوشبو نہ لگائیں۔

۴۔ فحش حرکات اور کلام، فسق (حکم عدولی) اور جدال سے بچیں یعنی لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

۵۔ سلے ہوئے کپڑے نہ پہنیں۔

۶۔ شکار نہ کریں نہ کسی کی اعانت کریں۔

۷۔ خوشبودار چیزوں کا استعمال نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت والا کو اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل فرمالیں اور حضرت کے تمام متعلقین کو حضرت کی تعلیمات پر اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور حضرت والا کی تعلیمات کو نفع تمام کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا رب العالمین!

سفرِ حج اور سفرِ آخرت

امام غزالی رحمہ اللہ کی حجاج کیلئے نصیحتیں:۔سفر حج کی وضع بالکل سفر آخرت کی سی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حجاج کو اعمال حج ادا کرنے سے مرنے کا وقت اور مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات یاد آ جائیں، مثلاً شروع سفر میں بال بچوں سے رخصت ہوتے وقت سکرات موت کے وقت اہل وعیال سے رخصت ہونے کو یاد کرو اور وطن سے نکلتے وقت دنیا سے جدا ہونے کو اور سواری کے جانوروں پر سوار ہوتے وقت جنازہ کی چارپائی پر سوار ہونے کو یاد کرو۔ احرام کا سفید کپڑا پہنتے وقت کفن میں لپٹنے کو یاد کرو اور پھر میقات قیامت حج تک پہنچنے میں جنگل و بیابان قطع کرتے وقت اس دشوار گذار گھاٹی کے قطع کرنے کو یاد کرو جو دنیا سے باہر نکل کر میقات تک عالم برزخ یعنی قبر میں تم کو کاٹنی ہے، راستہ میں راہزنوں کے ہول و ہراس کے وقت منکر نکیر کے سوالات اور اس بیکسی میں ہوس و ہراس کا خیال کرو جنگلی درندوں سے قبر کے سانپ بچھو کیڑوں مکوڑوں کو یاد کرو اور میدان میں رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے علیحدہ تن تنہا رہ جانے کے وقت قبر کی تنہائی اور وحشت کو یاد کرو اور جس وقت چیخ چیخ کر **لبیک اللھم لبیک** پڑھو تو زندہ ہونے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت کے اس جواب کو یاد کرو جو حق تعالیٰ کی ندا کے وقت میدن حشر میں حاضری کے لئے تم عرض کرو گے، غرض اسی طرح ہر عمل میں ایک عبرت اور معاملہ آخرت کی یاد دہانی ہے جس سے ہر شخص جس قدر بھی اس میں قلب کی صفائی اور دین کی ضروریات کے خیال رکھنے کی وجہ سے استعداد ہوگی آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔

☆ سفر سے پہلے حلال زادِراہ اور کوئی نیک بخت ساتھی تلاش کرلو، کیونکہ حلال توشہ سے قلب میں نور پیدا ہوگا اور رفیق صالح تم کو گناہوں سے روکتا، اور نیک کام یاد دلاتا رہے گا۔

☆ اس سفر میں تجارت کا خیال بالکل نہ رکھو، کیونکہ طبیعت کے تجارت کی طرف متوجہ ہو جانے سے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ خالص اور بے لوث نہ رہے گا۔

☆ راستہ میں کھانے کے اندر وسعت کرو اور رفقائے سفر اور نوکروں چاکروں اور کرایہ داروں کو خوش رکھو اور کسی کے ساتھ سختی سے بات نہ کرو بلکہ نہایت خلق و محبت سے اور نرم

گفتاری سے سفر ختم کرو۔

☆ فحش گوئی اور جھگڑے اور فضول بکواس اور دنیا کے معاملات کی بات چیت کو بالکل چھوڑ دو اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زبان کو تلاوت کلام اللہ اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔

☆ شغدف یا شبری یعنی شان کی سواری پر سوار نہ ہو بلکہ بار برداری کے اونٹ پر بیٹھ جاؤ تاہ دربار حق تعالیٰ میں پراگندہ حال غبار آلودہ اور مسکینوں اور محتاجوں کی سی ذلیل وخستہ حالت سے حاضری ہو، اس سفر میں بناؤ سنگار اور زیادہ آرام طلبی کا خیال بھی نہ لاؤ۔

☆ کبھی کبھی سواری سے اتر کر پیدل بھی ہو لیا کرو کہ اس میں سواری کے مالک کا بھی دل خوش ہوگا اور سواری کو بھی آرام ملے گا اور تیز تمہارے ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرنے سے چست وچالاک رہیں گے۔

☆ جو کچھ بھی اس سفر میں ختم ہو جائے یا جس قسم کا بھی مالی نقصان یا تکلیف یا مصیبت اٹھانی پڑے تو اس پر خوش رہو اور اس کو اپنے حج کے مقبول ہونے کی علامت سمجھو اور اپنے پروردگار سے ثواب کی امید رکھو۔ (تبلیغ دین)

ایک عاشق کا حج

حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔ایک قاری صاحب تھے ریاست رامپور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خرچ پاس نہ تھا۔ سفر شروع کیا۔ دن کو روزہ رکھتے۔ پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے کچھ چنے ساتھ لے لیتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرماتے تھے۔ غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے۔ کوئی جہاز تیار ہوا جہاز کے کپتان سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم کو کوئی نوکری جہاز میں دے دو۔ اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول ہی نہ کر سکیں۔ کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کہ محض بھنگی ہی کا کام نہیں اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا

کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالیٰ سے دعا کہ یہاں تو میرا کام تھا اب آگے آپ کا کام ہے۔ مجھے قوت دے دیجئے پس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اونچا اٹھالیا تب تو کپتان مجبور ہوا۔ انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا۔ شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے۔ ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان اس طرح آ نکلا۔ قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے۔ انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے؟ کہا کہ قرآن، پوچھا کہ قرآن! کس کو کہتے ہیں؟ کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اس کے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ ہم غسل کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا۔ باطنی غسل کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے ہوتا ہے۔ یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھا دو انہوں نے سکھلا دیا اور وہ اس کو یاد کرتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا۔ میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے؟ کہا نہیں۔ پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا آج کیا؟ مدت ہو گئی۔ اول تو وہ کچھ گھبرایا۔ اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اور میم سے کہہ دیا۔ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ آخر جدہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہو لیا اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آدمی آبرو، مال جان غرضیکہ سب کچھ دے بیٹھتا ہے۔ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جسکے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (الافاضات الیومیۃ)

حج کا شوق پیدا کرنے والے اشعار

تمنا: شوق، دولت، حج

تمنا ہے کوئی اللہ والا پھر دعا کر دے

کہ مجھ کو رب کعبہ دولت حج پھر عطا کر دے
وہی تیاریاں ہوں پھر علائق سے جدا ہو کر
یہ بندہ پھر خدا کا ہو کے ترکِ ما سوا کر دے
گلے سے اپنے بچوں کو لگاؤں اور جدا کر دوں
محبت اپنی غالب ہر محبت پر خدا کر دے
چلوں گھر چھوڑ کر جس دم تو رب البیت کا ہاتف
نوید بازیابی دل کے پردوں کو اُٹھا کر دے
وطن کے باغ سے جس وقت نکلوں راہِ غربت میں
مدینہ یاد آ کر بابِ جنت مجھ پہ وا کر دے
مجھے رخصت کریں رو رو کے جس دم آنسوؤں والے
جنونِ شوق بحرِ اشک میں طوفاں بپا کر دے
مسافر کہہ کے بسم اللہ مجریہا و مرساہا
جہازِ زندگی اپنا سپردِ ناخدا کر دے
صدا لبیک کی یکبارگی جب چار سُو گونجے
مجھے دیوانگی اس وقت مصروفِ بُکا کر دے
فغاں کے ساتھ نکلیں پے بہ پے لبیک کی چیخیں
تصور اُن کے گھر کا میری حالت کیا سے کیا کر دے
برہنہ پا، برہنہ سر، کفن بردوش جا پہنچوں
جہانِ شوق میں میرا جنوں محشر برپا کر دے
وہی صحرا وہی دشت و جبل پھر آنکھ سے دیکھوں
غبار اُن کی گلی کا میری آنکھیں سُرمہ سا کر دے
وہ دیکھوں میں، بیاں سے جس کے عاجز ہو زباں میری

وہ اتنا دے کہ مجھ کو بے نیازِ مدعاء کر دے
نیازِ عاشقی لے کر گلی میں انکی یوں دوڑوں
کہ مجھ کو جذب معشوقانہ منزل آشنا کر دے
تڑپ کر جان دیدوں جب حرم پاک میں پہنچوں
مگر پھر جی اٹھوں جب دامن کعبہ ہوا کر دے
اسے چوموں حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کبریا نے جس کو چوما ہے
کہ شاید لذت عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کر دے
پیوں پھر سیر ہو کر آب زمزم چاہ زمزم پر
مرا جام طلب لبریز یہ آب بقا کر دے
شعار پر خدا کے جاؤں ذوق ہاجرہؑ لے کر
مری توفیق شرح آیہ ان الصفا کر دے
پیادہ پا چلوں پھر خیف سے میں سوئے مزدلفہ
کہ مشعر پر خدا پھر ذکر کی نعمت عطا کر دے
بڑھوں رحمت کی جانب کہہ کے پھر ارنا مناسکنا
کہ اپنے پاک گھر کا مجھ کو حاجی پھر خدا کر دے
تمنا ہے میری چشم ارادت دل کا سرمایہ
نثار آستین شاہد مشکیں قبا کر دے
گزر کر عشق و شورش کے منازل سے چلوں طیبہ
تو وہ حسن آفریں میری ادائیں دلربا کر دے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کبریا کی بزم محبوبی میں جا پہنچوں
کرم پھر مجھ پہ اتنا وہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کبریا کر دے
جہاں سے گنبد خضرا نظر آئے ان آنکھوں کو

کوئی اپنے قصیدے کی وہیں سے ابتداء کر دے
درودوں کے ترنم سے صدائے بازگشت اٹھے
پہاڑوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعت خواں محو ثنا کر دے
نظر جس وقت آنکھوں کو مری باب السلام آئے
نکل کر جان قالب سے ادب کا حق ادا کر دے
یہ وہ در ہے جہاں لاکھوں ملائک سر بسجدہ ہیں
دعا یہ ہے کہ توفیق ادب کا حق ادا کر دے
گل خوبی نہیں، گلزار خوبی بلکہ جو کچھ ہے
اسی کا مجھ کو مولیٰ بلبل شیریں نوا کر دے
درودوں کے تحائف پیش کر کے میں کہوں اس سے
کہ اے شاہ دو عالم مجھ کو طیبہ کا گدا کر دے
ترے کوچہ میں گو رہنے کے قابل میں نہیں لیکن
ترا جودو سخا، تیری دعا، تیری عطا کر دے
تمنا ہے کہ خاک پاک کا پیوند ہو جاؤں
تمنا صوفیؔ محتاج کی پوری خدا کر دے

قربانی کا پیغام

ذی الحجہ کے مہینے میں دنیا بھر سے فرزندان توحید کا ایک جم غفیر فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے حجاز مقدس پہنچتا ہے۔ اسی طرح دنیا بھر میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کی تاریخوں میں متعین کردہ حلال جانوروں کو مقررہ شرائط کی روشنی میں ذبح کر کے قرب الٰہی کو حاصل کرتی ہے۔

ان قربانیوں سے متعلق ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ اس کے جواب میں معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی ہیں جن کا لقب خلیل اللہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دوست کو بڑھاپے کی عمر میں نیک صالح اور بردبار فرزند عطاء فرمایا۔ اس فرزندار جمند کا نام نامی اسم گرامی اسماعیل علیہ السلام ہے جو کہ خود بھی نبی ہیں۔ جب یہ صاحبزادے چلنے پھرنے اور دوڑنے بھاگنے کی یعنی والد محترم کا ہاتھ بٹا سکنے کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ایک حکم عجیب انداز سے عنایت فرمایا (نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، انداز امتحانی تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس خواب کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا اوران کی رائے معلوم کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ دونوں باپ بیٹوں نے بلاچوں وچرا اس حکم کی تعمیل میں اپنی پوری کوششیں صرف فرمائیں لیکن اللہ رب العزت نے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہوئے بغیر اس زبردست امتحان میں عظیم کامیابی کی نوید سنائی۔ اس واقعے کو یادگار کے طور پر قیامت تک باقی رکھنے کے لئے امت مسلمہ کے صاحب ایمان صاحب نصاب مردوں اورعورتوں پر جانوروں کی قربانی واجب قرار دی گئی۔

اس واقعے سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے پاس ہر چیز اللہ رب العزت کی عطا کردہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر اس کی واپسی کا مطالبہ کسی بھی انداز میں آئے تو بندے کو بلاچوں وچرا اس امانت کو لوٹا دینا چاہئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوسری چیزوں کی طرح انسانی جان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی امانت ہے۔ اگر یہ جان بھی اس کا دینے والا مانگے تو اس کی تعمیل میں حیل وحجت، پس وپیش، قیل وقال، تاویل وتاخیر کا حربہ استعمال نہیں کرنا چاہئے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہورہی ہے۔

ہم اس واقعے کے تناظر میں جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ یہ جانور بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہوتے ہوئے ہمیں بزبان حال یہ پیغام دیتے ہوئے جاتے ہیں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ہمیں اپنا سب کچھ (جو اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے) ہر حال میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے حکم پر قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا

چاہئے۔ جہاں، جب، جیسا، جس کو، جتنا قربانی کا حکم ملے فوراً سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس پر چلنا چاہئے۔ میں (جانور) اپنی جان قربان کرکے تمہیں یہ پیغام دے رہا ہوں اور یہ امید کرتا ہوں کہ تم اس اختیاری قربانی میں مجھ سے بہتر ثابت ہوگے۔

امت مسلمہ میں قربانیوں کے حوالے سے بے شمار قربانیاں مشعل راہ ہیں لیکن ٹھہریئے! کہیں ہم جانور کی قربانی محلے میں احساس برتری کا جذبہ دکھانے کی نیت سے تو نہیں کر رہے؟ کہیں بچوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے تو نہیں کر رہے ہیں؟ ذرا سوچئے! اگر ہم اشیاء کی قربانی میں اخلاص پیدا نہیں کر پا رہے تو جانی، ذاتی، وجاہتی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو کیسے تیار پائیں گے؟

حج کے متعلق ضروری ہدایات

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی ایک فکر انگیز تحریر

حج...... اسلام کا عظیم الشان رکن ہے اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا اور حج ہی سے ارکان اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیث طیبہ میں حج وعمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی وہ ایسا پاک صاف ہوکر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، عرض کیا گیا اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد فرمایا حج مبرور۔" (مقبول حج)

حج عشق الٰہی کا مظہر ہے اور بیت اللہ شریف مرکز تجلیات الٰہی ہے، اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری ہر مؤمن کی جان تمنا ہے اگر کسی کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی اور نہ سلطان جابر اور نہ بیماری کا عذر تھا پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو اسے اختیار ہے کہ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔''

اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جو فریضہ حج کو اس کے شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک بجالاتے ہوں ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج صحیح ادا نہ کر کے ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بن کر آتے ہیں نہ حج کا صحیح مقصد ان کے سامنے ہوتا ہے نہ حج کے مسائل واحکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت وحرمت کا پورا لحاظ کرتے ہیں بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں کہ حج کے دوران محرمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے اور یہ امت گناہ کو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

سفر حج کے دوران ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا جس کو اس کا پورا پورا احساس ہوتا ہو کہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے ورنہ حجاج کرام تو نمازیں گھر سے معاف کرا کر چلتے ہیں اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے ہیں مگر نمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ بعض حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق کو دوبالا کرتے ہیں قرآن کریم میں حج کے سلسلہ میں اہم ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ ہیں:۔

• حج کے دوران فحش کلامی نہ ہو، نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔

اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی حج مقبول کی یہ بھی علامت بتائی گئی ہے کہ وہ فحش کلامی اور نافرمانی سے پاک ہو، لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں، گانا بجانا اور ڈاڑھی منڈانا بغیر کسی اختلاف کے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں لیکن حاجی صاحبان نے ان کو گویا گناہوں کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے حج کا سفر ہو رہا ہے اور بڑے اہتمام سے ڈاڑھیاں صاف کی جارہی ہیں اور ریڈیوں اور ٹیپ ریکارڈ سے نغمے سنے جارہے ہیں۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

اس نوعیت کے بیسیوں گناہ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے، حاجی صاحبان کی یہ حالت

دیکھ کر ایسی اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔
عازمین حج کی خدمت میں بڑی خیر خواہی اور نہایت دل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت وسعادت کا ذریعہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات کو پیش نظر رکھیں۔
جس طرح سفر حج کے لئے سازوسامان اور ضروریات سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر حج کے احکام ومسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہیے اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقعہ نہ ملا تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کرلیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ ہونی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے۔ خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصہ کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہئے کتابیں یہ ہیں۔(۱) ''فضائل حج'' از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ۔(۲) ''آپ حج کیسے کریں'' از مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ۔
(۳) ''معلم الحجاج'' از مولانا مفتی سعید احمد رحمہ اللہ۔
اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دعائیں بھی مانگیں۔
آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہئے اور سوائے اشد ضرورت کے بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے، دنیا کا سازوسامان آپ کو مہنگا سستا اچھا برا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے لیکن حرم شریف میں میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آئیں گی۔
چونکہ حج کے موقع پر اطراف واکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کریں بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں۔
(۱)۔نماز فجر سے بعد اشراق تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں اس طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں لیکن بہت سے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔
(۲)۔احرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعاء فرمائی ہے اور قینچی یا مشین سے بال اتروالینا بھی جائز ہے احرام کھلوانے کے

لئے کم ازکم چوتھائی سر کا صاف کرانا ضروری ہے اس کے بغیر احرام نہیں کھلتا لیکن بے شمار لوگ جن کو مسئلہ کا صحیح پتہ نہیں وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اوپر سے چند بال کٹوا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے احرام کھول لیا حالانکہ اس سے ان کا احرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور احرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ قربانی واجب ہوجاتی ہے الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں بلکہ اپنے مسلک کے اہل علم سے مسائل کی خود تحقیق کر لینی چاہئے۔

حج کے متعلق...... مشہور غلط مسائل

مسئلہ: عام کوتاہی تو یہ ہے کہ ادائیگی حج میں لوگ سستی بہت کرتے ہیں وہی ضروریات و خیالی تعلقات سے فارغ ہونے کے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر چلیں گے پھر اس کام کے بعد دوسرے کام کا اسی طرح انتظار رہتا ہے حالانکہ یہ سلسلہ عمر بھر ختم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور حج کو اپنے اوپر فرض بھی جان چکے ہیں لیکن اپنے کسی دوست سے کہتے ہیں کہ ہم تم دونوں چلیں گے ''یہ سخت غلطی ہے''

مسئلہ: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ سفر حج کو اس وقت فرض سمجھتے ہیں جب مدینہ منورہ کے سفر کے لئے بھی وسعت ہو اور اگر اتنا خرچ ہو کہ صرف حج کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ نہیں جا سکتا تو یہ لوگ اس حالت میں حج کو فرض نہیں سمجھتے یہ سخت غلطی ہے''۔

مسئلہ: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کے پاس مال حرام اس مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ حج کو کافی ہو مگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ یہ تو مال حرام ہے اس کا حج میں خرچ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ اور مال حلال میرے پاس اس قدر ہے نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں۔ سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ حج وزکوۃ کے فرض ہونے کا مدار خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے اس کے حلال ہونے کو فرضیت میں دخل نہیں اس لئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوۃ دونوں فرض ہیں۔

مسئلہ: بعض لوگ جن کے پاس نہ تو حج کا سامان ہے اور نہ دل میں غنا اور قوت توکل ہے مگر لوگوں سے بھیک مانگ کر ان کو پریشان کر کے حج کو جاتے ہیں۔ سو اس طرح حج کو جانا حرام ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور ریل یا جہاز وغیرہ میں نمازیں برباد کرتے ہیں سو انہوں نے ایک فرض تو ادا کیا اور اتنے کثیر فرض فوت کئے اور اگر حج فرض نہیں تھا نفل تھا تو اور بھی غضب ہوا کہ ایک نفل کے لئے اتنے فرض گئے سوایسے شخص کو حج کرنا جائز بھی نہیں۔

مسئلہ: بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا اور ان کو حج کی ہوس ہوتی ہے اس میں بھی نفس اور شیطان کا یہ کر ہوتا ہے کہ ایک نفل کے پیچھے بہت سے فرض برباد ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت لوگ حج کے سفر میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ساتھیوں سے لڑتے جھگڑتے، گالی گلوچ کرتے ہیں ''جو بالکل ناجائز ہے''۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کو اس غرض سے جاتے ہیں '' کہ تجارت کریں گے۔'' حج کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے پیران کلیر اور اجمیر کا عرس جس کی شان ایک میلہ ''تجارت'' سے زیادہ نہیں تو اگر حج اس واسطے کیا ہے کہ بکری ہوگی تو حج خراب ہوگیا اور اس کا سارا سفر تجارت ہی ہوگا۔

(اگر اصلی نیت حج کی ہے پھر ضمناً بکری بھی کر لی تو بکری بھی حج میں داخل ہوگئی چنانچہ حج میں اکثر لوگ عطر وغیرہ لے جاتے ہیں تاکہ بکری ہو اور اس سے حج کے اخراجات میں آسانی ہو۔ سو حج کی اعانت کیلئے ایسا کرنا مضائقہ نہیں اور اس صورت میں حج کا ثواب بھی پورا ملے گا)

مسئلہ: ایک کوتاہی جو سب سے بُری ہے کہ بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں اور وہاں کی دشواریاں اور تکلیفیں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والا حج کو جانے سے ڈر جائے یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا نہیں تو اور کیا ہے؟

مسئلہ: حج اکبر عوام الناس اس حج کو کہتے ہیں جو جمعہ کو واقع ہو، مگر یہ کوئی شرعی اصطلاح نہیں۔ شرعی اصطلاح میں تو ہر حج کو حج اکبر کہتے ہیں جو مقابلہ میں ہے عمرہ کے، کہ عمرہ کو اصطلاح شریعت میں اصغر کہا گیا ہے تو اسکے مقابلہ میں حج کو حج اکبر فرمایا گیا ہے خواہ وہ حج جمعہ کو واقع ہو یا غیر جمعہ کو ہر حالت میں حج کو حج اکبر کہیں گے۔ (انتخاب از اغلاط العوام۔ جدید)

مسئلہ: بعض لوگ رقم کی بابت احتیاط نہیں کرتے۔ رشوت وغیرہ کی رقم کو لے کر حج کو جاتے ہیں کبھی اور کوئی حرام کمائی ہوتی ہے'' حالانکہ'' حرام کمائی کے ساتھ حج قبول نہ ہوگا اس کا بہت خیال کرنا چاہئے کہ زاد وراحلہ روپیہ وغیرہ مال حرام سے نہ ہو۔ حلال کمائی ہونی چاہئے۔

مسئلہ: اکثر لوگوں کو افتخار اور اشتہار کی عادت ہو جاتی ہے جہاں بیٹھتے ہیں اپنے حج کے تذکرے کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو حاجی سمجھیں۔ لوگوں سے فخراً کہتے ہیں کہ ہم نے سفر حج میں اتنا روپیہ خرچ کیا۔ مکہ میں اتنا دیا۔ مدینہ میں اتنا خیرات کیا۔ **یقول اھلکت مالاً لبدا**۔ حق تعالیٰ کفار کی مذمت فرماتے ہیں کہ کافر خرچ کر کے گاتا پھرتا ہے کہ میں نے مال

کے ڈھیر خرچ کردیئے۔ یہ وہ گناہ ہیں کہ خشک مولوی بھی یہاں تک نہیں پہنچتے، حج میں افتخار اوراشتہاراور تعظیم وتکریم کی خواہش نہ ہونی چاہیے۔اس میں تواضع ومسکنت ذلت وخواری ہونی چاہیے۔ یادرکھواس افتخاراوراشتہار سے سب کی کرائی محنت اکارت ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: عموماً حج کرنے والوں کی حالت یہ ہے کہ گھر سے چلتے ہیں یہی خیال کر کے کہ ہماری یوں آؤ بھگت ہوگی۔ جب ہم لوٹیں گے لوگ ہم کو حج کی مبارک باد دینے آئیں گے اور جو مبارک باد دینے نہ آئے ان کی شکایت کی جاتی ہے کہ ہم حج کر کے آئے تھے ہم کو مبارک باد بھی نہ دی انا للہ الخ۔ ارے بھائی تم نے حج کیا تھا تو کیا کمال کیا تمہارے ذمہ فرض تھا اگر اداء نہ کرتے تو جہنم میں جھونکے جاتے اور نہ معلوم خاتمہ کس حال پر ہوتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو اور پھر بھی حج نہ کرے تو خدا کو پرواہ نہیں وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔ تو اگر تم حج نہ کرتے تو ان بلاؤں میں گرفتار ہوتے پھر کسی پر کیا احسان کیا جو دوسروں سے مبارک باد ملنے کے منتظر ہو۔

مسئلہ: بعض لوگ صراحۃً اپنے حاجی ہونے کا اگرچہ ذکر نہیں کرتے تو کسی نہ کسی پیرایہ میں مخاطب کو بتلاتے ہیں کہ ہم حاجی ہیں۔ ایک بزرگ کسی کے یہاں مہمان ہوئے تو میزبان نے خادم سے کہا کہ اس صراحی کا پانی لانا جو ہم دوسرے حج میں ساتھ لائے تھے۔ مہمان نے کہا کہ حضرت آپ نے ایک بات میں دونوں حج کا ثواب کھودیا چونکہ اس بات میں اس نے بتلادیا کہ میں نے دومرتبہ حج کیا ہے یہ ریاء نہیں تو اور کیا ہے۔

مسئلہ: عام عادت ہے کہ جب کوئی شخص حج کے لئے اپنے گھر سے چلتا ہے تو لوگ پھولوں اور روپیوں کے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ جس میں اکثر کی نیت فخر اور شان کی ہوتی ہے جو کہ شریعت میں ممنوع اور نہایت مذموم ہے۔ اور اگر اس میں ثواب کی نیت کی جاتی ہے تو اور بھی زیادہ قبیح اور برا عمل ہے جو واجب الترک ہے۔

مسئلہ: بعض عورتیں حجن بننے کی ایسی شوقین ہوتی ہیں کہ سفر حج کیلئے کوئی محرم ساتھ ہو یا نہ ہو بس حج کیلئے ضرور جاتا ہے۔ حالانکہ حج فرض ہونے کے لئے جہاں اور شرائط ہیں عورت کیلئے ایک شرط شوہر یا کسی محرم کا سفر میں ساتھ ہونا بھی ہے۔

جانور کو ذبح کرنا خلاف رحم نہیں:۔ مسئلہ: ذبح حیوان کو لوگ خلاف ترحم بتلاتے ہیں" ایسا خیال خود حقیقت کے خلاف اور باطل ہے" اور غور کیا جائے تو اس میں خاصیت ابقاء رحم کی

ہے کیونکہ ذبح کے وقت رحم کی قوت کو حرکت ہوتی ہے اور بار بار حرکت ہونے سے وہ قوت محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ دلیل اس کی یہ ہے کہ گوشت کھانے والے اور ذبح کرنے والے لوگ بہ نسبت منکرین وتارکین ذبح کے رحم میں زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ معاملات میں مشاہدہ ہے کہ مسلمانوں میں رحم زیادہ ہے ہندوؤں میں نہیں۔ اور طبی قاعدہ ہے کہ جس قوت کو حرکت ہوتی ہے اور اس سے کام بار بار لیا جائے وہ قوت باقی رہتی ہے؟ پس ذبح میں رحم کی بقا ہے اور اس کے ترک میں رحم کی فنا ہے۔ (اغلاط العوام جدید مع تسہیل)

قربانی کی حقیقت

واقعہ ابراہیم علیہ السلام:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی اصل روح تعمیل حکم ہے۔ مالک کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔ مالک کا حکم ہوا کہ بیٹا قربان کریں بس بے چوں و چرا قربانی پیش کر دی۔ پھر انہوں نے اپنی رحمت سے بیٹے کی بجائے مینڈھے کی قربانی کا حکم فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بھی فوری تعمیل کی اب اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کی یہ یادگار قیامت تک قائم رکھنا منظور ہوئی تو تمام مسلمانوں کو قربانی کا حکم فرما دیا۔ عید کا دن آتے ہی مسلمان اس حکم کی تعمیل میں لاکھوں کروڑوں جانوروں کا خون بہا دیتے ہیں۔ یہ سب تعمیل حکم کی روشن مثالیں ہیں۔ تو اصل چیز جس کا بندے سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ حکم بجالانا ہے۔ مالک کے ارشاد کی تعمیل، ورنہ اللہ تعالیٰ کو ہماری قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ ان تک جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ صرف واضح فرما دیا۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دمآوھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم.

''اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ انکا خون لیکن اسکے پاس تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے''۔

اصل روح:۔ قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسلمان اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کر دے۔ جانور کی قربانی میں بھی یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایک ایک کر کے ذبح کر دو۔ ہم صرف جانور کی قربانی پر خوش ہیں۔ اصل مقصد تو خواہشات کو قربان کرنا تھا لیکن انہیں قربان کرنے کی بجائے انکے غلام بنے ہوئے ہیں۔

جانور کی قربانی کرتے وقت یہ ثابت کر دے کہ یا اللہ ہم تو حکم کے بندے ہیں تیرے حکم

کی تعمیل میں جانور ذبح کر دیئے تیرا حکم ہوتا تو بیٹے بھی ذبح کر دیتے بلکہ اپنے آپ کو بھی ذبح کر دیتے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے حکم پر واقعی جانیں دیدیں مگر افسوس آج کے مسلمان کی حالت یہ ہے کہ جانور کی قربانی تو کر دی مگر اس سے آگے تعمیل حکم کا یہ حال ہے کہ صورت تک مسلمان کی نہ بنا سکا۔ مسلمان مرد کو اتنی توفیق بھی نہ ہوئی کہ چہرے پر داڑھی کے چند بال چھوڑ دے اور مسلمان کہلانے والی عورت سے اتنا نہ ہوا کہ چہرے پر کپڑا لٹکا کر پردہ کر لے۔ قربانی کی اصل روح اللہ کے حکم کے سامنے اپنے نفس کے تمام تقاضوں کو قربان کر دینا۔ اگر یہ کام آپ نے کر لیا تو قربانی کی حقیقت آپ نے پالی۔

تکبیرات تشریق:۔ تکبیرات تشریق جو نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز کے بعد کہی جاتی ہے مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آ جائے کہ اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے حکم کے مقابلے میں کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ جیسے وہ خود بہت بڑا ہے اسی طرح اس کا حکم بھی بہت بڑا ہے۔ اب زبان سے اس کا اقرار کرنے کے باوجود ''کہ'' یہ شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی نہیں بلکہ اسی کی بڑائی ہے جس کی یہ اطاعت کر رہا ہے جس کا غلام ہے۔ یہ ہے تکبیرات تشریق کی حقیقت اس میں غور کیجئے۔

محاسبہ نفس:۔ قربانی کرتے وقت ہر مسلمان اس حقیقت کو بھی سوچے کہ میں جو نقل اتار رہا ہوں اور جس چیز کا عملی مظاہرہ کر رہا ہوں آیا واقعۃً میرا حال بھی یہی ہے؟ کیا دنیا کی ہر چیز پر میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب کر چکا ہوں، اور قربانی کا مقصد پورا کر چکا ہوں؟ جب اس چیز کو بار بار سوچیں گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آئے گی اور گناہ چھوڑنا آسان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ یا اللہ اس نقل کو اصل بنا دے اسے موثر بنا دے کہ اس کی برکت سے تیری محبت دنیا کی ہر محبت پر غالب آ جائے اور تمام گناہ چھڑا دے۔

(تکبیرات تشریق خواتین پر بھی واجب ہیں لیکن خواتین آہستہ آواز سے کہیں)

(تلخیص وعظ حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ)

بحمد اللہ تعالیٰ